فہرست مضامین

1- نعت
2- اقوالِ زریں۔ پوری کائنات میں
3- چند اشعار
4- تمہید
5- اطاعتِ رسول اور اُس کی اہمیت
6- عظمت دو جہاںﷺ اور انسانی حقوق
7- دنیا میں ہر لمحے اللہ اور محمدﷺ کی عظمت کا اعلان
8- با محمدﷺ ہوشیار
9- توہین رسالتﷺ
10- شرانگیز مواد کی اشاعت
11- اظہار کی آزادی یا شرانگیزی
12- پنجہ یہود اور یورپ
13- یہودیوں کی شرارتیں
14- سازش کے محرکات
15- مغربی تہذیب، اسلام دشمنی کے عمیق اسباب
16- مغرب کی اسلام مخالف انتہا پسندی
17- مغربی مفکرین کا فکری انتشار
18- ترکان احرار اور یہود نواز آسٹروی جج
19- ہولوکاسٹ کا انکار؟
20- فکری پسماندگی کا شکار یورپی میڈیا
21- ڈنمارک، تاریخ کے آئینے میں
22- وزیر اعظم ڈنمارک کا خاکہ
23- یورپی پارلیمنٹ میں صلیبی جنگ کی بازگشت
24- اسلام کے خلاف سرگرم ناسا
25- اہانت رسولﷺ اور مغرب
26- تہذیبوں کا تصادم
27- یہ تہذیبوں کی نہیں ثقافتوں کی جنگ ہے؟
28- یورپ اور اسلام میں تصادم
29- توہین رسالتﷺ کے خلاف عالمی حکمت عملی
30- صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ
31- تہذیبوں کا تصادم ہے کیا؟
32- کیا تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے۔
33- دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچایا جائے
34- شاتم رسول کی سزا اور اس کی معافی
35- مذموم مقاصد اور امت کا لائحہ عمل
36- توہین آمیز کارٹون ____ دعوت غور وفکر
37- ڈنمارک کا بائیکاٹ
38- عالمِ اسلام سراپا احتجاج
39- یورپ کی ذہنی خباثت اور امت مسلمہ کی ذمہ داری
40- ناموس رسالتﷺ کی جنگ شروع
41- عالم کفر متحد ہو سکتا ہے تو عالم اسلام کیوں نہیں؟
42- مسلمانوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیئے؟
43- پائنا کے زیر اہتمام راؤنڈ ٹیبل کانفرنس
44- اہل مغرب سے 39 سوال
45- کوفی عنان کس کی زبان بول رہے ہیں؟
46- تلاش ہے اُمہ کو کسی صلاح الدین ایوبیؒ کی
47- تحفظ ناموسِ رسالتﷺ
48- تلاش امن
49- مسلمانوں کو ناقابل تسخیر بننا ہوگا
50- نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کاشغر تک
51- امریکہ میں (نعوذ باللہ) نقلی قرآن کی گھر گھر تقسیم
52- توہین رسالت اور ایک کرائم منسٹر کے بلیو آئیڈ بوائز
53- محبت
54- پرتشدد احتجاج کے اقتصادی مضمرات
55- دہر میں اسم محمدﷺ سے اُجالا کر دے
56- مولانا مفتی عبدالعرفان کا فتویٰ اور.......
57- ناموس رسالتﷺ (نظم)
58- تم نے کس ذات اقدس کی توہین کی؟
59- استفادہ

http://www.kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش

نعت رسول مقبول

جو نہ ہوتا تیرا جمال ہی تو جہاں تھا خواب وخیال ہی

صلوعلیہ وآلہ

مہ و مہر میں تیری روشنی، ہوئی ختم تجھ پہ پیغمبری

نہیں تجھ سا تیرے سوا کوئی، کرے کون تیری برابری

صلوعلیہ وآلہ

نہ فصیل ہے نہ وہ محل سرا، تیرا فرش ہے وہی بوریاں

تیرے جسم پاک پہ اک قبا وہ بھی تار تار ہے جا بجا

تیری سادگی ہے کمال کی،

صلوعلیہ وآلہ

تو خلیل ہے، تو کریم ہے، تو رؤف ہے، تو رحیم ہے

تو حبیب رب کریم ہے، تیری شان سب سے عظیم ہے

نہیں کوئی تیری مثال ہی، صلوعلیہ وآلہ

شاعر تنویر نقوی

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

اقوالِ زریں

پوری کائنات میں

نہ کوئی انسان محمدؐ جیسا
نہ کوئی کلام قرآن جیسا
نہ کوئی مذہب اسلام جیسا
نہ کوئی سچا ابوبکر صدیقؓ جیسا
نہ کوئی سخی عثمانؓ جیسا
نہ کوئی بہادر علیؓ جیسا

کتاب گھر کی پیشکش

چند اشعار

http://www.kitaabghar.com

سب کی زبان پر امریکی تالا ہے
آنکھوں میں ڈینش اخبار کا جالا ہے

اب تک نہیں کیا ڈنمارک نے فیصلہ کچھ
گویا وہ بھی ہر قانون سے بالا ہے

مظفر وارثی

توہین سے مغرب نے جو دکھلائی ہے پستی
ڈسٹرب کی، اپنے بھی مُریدین کی مستی

روشن خیال اب ہوئے مجبور مذمت
کرنی پڑی سو اُن کو بھی بنیاد پرستی

عبدالرؤف

تمہید

ستمبر 2005ء ڈنمارک میں لعین اخبار جیلنڈر پوسٹن نے آقائے نامدار حضرت محمدؐ کے نعوذ باللہ توہین آمیز خاکے شائع کر کے دنیا میں سوا ارب کے قریب بسنے والے نبی آخر الزماں کے متوالوں اور غلاموں کو ذہنی و روحانی اذیت سے دوچار کیا۔ اس پر مزید یورپ کے دیگر اخبارات نے بھی ایسی ہی ناپاک جسارت کر ڈالی جس کے جواب میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہر خطے اور ہر شہر میں اس ناپاک جسارت کے خلاف پرامن اور پرتشدد احتجاج کا مظاہرہ کیا گیا یہ معاملہ جب یورپ کی حکومتوں کے ساتھ اٹھایا گیا تو جواب میں آزادی اظہار کا عذر پیش کیا گیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو یورپ انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کا چیمپئن بننے کا دعویدار ہے اس پر یہودی ذرائع ابلاغ کا مکمل کنٹرول ہے اور ہالوکاسٹ کے معاملے پر کسی رسالے یا اخبار کو اظہار رائے کی آزادی نہیں بلکہ ایسا جرم کرنے والے کو فوری جیل کی سزا سنا دی جاتی ہے۔ عراق اور افغانستان میں ہونے والے فوجی مظالم کی خبریں بی بی سی، سی این این اور دوسرے یورپی ذرائع ابلاغ کو بغیر سنسر ٹیلی کاسٹ کرنے یا شائع کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ایسی ہی جرات ایک مرتبہ عراق میں کرنے کی کوشش کی گئی جس پر امریکی فوج نے اپنے ہی ملک کے صحافی اور ٹی وی کیمرہ مین کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے علاوہ الجزیرہ ٹی وی چینل کو نہ صرف عراق اور افغانستان میں کام کرنے سے روک دیا گیا بلکہ قطر میں اس کے ہیڈ آفس پر بھی حملے کی منصوبہ بندی کی گئی جس سے آزادی اظہار رائے کا جواز خود مغرب کے منہ پر ایک بڑا طمانچہ ہے۔

عالمی سطح پر یہود و نصاریٰ کی انہی سازشوں سے پردہ اٹھانے کیلئے میں نے اس کتاب کو ترتیب و تصنیف اور تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ سوا ارب مسلمان جن میں سے اکثر ان سازشوں سے بالکل بے بہرہ ہیں ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جا سکے تاکہ وہ آنے والے دور میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے ہونے والی سازشوں کا بھرپور مقابلہ کر سکیں۔ یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ پہلے کیمونزم کو راستے کی دیوار تصور کیا جاتا تھا۔ سوویت یونین کی افغان مجاہدین کے ہاتھوں عبرتناک شکست کے بعد اب عالمی سطح پر بالادستی قائم کرنے کیلئے صرف اور صرف اسلام کو راستے کی دیوار تصور کیا جا رہا ہے۔ ایک جانب امریکی تھنک ٹینک اکلوتی ایٹمی طاقت پاکستان سمیت عالم اسلام کو اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار کر کے صفحہ ہستی سے مٹانے کا عزم رکھتا ہے تو دوسری طرف انتہا پسند عیسائیوں اور یہودیوں کے ایما پر نبی کریمؐ کے توہین آمیز کارٹون اور خاکے اخبارات و جرائد میں شائع کر کے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا جا رہا ہے۔ متعصب عیسائیوں اور یہودیوں کے بقول وہ ان توہین آمیز خاکوں کو شائع کر کے یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عالمی سطح پر ان کی چلائی ہوئی روشن خیالی (یعنی بے حیائی) کی یلغار نے مسلمانوں کے ذہنوں و دل کو اپنے دین کے حوالے سے کس حد تک مردہ کیا ہے اور ان کی برداشت کا لیول کیا ہے لیکن ان توہین آمیز خاکوں کی یکے بعد دیگرے اشاعت کے بعد امریکہ، یورپ میں بسنے والے مسلمانوں سمیت سارے عالم اسلام میں جس قدر شدید احتجاج دیکھنے اور سننے میں آیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب میں عرصہ دراز گزارنے والے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبیؐ کی عزت اور توقیر میں ذرا برابر بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی مفکرین کے بقول اب مقابلہ عیسائیت یہودیت اور اسلام کے مابین نہیں ہے بلکہ مقابلہ یورپ اور اسلام کے مابین ہے۔ مغربی مفکرین کے بقول وہ جس سیکولر معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں وہاں بسنے والے لوگ مذہب کو کلی طور پر خیر باد کہہ کر مکمل طور پر دنیا دار بن چکے ہیں۔ اس کے برعکس کمزور سے کمزور تر ایمان رکھنے والا مسلمان اب بھی اپنے نبیؐ سے والہانہ محبت کرتا ہے اور کسی بھی صورت میں اپنے نبیؐ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں

http://www.kitaabghar.com

کرسکتا۔تاریخ گواہ ہے کہ علیم الدین شہید جیسے کروڑوں مسلمان اب بھی روئے زمین پر موجود ہیں جو گستاخ رسول کی گردن کاٹنے کے لئے آج بھی تیار ہیں۔جنگ بدر کا یہ واقعہ تو آپ کا یاد ہوگا کہ جب دو کمسن اور ننھے مجاہدین اسلام نے نبی کریم سے اجازت لے کر کفر اور اسلام کے مابین ہونے والی ابتدائی جنگ میں نہ صرف شرکت کی بلکہ انہی کمسن مجاہدوں نے اپنی تلوار کی ضرب سے ابوجہل جیسے لعین کا سر تن سے جدا کردیا۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ ساتھ انہیں اذیت بھی پہنچاتا تھا یہ بات تو طے ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ مشرق میں بستا ہے یا مغرب میں، وہ جب تک اپنے نبی کی شان میں ہونے والی گستاخی کا بدلہ نہیں چکا لے گا اسے سکون میسر نہیں آسکتا۔کیونکہ اسلام میں گستاخی رسول کی سزا معافی نہیں صرف اور صرف موت ہے۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ڈنمارک کے ساتھ تجارتی اور سفارتی تعلقات ختم کردیئے جائیں۔ڈنمارک کی مصنوعات کا استعمال بند کردیا جائے تاکہ اس یورپی ملک کو مسلمانوں کے آقا کی شان میں گستاخی کرنے کا مزا چکھایا جاسکے۔میری نظر میں اگر ایسا کر بھی لیا جاتا ہے تو جب امریکہ سمیت تمام یورپ اور عیسائی یہودی دنیا ڈنمارک کی ہمرکاب ہیں تو اسے اقتصادی اعتبار سے مسلمانوں کے بائیکاٹ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔دوسری طرف اس نازک موقع پر مسلمانوں کی صفوں میں آج بھی اتحاد نظر نہیں آتا۔صرف جلسے جلوس کرنے اور تقریریں کرنے سے صرف یہ فائدہ ہوگا کہ اغیار کو ہمیں پہنچنے والی تکلیف کا اندازہ ہوسکے گا۔لیکن میری نظر میں صرف زبانی کلامی احتجاج گستاخی کا کوئی حل نہیں۔بلکہ تمام مسلم حکومتیں اور عوام اقتصادی، دفاعی اور تجارتی خودانحصاری کا تہیہ کرلیں۔ایک جانب وہ تمام مشترکہ طور یورپین مصنوعات کا بائیکاٹ کردیں تو دوسری طرف امریکہ اور یورپ کے بینکوں اور ملکوں میں لگایا ہوا سرمایہ نکال کر اسلامی بینک میں جمع کرا کے اقتصادی تجارتی منڈی اور مشترکہ پلیٹ فارم عمل میں لاکر یورپی ممالک سے خرید وفروخت کرنے کی بجائے اسلامی ممالک آپس میں تجارت اور دفاع کو فروغ دیں۔صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے انتہا پسند' متعصب اور نبیوں کے نافرمان یہودیوں اور عیسائیوں کو سبق سکھایا جاسکتا ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ انہیں نہ تو دنیا کی واحد طاقت امریکہ سے انصاف مل سکتا ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ تو اپنے قیام کے بعد ہی سے اپنی خودمختاری اور غیر جانبدارانہ ساکھ کھو چکا ہے۔ہوتا وہی ہے جو امریکہ چاہتا ہے۔اقوام متحدہ اوتھ کمشنر کی طرح اس پر اپنی توثیقی مہر ثبت کردیتا ہے۔بوسنیا، کوسوو، کشمیر، چیچنیا' فلپائن اور فلسطین کے مسلمان آج بھی اقوام متحدہ سے انصاف کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔وہ جس قدر جلد انصاف کی توقع کررہے ہیں انصاف اتنا ہی دور ہوتا جارہا ہے۔لاکھوں قربانیوں کے باوجود کشمیر' کوسوو، چیچنیا اور فلسطین کے مسلمان آزادی کی منزل سے ہمکنار نہیں ہوسکے۔اس کے برعکس مشرقی تیمور میں امریکہ کے ایماء پر فوری طور پر ریفرنڈم کرا کے وہاں عیسائیوں کی خودمختار حکومت بھی تشکیل دے دی گئی ہے۔

اس وقت ایران کا ایٹمی پروگرام عالمی طاقتوں کے لئے خطرناک قرار دیا چکا ہے لیکن اس کے برعکس اسرائیل کے درجنوں ایٹم بم عالمی امن کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں لیکن ان کی طرف عالمی برادری دانستہ آنکھیں بند کیے بیٹھی ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اسرائیل کو اپنے دفاع کے لیے ایٹم بم بنانے کی ضرورت ہے تو کیا ایران کو اس کی ضرورت نہیں' اس پر صرف اس لئے اقوام متحدہ سمیت عالمی طاقتیں یلغار کے لیے تیار بیٹھی ہیں کہ وہ مسلمان ملک ہیں۔یہی اس کا قصور ہے۔لطف کی بات تو یہ ہے کہ کوئی اسلامی ملک بھی اس مشکل وقت میں ایران کے ساتھ کھڑا نہیں ہورہا۔ اور تمام مسلمان اسے تنہا امریکی یلغار کا شکار ہونے کے لیے اس طرح چھوڑ رہے ہیں' جیسے اس سے پہلے 70 ہزار معصوم افغان مسلمانوں کو امریکیوں اور اتحادیوں کے ہاتھوں بے دردی سے مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔

بہرکیف کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جانب عالم اسلام کو یہودیوں اور عیسائیوں کی سازشوں کا باہم متحد ہوکر مقابلہ کرنا چاہیے تو دوسری طرف خود کو اقتصادی فوجی اور تجارتی اعتبار سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہوگا۔میں یہ عرض کرتا چلوں کہ اتنی مختصر مدت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ میں یہ کتاب ذاتی طور پر تحریر کروں۔حالات کی نزاکت اور وقت کی تنگی کی بناپر میں نے چند ذاتی تحریروں کے ساتھ ساتھ اخبارات ورسائل میں مختلف مکتبہ فکر کے لکھنے والوں

کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ جن کا ذکر کتاب کے آخر میں استفادے میں بلاشبہ موجود ہے۔ میں ان تمام لکھنے والوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے عالمی سطح پر یہود و نصاریٰ اور اسلام کے مابین ہونے والی میڈیا جنگ میں ممکن حد تک قلمی جہاد کیا اور خدائے بزرگ و برتر نے مجھے توفیق دی کہ میں ان تحریروں کو ادبی سانچے میں ڈال کر کتابی شکل دے سکوں۔ دراصل ہمارے ہاں ایک ہی موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں زیادہ فرق نہیں ہوتا اور نہ ہی کتابی صورت دینے کے لیے مطلوبہ تحریریں تلاش کرنا اتنا آسان ہے جس طرح شہید کی مکھی دور اور نزدیک کھلے ہوئے پھولوں اور پھلوں سے رس چوس کر اپنے چھتے میں لا کر اسے شہید میں تبدیل کرتی ہے۔ اسی طرح تحریر و تحقیق اور تالیف کرنے والوں کو جان جوکھوں میں ڈال کر مختلف انواعِ کی تحریروں کو ایک سانچے میں ڈھال کر کتابی صورت دینا پڑتی ہے۔ یہ کام کتنا مشکل اور کٹھن ہے اس کے بارے میں وہی جانتا ہے جو اس مرحلے سے گزرتا ہے۔ اس لیے میں نے کوشش کی ہے کہ ہر تحریر کی خوبصورتی، انفرادیت اور معیار کو ہر حال میں رکھتے ہوئے ایک ایسا گلدستہ تیار کروں جس کی خوشبو مسلمانوں کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کر دے۔

میں اسلام کے حقیقی پیمانے پر خود کو پرکھ تو نہیں سکتا لیکن یہ بات میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ خدا بزرگ و برتر کی واحدنیت اور نبی کریم شانِ رسالت کیلئے میں اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔ موت تو ہر جاندار کو آنی ہے اگر یہ عشق محمد کی صورت میں مل جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو گی۔

میری یہ تحریری تخلیقی اور تالیفی کاوش کس حد تک کامیاب اور متاثر کن ہے اس کا فیصلہ میں قارئین پر چھوڑتا ہوں لیکن اس تحریر کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے دنیا اور آخرت میں بھی سرخرو فرمانا اور قیامت کے دن نبی کریمسے والہانہ محبت کرنے والوں میں میرا شمار کرنا محشر کے دن میں بھی نبی کریم کی شفاعت' تمنا اور آرزو اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ اس کتاب کی تکمیل اور تالیف میں پیر طریقت حضرت مولانا محمد عنایت احمد دام برکاتہ، پروفیسر حبیب اللہ شاہ ہاشمی، قاری عبدالرحمٰن نورانی، مبلغ اسلام قاری زوار بہادر، محمد اشرف قدسی' پروفیسر حفیظ الرحمان احسن، اور شہزاد بھٹی' محمد عاصم' محمد عمر' اعجاز کا بھرپور تعاون مجھے حاصل رہا۔

جانثار رسولؐ

ناچیز محمد اسلم لودھی

http://www.kitaabghar.com

قرآن کریم کی روشنی میں

اطاعت رسول اوراس کی اہمیت

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ رسول اکرم کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت نامکمل ہے۔ اس لیے قرآن پاک میں صرف اللہ کی اطاعت کا حکم نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی رسول اللہ کی اتباع اور اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ''اطاعت'' کے معنی ہیں کسی کام کو بطیّب خاطر، دل کی پوری رضامندی اور پسندیدگی سے کرنا اس میں جبر کا پہلو نہیں ہوتا۔ دوسرے معنی ہیں، تابعداری، فرمابرداری، تکمیل حکم۔ ''اتباع'' بھی اطاعت کا حصہ ہے۔

لفظ ''اتباع'' کے معنی ہیں ''کسی کے پیچھے پیچھے چلنا، جیسا کہ آگے چلنے والا کرے، ایسا ہی خود کرنا، پیروی کرنا تقلید کرنا۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت میں اپنے ساتھ ساتھ رسول اللہ کو بھی شامل کیا ہے، کیونکہ حضور اکرم نے خود اللہ کے احکام وقوانین کی اطاعت تمام مخلوق سے زیادہ پرخلوص اور پسندیدہ انداز سے کی، خود کو اللہ کی اس زمین میں اللہ کی اطاعت کا ایسا کامل نمونہ ثابت کیا کہ پروردگار عالم نے آپؐ کو بار بار شریک اطاعت ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آنحضرتؐ کا تعارف ''سورۃ البقرہ'' میں اس طرح کروایا ہے کہ ''ہم نے تم میں ہی سے ایک رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا تمہیں پاک کرتا کتاب اور اور حکمت کی تعلیم دیتا اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے'' اور سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''بے شک، اللہ نے صاحبان ایمان پر احسان کیا جبکہ اس نے ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا، انہیں پاک کرتا، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پیشتر وہ صریح گمراہی میں تھے۔''

''سورۂ آل عمران'' میں اللہ کا حکم ہے: ''پھر بھی اگر وہ تجھ سے حجت کریں تو کہہ دو، میں نے اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میری اطاعت کی، اپنا سر تسلیم اللہ کے حضور خم کر دیا ہے اور جنہیں کتاب دی گئی ان سے اور جو نہیں جانتے ان سے کہہ دے، کیا تم سر تسلیم خم کرتے ہو پس اگر وہ سر تسلیم خم کرلیں (اسلام لائیں) تو ہدایت پائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو میرے ذمہ تو صرف پیغام (ہدایت) پہنچا دینا ہی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔'' اس کے بعد آیت بتیس میں حکم ہے کہ ''کہہ دیجیے اطاعت کرو، اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اگر تم روگردانی کرو گے تو بے شک، اللہ منکروں (انکار کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔ ایک مقام پر ارشاد ہے کہ ''اور اللہ کے رسولکی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سورۃ النساء میں یہی حکم خوشخبری کے ساتھ اس طرح ہے کہ ''یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولکی اطاعت کرے گا وہ ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (فرماں برداری) میں وہ تمام عقائد، ایمانی عبادتیں، قول اور اعمال شامل ہیں، جن کی ادائیگی کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے اور اس عمل میں ان کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ نے اعلان کر دیا کہ ''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اس کی حدود سے تجاویز کیا وہ آگ میں داخل کیا جائے گا جس میں کہ وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے ذلت آمیز عذاب ہے۔''

اللہ کو رسول کے احکام کی نافرمانی قطعی پسند نہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد ہے کہ ''اس دن وہ لوگ جنھوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی اوران کا انکار کیا تھا آرزو کریں گے کہ کاش وہ پیوند زمین ہو جائیں لیکن اللہ سے وہ کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔''

یہیں پر آیت 59 میں ارشاد ہے کہ ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم سے صاحب امر (صاحب اختیار) ہوں، پس اگر تم میں کسی بات پر آپس میں تنازع ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو تمہارے لئے یہی بہتر اور عمدہ تاویل (طریقہ کار) ہے''

سورۃ النساء میں منافقوں کا تعارف اس طرح کروایا گیا ہے کہ ''پس جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپؐ دیکھتے ہیں کہ منافق تجھ سے حد درجہ پہلو تہی کرتے ہیں'' اس کے بعد آیت 64 میں رسول اکرم کی عظمت اس طرح بیان کی گئی کہ ''اور ہم نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر لوگ اسی وقت، جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگ لیتے اور ان کیلئے رسول کے توسط سے بھی اللہ سے مغفرت چاہتے تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔'' اس کے بعد اللہ نے فرماں بردار بندوں کا تعارف آیت 69 میں اس طرح کروایا ہے کہ جو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہی تو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے اور وہ کیا ہی عمدہ رفیق ہوں گے۔''

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت 80 میں حضور کی پریشانی کو دور کرنے کیلئے ارشاد فرمایا گیا ''جس نے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور کوئی بھی روگردانی کرے گا، تو ہم نے تجھ کو ان پر کوئی محافظ بنا کر تو نہیں بھیجا ہے۔'' صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ رسول کی مخالفت کرنے والا واصل جہنم ہوگا

سورۃ الشعراء میں بار بار ارشاد ہے کہ بے شک میں تمہارے لیے ایک رسول امین ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' (آیت 110,109) میں فرمایا گیا ''اور میں اس کیلئے تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا اجر بس اللہ رب العالمین کے پاس ہے، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

http://www.kitaabghar.com

عظمت دوجہاں محمد اور انسانی حقوق

موجودہ انسانی مصائب سے نجات ملنے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد() اس دنیا کے حکمران (رہنما) بنیں۔ یہ مشہور مغربی محقق و مفکر جارج برناڈ شاہ کا قول ہے اور یہ نبی اکرم کی ذات والاصفات کے بارے میں غیر متعصب اور غیر مسلم محققین اور مفکرین کی بے شمار آراء میں سے ایک ہے جارج برناڈ شاہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نبی اکرم کی نبوت پر ایمان نہیں لائے پھر بھی وہ آپؐ کی عظمت کو تسلیم کرتا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی سچائی اور صداقت کا اعتراف صرف عرب تک محدود نہیں رہا بلکہ ساری دنیا کے دانشور اور مفکر جو اسلام کے ماننے والے بھی نہیں ہیں وہ بھی حضور کی عظمت ورفعت کا برملا اعتراف اور آپؐ کی عمدہ تعریف پر مجبور ہیں' کارلائل' نپولین' رائٹر' ٹالسائی' گوئٹے' لینن پول اور دیگر بے شمار ہندو دانشور آپؐ کی شان میں رطب اللسان ہیں' غیر مسلم دانشوروں کو مختلف آفاقی اور الہامی وغیرالہامی' مذہبی تعصب کے باوجود وہ پیغمبر اسلام کو تمام پیغمبروں اور مسلمین میں کامیاب ترین پیغمبر اور مصلح تسلیم کرنا اور انسان کامل ماننا ہے۔ یہ ہے عظمت رسولؐ کا ایک پہلو۔

آپ کا نام مبارک اور ان کی تعریف کا ذکر نہ صرف قرآن حکیم میں ہے بلکہ تمام آسمانی کتابوں میں بھی آپ کا تذکرہ آیا ہے۔ ہم مسلمانوں کا نبی اکرم کی عظمت وصفت' حرمت وتقدس' رفعت وناموس کے خلاف کسی بھی قسم کا سمجھوتہ یا چپ سادہ لینا تو دور کی بات ہے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کی شان کے خلاف سوچ کا ایک لمحہ بھی ہماری دینی حمیت وغیرت کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ کسی مسلمان کا دائرہ کفر اور ارتداد میں داخلہ کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ہمارے عقیدے اور ایمان کے مطابق ایسا کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا ہی متقی اور پرہیز گار مسلمان ہی کیوں نہ ہو اور اندہ درگاہ رب العالمین اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بننے کا سزاوار ٹھہرتا ہے اور ہم مسلمانوں کے نزدیک نبی اکرم کی ذات مبارکہ ہمارے ایمان وعقیدہ کی پہلی بنیادی اساس ہونے کے ساتھ ساتھ بعد از بزرگ توئی کا نعرہ حق وصداقت ہے یہ ہے دوسرا پہلو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حقوق انسانی یا آزادی صحافت کی آڑ میں عالمی سطح پر معتبر تسلیم شدہ ہستی' بے داغ کردار والی شخصیت اور انسان کامل کا سوقیانہ انداز میں ذکر اور کسی بھی استہزائی پیرائے سے اس پر اظہار خیال کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا کسی ایسی قبیح حرکت کو محض چند خود حیض وضع کردہ نام نہاد اصطلاحوں کی بھینٹ چڑھایا جاسکتا ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں آپ کے ہر مذہب وفکر ونظریہ کے غیر متعصب عالمی دانشور اس شخصیت کو انسانیت کا نجات دہندہ' بہترین انسان اور رہنما تسلیم کرنے میں ہچکچاتے نہ ہوں اور ایسی شخصیت نبیؐ کی ہو' اربوں انسان اس کے پیروکار ہوں اور جو اس ذات گرامی سے غیر مشروط وابستگی' عشق اور شیفتگی رکھتے ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تاجدار ختم نبوت کی غلامی اور ان کی حرمت وناموس پر کٹ مرنا ہر مسلمان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے' وہ حضور کے نام اور ناموس پر مرمٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحاصل سمجھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان ملکوں کی عدالتوں نے شاتم رسول کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا اور جن ملکوں میں مسلمانوں کی حکومت نہیں وہاں مسلمانوں نے رائج الوقت قانون کی پرواہ کیے بغیر گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے مسکراتے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں میں عظمت رسولؐ کا تصور اور اطاعت رسولؐ کا عمل ہی وہ بنیاد ہے جو امت مسلمہ کے ہر فرد کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے مسلمانوں کا یہی جذبہ اور اپنے نبیؐ سے والہانہ لگاؤ ہی غیر مسلم اقوام کے دلوں میں کانٹا بن کر چبھتا چلا آرہا ہے۔ غیر مسلم اقوام کسی نہ کسی طریقے سے مختلف حیلوں اور بہانوں سے امت مسلمہ کے افراد کے دلوں میں حب رسولؐ کو کم سے کم کرنے کے درپے رہتی ہیں۔ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ دور نہ جایئے گزشتہ چند سالوں کے عالمی واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج کے مہذب دور میں

http://www.kitaabghar.com

بوجود خاتم النبیین ہمارے آقا و رہبر حضرت اور ہمارے دین اسلام کے بارے میں ایک نیا عالمی انسانی اور مذہبی رویہ تخلیق کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ غیر مسلم ذرائع ابلاغ اسلام کے خلاف میڈیائی جارحیت سے مسلح نظر آتے ہیں۔ اغیار کی چالاکیوں کا عمل دخل تو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنوں کی کوتاہیوں' بھول پن جو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اندریں حالات مسلم ممالک کی حکومتوں' دانش مندوں' اہل عمل وفکر اور مقتدر طبقات کی ذمہ داریوں کا یہ برملا تقاضا ہے کہ وہ لیت ولعل کے بغیر حرمت اور عظمت رسولؐ کے لیے سرگرم ہو جائیں اور انسان کامل حضرت محمد کی عزت اور تقدس مآبی پر انگشت نمائی کرنے والوں کے ہوش حکمت اور تدبیر سے ٹھکانے پر لانے کا اہتمام کریں اور باز نہ آنے والوں سے باز پرس کا عملاً بندوبست بھی کریں۔

عالمی سطح پر واضح کیا جائے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اسلام کے ہاں حقوق انسانی کا جس انداز میں خیال رکھا گیا ہے دوسرے مذاہب اور نظریات اور نام نہاد خود ساختہ اصلاحات اس سے عاری دکھائی دیتی ہیں۔ اور مادر پدر آزادی نہ انسان کا حق ہے اور نہ ہی حیوانوں جیسی آزادی ہے اس کو منزل مقصود حاصل ہوسکتی ہے۔ اسلام سلامتی' خیر خواہی' محبت اخوت اور امن وسکون کا دین ہے۔ تعلیمات قرآن اور نبی پاک کی سیرت مطہرہ اس کا عملی مظہر ہے ذات رسولؐ جسے خالق کائنات نے تمام جہانوں اور سب دنیاؤں کے لیے رحمت قرار دیا ہے' ہی کی سیرت پاک' وہ بنیادی کلید ہے جو گلوبلائزیشن کے دور سے گزرتی ہوئی انسانیت کے لیے راہبری اور راہنمائی کا کام دے سکتی ہے۔ یہ مہتم بالشان کام اسلامی سربراہی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ہونا چاہیے۔

7 اور 8 دسمبر 2005ء کو مکہ معظمہ میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے اجلاس کے اختتام پر اعلان مکہ جاری کرتے ہوئے واضح کیا گیا تھا کہ او آئی سی کی تنظیم

☆ اسلام کے خلاف سازشوں کا مل کر مقابلہ کرے گی۔

☆ اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

☆ مغربی پریس کی طرف سے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ افسوس ناک قرار دیا گیا تھا۔

☆ عظمت رفتہ کے حصول کے لیے جدوجہد کا عندیہ دیا گیا تھا۔

☆ دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے مسلم ممالک کی طرف سے یہ ممکن اقدامات کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

☆ نیا تعلیمی نصاب (برداشت' افہام وتفہیم کے فروغ کے لیے) اور مذاکرے کے حصول کے لیے لائحہ عمل ترتیب دینے اور اعتدال پسندی اور مذہبی رواداری جیسی اقدار کے فروغ کے لائحہ عمل طے کرنے کا کہا گیا تھا۔ علاوہ ازیں انسانی حقوق کے آزاد ادارے کے قیام کی ضرورت بھی محسوس کی گئی تھی اور اس کے قیام کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔ ان قراردادوں کے حوالے سے یہ مطالبہ برحق ہے کہ او آئی سی کو خردمندانہ ہوش سے کام لیتے ہوئے توہین رسالتؐ کے مسئلہ کو عالمی فورس پر پیش کرنے میں پس وپیش سے کام نہیں لینا چاہیے۔

ہم مسلمان ہیں' ہمارے لیے خوشی غمی اور اپنے جذبات کے اظہار کا ایک طریق کار ہے جو ہمیں تعلیمات اسلام اور ہمارے نبی پاکؐ کے عمل اور اسوہ مبارکہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس کا برملا تقاضا ہے کہ امت مسلمہ کو اپنے افکار واعمال کو پیش کرتے وقت حکمت اور موعظہ حسنہ یعنی بہترین انداز اور طریقہ کو اپنانا ہوگا۔ یہی سنت رسولؐ اور حکم رسولؐ ہے۔

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ آج علم اور دلیل کی دنیا اور جمہوریت کا دور ہے ایسے میں ہم مسلمانوں کو جوش کے ساتھ ساتھ ہوش کی بھی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ نبی اکرم کی ذات گرامی اور اسلامی تعلیمات کو مغرب اور غیر مسلم دنیا کے سامنے پیش کرتے وقت اعلیٰ اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرتے رہنا ہوگا۔ آج کا دانشور یہ کہہ رہا ہے کہ انسانی حقوق' انسانوں کی برابری کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ انسانی برادری اور انسانوں کے مابین تفریق کو ختم کرنے کا مسئلہ ہے۔ کسی دوسرے انسان کے حقوق کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قدر وقیمت اس کے انسانی

http://www.kitaabghar.com کتاب گھر کی پیشکش

اوصاف کی بناء پر ہونی چاہیے نہ کہ اس کی شخصیت کی بناء پر' اس میں ظاہری حد بندیوں' اختلافات اور نظریاتی کشمکش کی عمل داری نہیں ہونی چاہیے۔ حقوق انسانی کے علم برداروں کی یہی دلیل برملا تقاضا کرتی ہے کہ نبی اکرم جو بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کے بعد دنیا کے سب سے بلند' اعلیٰ اور بہترین ہستی ہیں اور آپؐ کے انسان کامل اور سب سے بہترین انسان ہونے پر دنیا کا اجماع اور اتفاق ہے تو پھر وہ کونسی بات ہے جو مخالفین اور اسلام دشمنوں کو آپؐ کی توہین پر آمادہ کرتی ہے؟ اور کیا ایسے بدبخت آزادی صحافت اور اس قسم کے دیگر نعروں کے علم بردار اشخاص کسی قسم کی رعایت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کسی کا استحقاق ملحوظ خاطر نہ رکھنے والوں کا نہ کوئی استحقاق ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی حق...... ایسے افراد ملعون ہوتے ہیں اور انسانیت کے نام پر دھبہ۔

حب رسولؐ اور عشق رسول کے ذیل میں جوش' غیرت اور محبت کے حوالے سے ذات رسالت مآب کی عزت و ناموس کی حرمت و حفاظت کے لیے آج کی امت مسلمہ کو اقوام متحدہ' کامن ویلتھ اور غیر جانبدار ممالک کی تحریک جیسے عالمی اداروں میں توہین رسالت مآب کے خلاف قرارداد منظور کرانے سے کم کسی چیز پر ہرگز راضی نہیں ہونا چاہیے اور واضح کیا جائے کہ اس قسم کی گھناؤنی اور قبیح حرکت کو عالم اسلام اپنے خلاف جنگ تصور کرے گا' عظمت و رفعت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے ذیل میں ہوش کے حوالے سے حکمت و موعظت حسنہ کی روشنی میں تحقیق و تبلیغ کے لیے اعلیٰ تحقیقی ادارے برائے سیرت و ادب اسلامی وغیرہ تشکیل دینا چاہئیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت مطہرہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے فروغ اور اشاعت کے لیے مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی سطح کا ادارہ قائم کیا جائے۔ یہ ادارہ براہ راست او آئی سی کی نگرانی میں کام کرے۔ علاوہ ازیں جملہ مسلم ممالک اور مسلم اقلیتیں بھی اپنے اپنے ممالک میں عظمت و تحفظ ناموس رسالت کا کام کریں اور حسب ذیل اغراض و مقاصد کو سامنے رکھیں۔

☆ حضور ختم المرسلین و افضل النبیین محمد کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ پیش کرنا جن کی بدولت دنیا کو ظلمت سے نجات ملی اور ہدایت کی روشنی نصیب ہوئی۔

☆ عہد جدید کے انسان کی مدد کرنا تاکہ وہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنے کردار و سیرت کی تشکیل کر سکے اور عہد حاضر کے مسائل کا حل تلاش کر سکے۔

☆ دانشوروں اور محققین میں اسلام کی روح بیدار کرنا تاکہ وہ آنحضرت کے ابدی پیغام کو نہایت مؤثر اور مناسب طور سے دنیا میں پھیلا سکیں۔

☆ آنحضرت کی عطا کردہ عالم گیر آفاقی قدروں مثلاً اخوت' عدل اور احسان کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ کی سوانح اور سیرت کی تعلیم و تحقیق کی حوصلہ افزائی کرنا۔

☆ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں لاعلمی پر مبنی غلط فہمیوں اور تعصبات کو دور کرنے کے لیے مناسب و مؤثر طریق کار وضع کرنا۔

اس جگہ اس بات کو بھی سمجھ لیا جائے کہ عبادات کی ادائیگی حقوق اللہ کے حوالے سے ہر انسان کا اپنے خالق سے ذاتی معاملہ ہے جس میں کمی اللہ رب العزت کے ہاں قابل مواخذہ ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن اللہ کی رحمت ہر شئے پر حاوی ہے ہم میں سے ہر ایک کو دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہماری لغزش اور کوتاہی کو اپنی رحمت اور فضل سے معاف فرما دے اور یقیناً یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں ہے۔ ہمیں اپنے حق میں اللہ سے عدل و انصاف سے زیادہ اس کے فضل و عنایت کی تمنا اور آرزو کرتے رہنا چاہیے۔

لیکن معاملات یعنی حقوق العباد میں جان بوجھ کر کوتاہی بہرطور اللہ کے قول کے مطابق ناقابل معافی عمل ہے۔ ہاں جب تک کہ فریق متاثرہ خود معاف نہ کر دے بے شمار احادیث میں باہمی معاملات میں کمی و کوتاہی کو دور کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ معاملات میں کجی کو ناپسندیدہ عمل گردانتے ہوئے اس پر سخت پکڑ اور وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس کی عزت اور اس کے جان و مال کا تحفظ اس کا دینی فریضہ ہے اس کے دکھ درد میں شریک ہونا اس کے لیے ایمان کا بنیادی تقاضہ ہے۔ مسلمانوں نے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر عالم انسان کو ایک بہترین اسلامی معاشرہ سے آشنا کیا۔ ہمیں آج بھی ان تعلیمات پر پہلے سے کہیں زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ

کے حضور جواب دہی کے وقت حقوق العباد کی باری پہلے آئے گی جب کہ حقوق اللہ کی باری بعد میں حقوق العباد کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے صاف اور واضح اصولوں کی روشنی میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انسانی حقوق کی پاسداری اور ان پر عمل درآمد نہ صرف دین کا تقاضا ہے بلکہ اس راہ پر چلنے والوں کے لیے بدرجہ عبادت ہے۔

اسلام میں عبادات، معاملات، حقوق و فرائض، اقتصاد و معیشت اور تعلیم و معاشرت کا بھرپور سلسلہ اپنی تمام تر تابنا کیوں سمیت میسر ہے۔ اسلام کے ہاں عبادت کا تصور بہت وسعت لیے ہوئے ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم ہے۔ انفرادی اور اجتماعی عبادت بھی ہے غرضیکہ زندگی کے مختلف دائروں میں رہتے ہوئے ہر جائز کام اگر ذات باری تعالیٰ پر ایمان و یقین انفرادی و اجتماعی دنیا اور اخروی فوائد کے حصول کی نیت سے ادا کیا جائے تو وہ عبادت ہی کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔ ہمیں ہر کام میں یہی اصول سامنے رکھ کر اپنے روزمرہ کے معمولات ادا کرنے چاہئیں کہ اسی میں دنیاوی اور اخروی فلاح ہے۔

❁ ❁ ❁

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

دنیا میں ہر لمحے اللہ اور محمدؐ کی عظمت کا اعلان

دن اور رات کے ہر لمحے میں اللہ اکبر کی آواز مسلسل گونجتی رہتی ہے اور دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں ہر وقت اور ہر لمحہ ہزاروں موذن اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کے نقشے پر اسلامی ملک انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے، یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے۔ جن میں جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیلیبز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم ملک ہے۔ 22 کروڑ آبادی کے اس مسلم ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ طلوع سحر سیلیبز میں واقع جزائر میں ہوتی ہے، صبح ساڑھے پانچ بجے طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں موذن اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں، ایک جریدہ کی رپورٹ کے مطابق مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جکارتہ میں موذن کی آواز گونجنے لگتی ہے، جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملائیشیا کی مساجد میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ملائیشیا کے بعد برما کی باری آتی ہے، جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے، بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا وقت ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں، دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے بھارت کی فضا توحید و رسالتؐ کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے، سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے، پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے، اسی عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں، بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں، اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول وعرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالتؐ بلند ہوتی ہے، اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فرق ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑے نو گھنٹے کو طویل سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے پہنچتی ہے، فجر کی اذان کے بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں، یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ میں بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا ہے کہ جس وقت ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

با محمدؐ ہوشیار

محض چند ایک منافقین کو چھوڑ کر سوا ارب بے عمل یا باعمل مسلمانوں نے اپنی جان جس ہستی کے نام کردی ہوئی ہے یہ ان مسلمانوں کی دل سے نکلی دعا ہے کہ کاش یہ واقعہ ہونے سے پہلے تمام مسلمان مرگئے ہوتے۔ حالیہ گستاخی کی معافی تو محض دل کا بہلاوا اور طفل تسلی ہے۔ اس کا دکھ اس کا رنج اور اس کا قلق ہر مسلمان کی قبر تک اس کے ساتھ جائے گا کیونکہ نہ تو اس کا کوئی مداوا ہے اور نہ ہی کوئی تلافی۔

رسول خدا کی زندگی میں بھی ایک آدھ واقعہ ایسا رونما ہوا تھا اور ایک کعب نامی یہودی نے گستاخانہ کلمات کہے تھے، جس کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا کہ کعب مجھے ایذا دیتا ہے۔ مسلمانوں میں سے کون مجھے اس سے نجات دلائے گا اور سرفروشان مصطفیٰ نے منشا مصطفیکے مطابق ایسا کر دکھایا۔

غیر مذاہب کے غیر مہذب لوگوں کو کیا معلوم کہ دنیا میں تشریف لائے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے حضور پُرنور کے امتی بننے کی شدید خواہش کی تھی اور یہی وہ محمد مصطفیٰ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے راضی کرنے کی بات کی تھی۔ کیا تاریخ انسانی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے کہ اللہ سبحان تعالیٰ نے کسی بھی محبوب بندے کو بالمشافہ بلاکر اور کمان سے بھی کم فاصلے پر رہ کر ناراز و نیاز کی باتیں کی ہوں۔ کیا کسی کے چشم تصور میں بھی یہ خیال آسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے اور محبوب کو نعلین مبارک سمیت عرش معلیٰ پر تشریف لانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہوگی جبکہ دنیا میں اپنے محبوب کو ستر ہزار پردوں میں مستور کرکے بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے محبوب کی تخلیق کے بعد فرمایا تھا' اے میرے محبوب اگر میں تمہیں پیدا نہ فرماتا تو سارے جہانوں کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنا آپ ظاہر کرتا۔

حسن مکمل کے ادب اور جاہ و جلال و جمال کا یہ مقام ہے کہ آپکے قریبی دوستوں اور ساتھیوں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے ہمہ وقت ساتھ دینے کے باوجود کبھی یہ ہمت و جرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی بھی چشم انساں میں اتنی تاب تھی کہ وہ رخ مبارک کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے اور نہ ہی حضور کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ نے کبھی انہیں اپنے حسن تمام میں دیکھا تھا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق ہی عطا نہیں فرمائی' انہیں حضور کی عزت' مرتبے اور توقیر کا کیا معلوم۔ ایک دفعہ محبوب خالق و مخلوق نے سورج کو مشرق کی بجائے مغرب کی جانب طلوع ہونے کا حکم دیا تھا اور تکمیل ارشاد میں اس نے لمحے بھر کی تاخیر کی اور اللہ سبحان تعالیٰ سے اجازت مانگی۔ ارشاد ہوا کہ میرے محبوب کی اطاعت کر لہٰذا سورج اطاعت رسول کے لیے دوڑ پڑا اور مغرب سے طلوع ہوا۔ اور اس بات سے کون انکار کرے گا کہ انہیں نہ ماننے والوں کی فرمائش پر آپ نے اپنی انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے کردیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ کے ادب کا خصوصی تذکرہ فرمایا۔ یہ ادب کی ہی تو مثال ہے کہ آپ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو رہے تھے اور سانپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو کاٹ لیا تھا' تکلیف کی شدت سے حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر آپ کے رخسار مبارک پر جب گرے تو انہیں معلوم ہوا۔ ورنہ حضرت صدیقؓ نے احترام نبیؐ میں جنبش تک نہ کی اور وہی صدیق اکبرؓ جب مسلمانوں کے حکمران تھے اور مسلمانوں کا یہ حاکم بخوبی جانتا تھا کہ حاکم وقت اور اس کے اعمال جہنم کے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لہٰذا حکمرانوں کا دل خوف الٰہی سے کانپا کرتا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ منبر رسولؐ پر اس جگہ پر بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جہاں حضور کے قدم مبارک ہوا کرتے تھے۔

یہ ادب اور عزت کا ہی تو مقام ہے کہ حالیہ گستاخی کے دوران مسلمانوں سے لے کر دنیا میں عیسائی ہندو اور سکھ بھی بعض مقامات پر سراپا احتجاج

بنے نظر آئے۔

مسلمانوں کے دلوں سے سوچی سمجھی سازش کے تحت حضور کا ادب و احترام کم کرنے کی گھناؤنی سازش بڑی مکاری اور عیاری سے تیار کی گئی ہے مگر عاشقان رسول ازل سے ابد تک اپنی جانیں حضور کے قدموں پر نچھاور کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں گے۔ ہماری تاریخ اگر یہ بتاتی ہے کہ ہجرتِ رسولؐ کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپؐ کی چارپائی پر آپ کی جگہ لیٹ کر دشمنوں کے سامنے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا تھا وہ کیا جذبہ تھا کہ حضرت بلال حبشیؓ کے ساتھ کونسا ایسا ظلم تھا جو روا نہیں رکھا گیا مگر دشمنوں نے تو اپنی دانست میں حضرت بلالؓ کو مار دیا تھا لیکن اللہ اور رسولؐ کی محبت وہ ان کے دل سے مٹا نہ سکے۔ محبت کی یہ مثال بھی حضور کے عاشق ہی پیش کرتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ کو اللہ کے رسول کی محبت کی سزا کے طور پر پھانسی لگانے سے پہلے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ یہ پریشانی مجھے رسول کی وجہ سے پیش آئی ہے تو آپ کو چھوڑ دیا جائے گا مگر انہوں نے جواب دیا کہ اگر مجھے یہ پتہ چلے کہ حضور کے پاؤں پر کانٹا چبھنے لگا ہے اور میری جان دینے کے بدلے اگر کانٹا نہ چبھے تو مجھے یہ سودا منظور ہے۔ یہ تو ان عاشقان کا حال ہے کہ جنہوں نے حضور کی زیارت کی تھی اور انہیں دیکھا تھا لیکن حضرت اویس قرنیؓ نے آپ کو نہیں دیکھا تھا مگر جب اس عاشق کو یہ معلوم ہوا کہ جنگ میں آپؐ کا دانت مبارک شہید ہوا ہے تو اس عاشق صادق نے پتھر سے اپنا دانت توڑ ڈالا لیکن یہ جان کر کہ نجانے آپ کا کونسا دانت شہید ہوا ہے تو حضرت اویس قرنیؓ نے پھر سے اپنے سارے دانت توڑ ڈالے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایسی قربانی اور ایسا جذبہ ہے کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ حالیہ ترقی کے دنوں میں انجکشن لگوا کر بھی دانت نکلوانے سے لوگ ڈرتے ہیں۔ کجا یہ کہ پتھر سے دانت توڑے جائیں۔

حالیہ احتجاج کے دنوں میں بھی تو لوگوں نے دنیا میں کئی مقامات پر اپنی جانیں نچھاور کی ہیں۔ اسی لیے تو آپ کا فرمان ہے کہ میرے بعد یعنی مجھے دیکھے بغیر جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں گے تو ان کے لیے ستر گنا زیادہ ثواب ہے۔ اسی لیے تو اہل ایمان کا قول ہے کہ حضور مبارک کا نام نامی آئے اور آنکھ سے آنسو نہ ٹپکے تو وہ مسلمان ہی نہیں بقول بزرگ ع

با خدا دیوانہ باشد با محمدؐ ہوشیار

توہین رسالتؐ

مسلمانو! اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب اور بھیجے ہوئے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوتے ہیں۔ ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ یہ حضرات معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان نیک سرشت انسانوں کی وساطت سے اللہ تعالیٰ اپنا پیغام انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔ زمین پر وحی اترتی ہے' ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد ہے۔ ان میں کچھ رسول ہیں اور کچھ نبی ہیں۔ ان سب میں سب سے اعلیٰ وارفع اور بلند مقام حضرت محمد کا ہے۔ آپ کو آخری نبی اور رسول ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ کو اللہ کے عرش پہ اللہ سے ہم کلام ہونے کا شرف ملا ہے۔ آپ پر آنے والی وحی آسمان کا آخری پیغام ہے۔ آپ کی امت آخری امت ہے' آپ کا پیغام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔

مسلمانو! جس طرح حضرت نبی اکرم کا مرتبہ اور مقام اللہ نے بیان کیا ہے۔ یہ آپ ہی کا نصیب اور مقدر ہے۔ آپ کی نبوت ورسالت کا سکہ قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ادب وآداب قرآن میں سکھائے' آپ کی محفل میں کیسے بیٹھا جائے؟ اس کے آداب بھی اللہ نے سکھائے' ایک مسلمان کا اپنے پیارے نبی کے ساتھ کس طرح کا تعلق ہونا چاہیے۔ یہ سب ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص آپ کے زمانہ میں آپ کی زیارت کرتا تھا وہ حقیقت میں اپنا دل دے بیٹھا تھا' آپ کے خلاف مہم چلانے والے ہزاروں جتن کرتے مگر وہ اپنے ناپاک منصوبے میں ناکام رہتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحبت نبوی میں بیٹھتے تھے' وہ لوگ آپ کے اتنے قدردان تھے کہ آپ کے اشارے پر چلتے' آپ کے مزاج کو پہچانتے اور آپ کی منشاء کو سمجھتے تھے۔

آپ کے جانثار' پروانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دفاع کرتے تھے' گالیاں دینے والوں کو جواب دیتے تھے۔ سب وشتم کرنے والوں کو دندان شکن جواب دے کر ان پر سکوت مرگ طاری کر دیتے تھے۔ میدان کارزار میں اپنے انگ انگ جدا کر دیتے' سنسناتے تیر اپنے جسموں پر سہہ لیتے مگر نبی کریم کی طرف کوئی تیر نہ آنے دیتے' آپ کے ارشاد پر وہ لوگ چلتے چلتے رک جاتے تھے' ایک دفعہ تو آپ کے ارشاد پر ایک صحابی' بکریوں کے باڑے میں ہی بیٹھ گئے تھے' صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو یقین زبانی کراتے کہ ہم قوم موسیٰ کی طرح پیغمبر کو تنہا چھوڑنے والے نہیں بلکہ پیغمبر کے ارشاد پر چلنے' تنوروں میں چھلانگ لگانا' موج زن دریاؤں میں کود جانا سعادت خیال کرتے ہیں' تاریخ کے صفحات پلٹنے سے ان لوگوں کی روشن زندگیوں کے تاب ناک پہلو ایک ایک کر کے ہمارے سامنے آتے ہیں' بے شمار لوگوں نے آپ کے فرمان پر' آپ کے اولیٰ اشارے پر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

صحابہ کرام کی یہی جاں نثاری فدا کاری' رضا کاری دشمنان اسلام کو شروع دن سے پریشان کیے ہوئے ہے۔ دشمنان اسلام شروع سے ہی یہ سمجھتے ہیں کہ شمع اسلام کو فروزاں رکھنے میں ان لوگوں نے مرکزی کردار ادا کیا۔ یہود وانصاری ابن مستانہ دین کو دیکھ دیکھ کر حسد کی آگ میں جل مرتے تھے۔ آخری حربہ کے طور پر انہوں نے ان کے خلاف خوف ناک سازشیں شروع کر دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسجد کے محرام میں شہید کیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھر کی چار دیواری میں شہید کیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو گھات لگا کر شہید کیا۔ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات پیدا کرنے کی ناتمام کوششیں کیں۔ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک یہودی مسلسل شمع اسلام کو گل کرنے کی کاوشیں کر رہے ہیں۔

پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانہ سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں اسلام دشمنوں نے اپنی پھونکوں سے اسلامی چراغ کو بجھانے کی کوشش نہ کی ہو' مگر رب تعالیٰ کا نور اسلام دشمنوں کی حرکتوں پہ ہمیشہ خندہ زن رہا' اسی لیے شمع اسلام کی روشنی نہ بجھانے کی کوشش نہ کی ہو' مگر رب تعالیٰ کا نور اسلام دشمنوں کی حرکتوں پہ ہمیشہ خندہ زن رہا' اسی لیے شمع اسلام کی روشنی نہ بجھائے جاسکی اور نہ ہی اسے آج تک کم کیا جاسکا بلکہ حقائق' واقعات اور مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ جتنا اسے دبایا گیا اتنی ہی اس کی روشنی تیز ہوئی۔ اسلام کی چیز روشنی سے دشمنوں کی آنکھیں چندھیانے لگیں' اسی عالم میں دشمنوں نے اسلام' پیغمبر اسلام اور کتاب اسلام (قرآن مجید) پر رکیک حملے کیے۔ مگر جب اسلام کے شیدائی اور فدائی شمشیر بکف میدان کارزار میں اترے تو دشمنان اسلام کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے یہود نے دنیا کو بدامنی اور فساد کی شعلہ زن آگ میں ایک نئے انداز میں جھونک دیا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کو امریکی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا گیا۔ پھر اس کے بعد دہشت گردی' دہشت گردی کی ایسی گردان شروع کر دی گئی کہ کئی لوگ سمجھنے لگے کہ واقعی یہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ اسی الزام کی بنیاد پر افغانستان سے امارت اسلامیہ ختم کی گئی' اسی الزام کی بنیاد پر مجاہد بن اسلام کی سرگرمیاں روک دی گئیں' اسی الزام کی بناء پر مجاہدین اسلام کے سروں کی قیمت لگائی گئیں' اسی الزام کی بنیاد پر مجاہدین کو کیوبا کے بے رحم جزیرے گوانتا ناموبے میں قید کیا گیا۔ اسی بناء پر وہاں موجود امریکی فوجیوں نے قرآن مجید کو فلش میں بہایا' اسٹریچر پہ قرآن لاد کر لائے جاتے اور اخباروں کی طرح قیدیوں کے سامنے پھینک دیئے جاتے۔ اسی بناء پر مغرب کی دھرتی مسلمانوں کے لیے اجیرن بنا دی گئی' اسی بناء پر اب کی بار یہودیوں نے ایک نئی چال چلی اور آرٹسٹوں سے خاکے (کارٹون) تیار کروائے' پھر ستمبر 2005ء میں انہیں بڑی جرأت' ڈھٹائی اور دلیری سے ڈنمارک کے اخبار میں شائع کیا گیا۔ پھر ناروے نے انہیں دوبارہ چھاپا' پھر فرانس نے چھاپا' اسی طرح امریکا کے اخبارات نے بھی ان توہین آمیز خاکوں کو چھاپ دیا' ان کی دیکھا دیکھی لبنان کے اخبار نے بھی انہیں چھاپ دیا' دنیا بھر میں ان کے خلاف صدائے احتجاج اٹھی تو دشمنان اسلام معافیوں اور ترلوں پر اتر آئے۔ بعض نے کہا کہ یہ اظہار رائے کی آزادی ہے' کسی نے کہا کہ خاکے چھاپنے پر اتنے سخت ردعمل کا یقین نہ تھا۔

جب مسلمان یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیوں کا تعاقب کرتے ہیں' ان کی سازشوں کے جالے کاٹتے ہیں' ان کی ہرزہ سرائیوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں اور ان کی ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ غیرت ملی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔ ان کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے تو بعض لوگ ایسے لوگوں کو دہشت گرد کہلواتے' انہیں انتہا پسند گردانتے اور شرپسند کے القابات سے نوازتے نظر آتے ہیں' جیسے ڈنمارک کی اخبار کی شرارت پر امریکی صدر بش نے ڈنمارکی وزیراعظم کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا' اور مسلمانوں کے احتجاج کر مسترد کرتے ہوئے احتجاجی مظاہرے رکوانے کا حکم صادر کیا۔

دنیا کے ہر شخص کو ہر مذہب کو ہر فرقے کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا اپنے آقا حضرت نبی کریم کے ساتھ اس طرح کا رشتہ نہیں ہے جس طرح کا ان کو ان کے پیشواؤں اور مقتداؤں کے ساتھ ہے' مسلمانوں کا رشتہ اپنے نبی کے ساتھ بہت ہی محبت والا رشتہ ہے۔ مسلمان اپنے نبی کی خاطر جان' مال اور آبرو تک کو لٹانا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ مسلمان قرآنی تعلیمات کو حرز جان بنائے ہوئے ہے۔ مسلمان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اس وقت تک کامل اور مکمل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک نبی کریم اسے اپنی جان سے' اپنے عزیزوں سے اور اپنے ماں باپ سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ آج تک دنیا میں عظمت رسول کی خاطر بے شمار مسلمانوں نے اپنی قیمتی جانوں کا اسی لیے نذرانہ پیش کیا۔

قرآنی آیات:

قرآن کریم کی آیات پر غور فرمایئے۔ سورہ احزاب کی آیت 6 میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا' ''نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔'' مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں' حضور کا حق تو ہماری اپنی جانوں کے حق سے بھی بہت زیادہ ہے۔'' سورہ احزاب کی

آیت 85 میں ہے ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ارشاد ربانی ہے'' تم پر جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو۔'' (احزاب۔58)

سورہ توبہ کی آیت 61 میں رسول اللہ کے مخالفین کے لیے فرمایا گیا'' کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرے گا تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طرح نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔''

سورہ مجادلہ میں مخالفین رسول کے لیے واضح کیا گیا'' کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرے گا تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طرح نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا' یہ بڑی رسوائی ہے۔''

سورہ مجادلہ میں مخالفین رسول کے لیے واضح کیا گیا کہ'' جو لوگ اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرتے ہیں یہ سخت ذلیل لوگ ہیں۔'' (آیت 20)

اسی سورت میں ہے کہ'' جو شخص حق واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا' مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چل پڑا تو اسے جہنم میں داخل کریں گے۔'' (115)

سورہ انفال میں ہے:'' جو شخص اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرتا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔'' (13)

ان آیات کو بار بار پڑھا اور سمجھا جائے' رسول اکرم کی عظمت دل و دماغ میں بیٹھتی چلی جائے گی۔ ذی عقل و شعور تو پہلے مرحلے میں سمجھ جائے گا کہ حضرت محمد کس عظیم مقام و مرتبہ پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ساتھ ان کا ذکر بھی اسی پیرائے میں کیا۔ ان آیات کی روشنی میں اسلام دشمن اور یہود و نصاریٰ جو خود کو اہل کتاب کہتے ہیں اور آسمانی دین کے پیروکار بنے پھرتے ہیں وہ کس طرح مسلمانوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو آئے روز مجروح کریں اور مسلمان ایک تابعدار غلام کی طرح ان کی ہر کڑوی کسیلی برداشت کرتے چلے جائیں' انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کا تعلق اپنے آقا نبی کریم کے ساتھ ایسا ہے جسے الفاظ کی تمام تر وسعتوں کے باوجود ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

http://www.kitaabghar.com

جب مسلمان یہود و نصاریٰ کی شر انگیزیوں کے خلاف نعرہ مستانہ لگاتے ہیں تو وہ چیخ اٹھتے ہیں کہ مسلمان سخت گیر ہیں' متشدد ہیں' انتہا پسند ہیں' ان میں برداشت کی کمی ہے' مگر ان کو علم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے ہاں یہ الزام تراشیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ مسلمان تو ارشاد ربانی کے مطابق ایک بات کو جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کرنے والوں کی گردنیں ماری چاہئیں۔ ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگانا ضروری ہے۔ (انفال 8'9)

ابولہب کی ہلاکت قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والے' ترجمہ دیکھنے والے' تفسیریں پڑھنے والے' اچھی طرح جانتے ہیں کہ مخالفین نے حضرت نوح' حضرت لوط' حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہم السلام کے ساتھ کس قسم کی روش برقرار رکھی تھی۔ یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کیا تھا۔ زکریاؑ کو آرے سے چیرا تھا' موسیٰؑ پر الزام تراشی کی گئی' بنی اسرائیل کے ہزار نبیوں کو انہوں نے ناحق قتل کیا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری تاجدار رسالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بے رحمانہ سلوک روا رکھا' پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ سلامت آسمان پہ اٹھا لیا۔ یہ سارا منظر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مخالفت کرنے والوں کی مذمت کی' ان پر لعنت برسائی اور انہیں مستحق لعنت اور حق دار ذلت قرار دیا۔ جب خاتم النبیین کے سامنے ابولہب نے لب کشائی کی تو رحیم و رحمٰن رب نے بھی برداشت نہیں کیا' فوری ابولہب کی ہلاکت و بربادی اور عبرت ناک حالات سے دوچار ہونے کا اشارہ دیا۔

گستاخ یہودی:

کعب بن اشرف یہودی تھا' حضور کو دکھ دیتا تھا' تکلیف پہنچاتا تھا۔ نبی کریم نے صحابہ کرام میں آواز لگائی کہ کعب بن اشرف نے اللہ اور رسول اکرم کو ایذا دی کون اٹھے گا جو اس کا کام تمام کر دے اس آواز پر محمد بن مسلم اٹھے انہوں نے رسول اکرم کے گستاخ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا' یہ

حضور کی توہین کرتا تھا۔ گستاخانہ اشعار میں ہجو کرتا تھا۔ آپ کوستاتا تھا' مشرکوں کی مدد کرتا تھا۔ قریش مکہ کو بھڑکاتا تھا۔ (بخاری' فتح الباری ج7۔ البدایہ ج4 کنز العمال ج5)

ابو رافع یہودی تھا' یہ آپ کو اذیت پہنچاتا تھا۔ آپ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔ نبی کریم نے حضرت عبداللہ بن عتیق کی سربراہی میں انصار کے چند نوجوانوں کا انتخاب فرمایا اور انہیں بھیجا کہ جا کر اسے قتل کر دیں۔ (فتح الباری ج2)

ابن خطل گستاخ:

فاتح مکہ دس ہزار قدسی صفات انسانی لشکر لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اس مبارک موقع پر آپ کے سر مبارک پر لوہے کا خود تھا' خود اتارتے وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آ کر کہنے لگا' یا رسول اللہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ (بخاری' فتح الباری ج8) اپنی لونڈی کو بھی حکم دیتا تھا کہ وہ حضور کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے۔

ابن خطل کی دو لونڈیاں تھیں' جو گلوکارائیں تھیں۔ حضرت نبی کی شان اقدس میں گستاخانہ اشعار کہتی تھیں۔ ان میں ایک کا نام ''قریبہ'' اور دوسری کا نام ''قرتنا'' تھا۔ فتح مکہ کے مبارک موقع پر ان کو قتل کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ ''قریبہ'' قتل کر دی گئی تھی۔ یوں قریبہ جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہو گئی۔ قرتنا کی مقدر میں اسلام لکھا تھا' وہ بھاگ گئی' قتل سے بچ گئی تھی' بعد میں مسلمان ہو گئی تھی۔ (اصح السیر ص266)

قرآن و سنت کی واضح تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا مرتبہ و مقام کیا ہے؟

ہم دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں امن و سکون کے ساتھ رہنے کی ضمانت اس چیز میں پنہاں ہے کہ محترم' مکرم اور باعظمت ہستیوں پر نہ خاصہ فرسائی کی جائے' نہ لب کشائی' تحقیق و ریسرچ کے نام پر کسی عظیم شخصیت کی عزت نہ اچھالی جائے۔ اللہ ہمیں سمجھ دے۔ آمین

http://www.kitaabghar.com

شر انگیز مواد کی اشاعت

مذہب کے معاملے میں دنیا کی ہر قوم بہت زیادہ جذباتی اور حساس ہوتی ہے کیونکہ یہی ایک چیز ہے جو کسی قوم کو دنیا و مافیہا کی خواہشات سے آزاد کرتی ہے۔ جب سے ایک کے بعد ایک اخبار نے پیغمبر اسلام حضرت محمد کے بارے میں توہین آمیز مواد کی اشاعت کو آزادئ اظہار کا منبع قرار دیا تو یورپی دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج ہوئے اور دنیا بری طرح منقسم ہوتی نظر آئی۔ مسلم ممالک میں مغربی اخبارات اور مصنوعات کے خلاف شدید غم وغصہ پایا گیا مگر مغرب کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔

اس سازش کی کڑیاں اگست 2005ء سے ملتی ہیں جب ڈنمارک کے ایک اخبار نے اس سلسلے میں کارٹون بنانے کے لیے مختلف کارٹونسٹوں سے درخواستیں طلب کیں۔ 40 منتخب کارٹونسٹ میں سے صرف 12 کارٹونسٹ یہ گستاخانہ جسارت کرنے پر رضامند ہوئے۔ اشاعت کا آغاز 30 ستمبر کو ڈنمارک کے اخبار ''یولاندیوسٹن'' سے ہوا۔ اخبار نے یہ کارٹونز شائع کرنے کا منصوبہ ''کرے بلوٹگن'' کی وجہ سے بنایا جو آنحضور سے متعلق بچوں کے لیے ایک کتاب لکھنا چاہتا تھا اس میں نبی ان کی منفی تصویر کشی کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس کی کتاب شائع ہوتی ہے تو مسلمان اسے قتل کر دیں گے۔ اخبار کے مالک اور ایڈیٹر کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا یہ احتجاج بین الاقوامی تنازعہ بن جائے گا اور لوگ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیں گے۔ یہ اندازہ ڈنمارک کے وزیراعظم کو بھی نہیں تھا کیونکہ جب ڈنمارک میں موجود اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے دس سفیروں نے 20 اکتوبر کو وزیراعظم سے ملاقات کے لیے وقت مانگا تو انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ رفتہ رفتہ دنیا میں احتجاج تقویت پکڑنے لگا۔ 10 جنوری کو ناروے کے ایک رسالے ''میگزنیٹ نے انہیں دوبارہ پرنٹ کر دیا۔ سب سے پہلے احتجاج کی آوازیں کوپن ہیگن سے بلند ہوئیں جب 3500 افراد نے نومبر کے دوسرے ہفتے میں اس حرکت کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اس ماہ پاکستان میں بھی مزدوروں کی یونین نے احتجاج کیا جس کے بعد کئی دوسری تنظیموں نے بھی ڈنمارک کی حکومت پر شدید تنقید کی۔

ڈنمارک کے فوجداری قوانین کا سیکشن 140 کسی بھی شخص کو ایسے مواد کی اشاعت سے باز رکھتا ہے جس سے کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں جبکہ 266b ایسے شخص یا افراد کے خلاف کارروائی پر بحث کرتا ہے۔ ڈنمارک کی پولیس نے 27 اکتوبر 2005ء کو اس معاملے کے خلاف تفتیش شروع کی مگر اسے کمزور کیس قرار دے کر داخل دفتر کر دیا۔ اخبار کے بارے میں کچھ حلقوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اسے سرکاری سرپرستی حاصل ہے اگرچہ یہ براہ راست حکومتی ملکیت میں نہیں ہے۔

29 جنوری کو ڈنمارک کے ریڈیو براڈ کاسٹنگ کے دوران 579 لوگوں کی فون کالز سنی گئیں اور اس بارے میں لوگوں کی آراء طلب کی گئیں تو حیران کن طور پر زیادہ تر ڈینش عوام نے اپنے متعصب اور ہٹ دھرم ہونے کا ثبوت دیا۔ 19 فی صد لوگوں نے وزیراعظم ڈنمارک کے مسلمانوں سے معافی نہ مانگنے پر زور دیا۔ 37 فی صد نے کہا کہ اس اخبار کے خلاف کارروائی آزادی صحافت کے منافی ہے۔ 44 فی صد کا خیال تھا کہ وزیراعظم کو مسئلے کے حل کے لیے خصوصی کوششیں کرنی چاہیے۔ 62 فیصد نے اخبار کو بھی کہا کہ وہ معافی نہ مانگے۔ 38 فی صد نے کہا کہ یہ اخبار کا حق ہے کہ وہ کارٹونز شائع کرے۔

3 فروری کو ریڈیو نے ایک اور سروے کرایا جو بہت حد تک مختلف تھا۔ 509 فون کالز میں سے 47 فی صد نے کہا کہ یہ کارٹونز شائع نہیں ہونے چاہیے تھے۔ 44 فی صد نے اس کی مخالفت میں ووٹ دیا جبکہ 7 فی صد نے اپنی رائے دینے سے گریز کیا۔ دنیا بھر کے احتجاج کو مدنظر رکھتے

ہوئے سعودی عرب نے عالم اسلام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے 26 جنوری کو ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلالیا اور سعودی عرب سے ڈنمارک کی اشیاء کے بائیکاٹ کا آغاز ہو گیا جو تمام عرب ریاستوں مصر' لیبیا' ایران اور بہت سے دوسرے مسلمان ممالک تک پھیل گیا۔ گستاخانہ اشاعت پر ڈنمارک اور ناروے کے پرچم جلائے گئے۔ 30 جنوری کو مسلح افراد نے غزہ میں یورپی یونین کے دفتر پر دھاوا بولا اور معافی مانگنے کا مطالبہ کیا۔ 31 جنوری کو ڈنمارک کے اخبار نے معافی نامہ جاری کر دیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپنی گستاخی کی معافی مانگ لی۔ اسی روز ناروے کے عیسائی رہنماؤں نے بھی اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے خود کو مسلمانوں کے ساتھ کھڑا کیا۔

معاملہ دب سکتا تھا مگر یکم فروری کو فرانس' جرمنی' اٹلی اور سپین کے اخبارات نے بیک وقت وہی گستاخانہ خاکے شائع کر دیئے اور تہذیبوں کے تصادم کے فلسفے کو دوام بخشی جس پر پوری دنیا میں کہرام مچ گیا۔ 2 فروری کو فرانس کے اخبار کے مالک نے خاکے شائع کرنے والے ایڈیٹر کو برطرف کر دیا اور موقف اختیار کیا کہ اس کا اخبار تمام مذاہب کا احترام کرتا ہے مگر اسی روز بی بی سی نے وہ گستاخانہ خاکے ٹی وی پر نشر کر دیئے جبکہ سویڈن کے اخبار نے اپنے قارئین کو دعوت دی کہ اگر وہ اس طرح کے کارٹونز بنائیں تو انہیں شائع کیا جائے گا۔ 4 فروری کو پاکستان نے ڈنمارک' ناروے' فرانس' جرمنی' اٹلی' سپین' سوئٹزر لینڈ' ہنگری' ہالینڈ اور جمہوریہ چیک ری پبلک کے سفیروں کو طلب کر کے گستاخانہ خاکوں کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ اس کے علاوہ مشتعل نوجوانوں نے دمشق میں ڈنمارک اور ناروے کے سفارت خانے جلا دیئے۔ اسی روز غزہ سٹی میں جرمن سنٹر پر پتھراؤ ہوا۔ اسرائیل میں مظاہرہ ہوا۔ لندن میں ڈینش سفارت خانے کے باہر لوگوں نے مارچ کیا' برلن میں مظاہرین سے پولیس کی جھڑپ میں متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ پاکستان میں لاہور' اسلام آباد' فیصل آباد' ملتان' کراچی' پشاور اور مہمند ایجنسی میں مظاہروں میں بھی لوگوں نے شدید غم و غصے اور نفرت کا اظہار کیا۔ عرب وکلاء نے توہین رسالت کے مرتکب یورپی اخبارات کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا فیصلہ کیا جبکہ او آئی سی نے مذمتی بیان جاری کرنے کے لیے مسودے کی تیاری شروع کر دی۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے قرارداد پیش کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان کے صدر اور وزیراعظم نے بھی اپنے مذمتی بیانات میں گستاخانہ کارٹونز کی اشاعت کو مذاہب کے احترام کے منافی قرار دیا۔ تمام اسلامی ممالک کے سربراہان نے اس واقعہ پر شدید غم و غصے کا اظہار کیا حتیٰ کہ افغانستان میں امریکہ کے کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے بھی کہا کہ آئندہ ایسے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا کہ اگر مسلمان تہذیبوں کے تصادم کو روکنا چاہتے ہیں تو انہیں ڈنمارک کے اخبار کی معافی قبول کر لینی چاہیے۔ پاکستان میں موجود سعودی سفیر نے کہا کہ ناپاک جسارت پر احتجاج طویل ہوا تو دنیا کا امن قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ڈنمارک کو چار دن میں پونے تین کروڑ ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑا جبکہ سینکڑوں افراد بے روزگار ہو گئے۔ عرب ممالک نے اپنے سٹورز سے ڈنمارک کی مصنوعات اٹھا کر باہر پھینک دیں حتیٰ کہ عراق میں ناروے کی کمپنیوں کے ٹھیکے منسوخ کر دیئے گئے۔

ڈنمارک' ناروے اور فرانس کے اخبارات میں توہین رسالت ﷺ پر مبنی مواد کی اشاعت کے پیچھے گہری یہودی سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ انتہا پسند صہیونی یہودیوں نے یورپ اور مسلمان ممالک کے درمیان اختلافات بڑھانے کے لیے یہ سازش تیار کی تھی جس کا پہلا نشانہ یورپ میں رہنے والے مسلمان اور بعد ازاں مسلمان ممالک کو بنایا جانا مقصود تھا۔ اس سازش کے لیے پہلا قرعہ ناروے کے اخبار کے نام نکلا مگر بعد میں ڈنمارک کے یہودی اخبار ''یولاند یوسٹن'' کا انتخاب کیا گیا جس کی پیشانی پر یہودیوں کا خاص نشان ''سٹار آف ڈیوڈ'' بھی موجود ہے۔ اخبار نے خاکے تیار کرنے کے لیے خطیر رقم خرچ کی اور 40 کارٹونسٹ کو اکٹھا کر کے حضرت محمد کے خاکے بنانے کا کام سونپا مگر صرف 12 نے یہ گستاخانہ جسارت کے لیے بکنے پر رضامندی ظاہر کی۔ توقع تھی کہ دو ماہ بعد یہ معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ چونکہ سازش کی کڑیاں کہیں اور سے ملی تھیں اس لیے پورے دو ماہ بعد ناروے کے رسالے نے بھی انہیں شائع کر دیا۔ رسالہ زیادہ سرکولیشن نہیں رکھتا تھا اس لیے ایک ملکی اخبار ''واگ بلادت'' نے میگزین کا حوالہ دے کر انہیں شائع کر دیا۔

ڈنمارک کے بعد فرانسیسی اخبار ''فرانس سویئر'' نے صفحہ اول پر یہ سرخی جمائی کہ ہمیں خدا کے خاکے بنانے کا بھی حق حاصل ہے (نعوذ باللہ)

کیونکہ ہم ایک سیکولر معاشرے کے ترجمان ہیں۔اس کارٹون کی اشاعت کے بعد اخبار کے دفتر کو خالی کرا لیا گیا کیونکہ وہاں بم دھماکے کی دھمکی موصول ہوئی تھی۔ جرمنی کے اخبار ڈائی ایلٹ نے بارہ خاکوں میں سے ایک خاکہ اپنے صفحہ اول پر شائع کیا۔اس نے کہا کہ جمہوری آزادیوں کی وجہ سے اسے مذاہب کی شان میں گستاخی کرنے کا حق حاصل ہے۔اس نے دعویٰ کیا کہ جب شام کے ٹی وی ڈرامے میں یہودیوں کے ربیوں کو انسانوں کو کھاتے ہوئے دکھایا جاسکتا ہے تو پھر ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے۔جرمن روزنامہ لائیرزی تنگ نے بھی بارہ میں سے دو خاکے شائع کردیئے جبکہ اٹلی کے اخبار ''لاشامیا'' نے بھی بارہ خاکے شائع کردیئے۔ڈنمارک کے وزیر خارجہ نے مسلمانوں کے احتجاج کے ڈر سے افریقی ممالک کا دورہ ملتوی کردیا۔اطلاعات کے مطابق 12 کارٹونز بنانے والے تمام آرٹسٹ اس وقت روپوش ہیں اور پولیس انہیں سخت سیکورٹی فراہم کررہی ہے جبکہ سب سے منفی اور گستاخانہ کارٹون بنانے والے شخص کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ اسے امریکہ میں خصوصی تحویل میں رکھا گیا ہے۔ڈنمارک میں موجود انتہا پسند نازیوں نے نعوذ باللہ قرآن پاک شہید کرنے کی بھی دھمکی دے دی ہے۔5 فروری کو بیروت میں ڈنمارک کا سفارتخانہ بھی نذر آتش کر دیا گیا۔اس کے علاوہ نابلس میں فرانسیسی کلچرل سنٹر پر بھی قبضہ کرلیا گیا ہے۔ڈنمارک نے اپنے شہریوں کو لبنان چھوڑنے کا حکم دے دیا ہے اور اپنے شہریوں کے عرب ممالک جانے پر پابندی عائد کردی۔5 فروری کو قاہرہ اور ایتھنز میں ہزاروں مسلمانوں کے مظاہرے ہوئے۔لبنان میں کارٹونز کی اشاعت کے بعد وزیر خارجہ مستعفی ہوگئے ہیں بلکہ ایران نے بھی ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلالیا ہے۔متحدہ عرب امارات کے انصاف کے وزیر محمد الدہریری نے کارٹونز کی اشاعت کو ''آزادی صحافت کی بجائے ثقافتی دہشت گردی'' سے تعبیر کیا۔لبنان کے اخبار کے مدیر لومینی کو بھی ایڈیٹر کے عہدے سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔

2 دسمبر کو ڈنمارک کے ایک اخبار ''برلنگس کے ٹائی ڈنڈے'' نے ایک سٹوری شائع کی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ پاکستان سے تعلق رکھنے والی مذہبی جماعت ''جماعت اسلامی'' نے کارٹونسٹ کو قتل کرنے والے کے لیے دس ہزار ڈالر کے انعام کا اعلان کیا۔ جماعتہ الدعوۃ نے بھی کارٹونز کی اشاعت پر ملک گیر مہم چلانے کا اعلان کیا ہے۔اس کے علاوہ پاکستان اور اسلامی دنیا سے تعلق رکھنے والی تمام اسلامی تنظیموں نے واقعہ پر شدید ردعمل اور غم و غصے کا اظہار کیا ہے۔کئی ممالک میں مسلمانوں نے ہاتھوں میں قرآن اٹھا کر روتے ہوئے گستاخانہ کارٹونز کی اشاعت پر شدید افسوس کا اظہار کیا ہے۔حیران کن بات یہ ہے کہ امریکہ اور مغرب اس سارے واقعہ پر خاموش تماشائی بنیر ہے حالانکہ لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنا نہ صرف انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے بلکہ کسی بھی حوالے سے یہ آزادی صحافت کے زمرے میں نہیں آتا۔یوں لگتا ہے کہ ایک دہائی قبل پیش کیا جانے والا سیموئیل ہنٹگٹن کا فلسفہ پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہورہا ہے۔اب یہ مسلم دنیا پر منحصر ہے کہ وہ کتنا عرصہ خاموش تماشائی بن کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے رکھتی ہے یا پھر طاقت اور اقتدار کو ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنے زور بازو سے مخالفوں کی زبان بند کریں گے۔یہ فیصلے کی گھڑی ہے!

کتاب گھر کی پیشکش http://www.kitaabghar.com

اظہار کی آزادی یا شرانگیزی

توہین آمیز کارٹون کی اشاعت قطعی طور پر آزادیٔ اظہار نہیں ہے۔ یہ انسانی اور اخلاقی اقدار و روایات اور دنیاوی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ایسے کارٹون کی اشاعت کے خلاف دنیا بھر میں مسلمانوں کا ردعمل فطری بھی ہے اور غیرت وحمیت کا تقاضا بھی۔ جب کہ عالمی برادری پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جس طرح وہ دنیا سے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے میدان میں نکلی ہوئی ہے' اسی طرح وہ دنیا کا امن خراب کرنے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف بھی باہر نکلے وگرنہ یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ دنیا میں امن کی خواہش رکھنے اور امن قائم کرنے کے دعوے دار اور دہشت گردی کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنے والوں کے پاس دو معیار ہیں' ساتھ ہی یہ خدشات بڑھ جائیں گے کہ ایسے توہین آمیز کارٹون' تصاویز' مضامین تہذیبوں کے تصادم کا سبب بنیں گے' جو فسادات کی صورت اختیار کرسکتے ہیں اور یہ خطرہ سب سے زیادہ ہے کہ آئندہ ان فسادات کا میدان یورپ بنے گا جس کی ایک تازہ ترین مثال فرانس کے گزشتہ دنوں کے واقعات ہیں۔

آزادیٔ اظہار اور قوانین:

دنیا کا ایک مسلمہ اصول ہے جو کسی تحریری ضابطے کا محتاج نہیں ہے کہ آزادی کی اپنی ''حدود وقیود'' ہوتی ہیں۔ یہ حدود وقیود انسانی معاشروں' مذاہب' تاریخ' ثقافت' زبان کے دائرے میں آتی ہیں۔ ایک تمدن اور تہذیب جس بات کو اپنے لیے اچھی تصور کرتی ہے' ضروری نہیں دوسری تہذیب وتمدن بھی اسے ایسا ہی سمجھے۔ تاریخ کے اوراق اس صورت حال سے بھرے پڑے ہیں۔ دور جدید میں جب دنیا سکڑ کر ایک دوسرے کے بہت قریب آچکی ہے اور جس نے تہذیبوں' اقدار' روایت' زبان اور ثقافت میں بہت سی ''اقدار مشترک'' تلاش کرلی ہے اور آپس میں طے کرلیا ہے کہ ان اقدار مشترک کا نہ صرف احترام کیا جائے گا بلکہ اس کا تحفظ بھی کیا جائے گا۔ انسانی حقوق کا چارٹر اس کی بڑی مثال ہے' پھر دنیا کے تقریباً تمام ممالک اور خاص طور سے ترقی یافتہ جمہوریت پسند اور جمہوری نظام رکھنے والے ممالک کے اپنے قوانین ان تمام باتوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کے چارٹر سمیت ان ممالک کے قوانین میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ہر انسان کو اپنی ذات سے متعلق تمام تر آزادی حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ کون سا مذہبی عقیدہ رکھتا ہے' یا رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی بھی اسے آزادی ہے۔ لیکن انسانی حقوق کے چارٹر سمیت دنیا کے کسی قانون میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی آزادی میں مداخلت کرے۔ یا دوسرے کے جو عقائد' ایمان' اقدار ہیں اس کی نفی کرے۔ اس کو برا بھلا کہے یا اس کی توہین کرے۔ اس کا صاف مقصد یہ ہے کہ ایک انسان کی آزادی وہاں ختم ہوجاتی ہے جہاں سے دوسرے کی شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ توہین آمیز کارٹون کی اشاعت ''آزادیٔ اظہار'' ہے تو یہ نہ صرف خود انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون بلکہ قدرت کے قوانین کی بھی نفی ہے' جو قابل گرفت اور قابل سزا جرم ہے۔ دنیا بھر خاص طور سے یورپ میں ایسی مثالیں بھری پڑی ہیں جب کسی فوٹوگرافر نے کسی نامور شخص کی تصاویر بنائیں اور اخبار نے انہیں شائع کیا تو ایسے اخبارات پر ہرجانے کے دعوے دائر کیے گئے۔ عدالتوں نے ایسے اخبارات پر جرمانے عائد کیے۔ اب اگر ڈنمارک یا دیگر ممالک کی حکومتیں یہ کہتی ہیں کہ یہ آزادیٔ اظہار ہے اور ان کے ممالک میں اظہار پر کوئی قدغن نہیں ہے اس لیے وہ ایسے اخبار کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تو وہ حقائق سے آنکھ چرانے کی بات کرتے ہیں۔

پسِ پردہ مقاصد:

یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز کارٹون کی اشاعت کوئی عام یا معمول کا واقعہ نہیں ہے۔ خاص طور پر 9/11 کے بعد اسلام اور پیغمبرؐ

اسلام کے بارے میں دنیا نے جتنا جانا ہے' شاید اس سے قبل اس قدر علم غیر مسلموں کو نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یورپ کے ان اخبارات میں ایسی اشاعت معمول کا حصہ ہے' یہ بات ہضم ہونے والی نہیں ہے۔ یورپ جہاں اسلام پر بہت زیادہ تحقیق ہو رہی ہے' اس تحقیق میں یہ بات بھی کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے معاملے میں کس قدر جذباتی ہیں۔ اس امر اور حقیقت کے باوجود کہ ایک عام مسلمان جو نماز اور روزے کا پابند نہیں ہے' لیکن جب کبھی بھی مسلمان اور اسلام کے حوالے سے کوئی منفی بات سامنے آتی ہے تو مسلمان بھی خاموش نہیں رہتا۔ اس تحقیق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جان بوجھ کر یہ کوشش کی گئی ہے جس کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ 30 دسمبر 2005ء کو ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے کارٹون کو تسلسل کے ساتھ یورپ کے دیگر ممالک جن میں فرانس' اٹلی' آئرلینڈ' سپین اور دیگر شامل ہیں' انہوں نے بھی شائع کیا۔ بظاہر ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کارٹون کی دوبارہ اشاعت اپنے ساتھی اخبار کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر کی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نظر نہیں آتا کیوں کہ صحافت کا پہلا اصول یہ ہے کہ کسی افراد کی دل آزاری نہ ہو۔ جب کہ اس صورت حال نے ایک فرد تو کیا دنیا کی آبادی کے 25 فی صد سے زائد حصے کی دل آزاری کی ہے۔ ان کے ایمان اور اعتقاد پر حملہ کیا ہے۔ جس کی کوئی قانون' کوئی معاشرہ' کوئی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اخبارات نے کیوں ایسے کارٹون شائع کیے اور کیوں بعض ممالک ان کا تحفظ کر رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ 9/11 کے بعد جہاں عالمی سطح پر مسلمانوں اور اسلام کے حوالے سے منفی پروپیگنڈہ کیا گیا' وہاں اسلام پر بڑے پیمانے پر تحقیق بھی شروع ہوئی' ساتھ ہی مسلم امہ میں بھی یہ احساس شدت کے ساتھ پیدا ہوا کہ ملک قوم' نسل اور علاقے سے قطع نظر اہل مغرب نے مسلمانوں اور اسلام کو مطعون کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے لیے خود ان کے ممالک میں زندگی کو مشکل بنایا جا رہا تھا' لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلم امہ نے اگر اب بھی مشترکہ اور ٹھوس اقدامات نہ کیے تو پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس ضرورت اور احساس نے مسلمانوں کو متحد ہونے کی ترغیب دی۔ ان کوششوں میں جہاں مسلم ممالک نے آگے بڑھ کر کردار ادا کیا' وہاں امریکہ اور یورپ میں رہنے والے مسلمان بھی اپنی عیش و عشرت کی زندگی سے باہر نکل کر سامنے آ کھڑے ہوئے۔ کیوں کہ یہ حقیقت سب پر آشکار ہو چکی تھی کہ مسلمان خواہ کتنا ہی یورپی اور امریکی انداز اپنا لے' ان کی تہذیب میں ڈھل جائے ان کی زبان کو اپنا لے لیکن جب بھی کبھی تعصب کی لہر اٹھی تو سب مسلمان (چاہے وہ پانچ وقت کا نمازی ہو یا کلبوں میں جانے والا مسلمان) ایک صف میں کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کی شناخت پھر امریکی یا یورپی کی حیثیت سے نہیں ہو گی بلکہ مسلمان کی حیثیت سے ہو گی۔ جب یہ صورت حال ہے تو پھر کیوں نہ بحیثیت مسلمان ہی اپنی شناخت کو مستحکم کیا جائے اور اپنا دفاعی حصار مضبوط کیا جائے۔

یوں مسلم امہ جو سرد جنگ کے دوران کمیونزم کے مقابلے میں اہل مغرب کی فرنٹ لائن تھی اس نے 9/11 کے واقعے سے سبق حاصل کیا اور اپنی طاقت' اپنے وسائل اپنے لوگوں پر خرچ کرنے کی سوچ اپنائی۔ یہ صورت حال اہل مغرب کو پسند نہیں ہے وہ حسب سابق مسلم دنیا کو اپنا مطیع و فرمانبردار رکھتے ہوئے اس کے وسائل پر قبضہ چاہتے ہیں۔ لیکن 9/11 کے بعد مسلم امہ نے اپنا جرأت مندانہ روشن خیال اور اعتدال پسند کردار دنیا کے سامنے اجاگر کیا تو مغرب کے اہل دانش پریشان ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے روایتی رجعت پسندی اور بنیاد پرستی کو اپنایا اور مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کو نشانہ بنانے کی سازش تیار کی' کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمان اپنے مذہب کے معاملے میں دیگر مذاہب کے لوگوں سے زیادہ جذباتی ہیں۔ وہ مشتعل ہو کر پھر کوئی ایسا قدم اٹھائیں گے جسے بنیاد بنا کر ایک بار پھر مسلم امہ کو پستی میں دھکیل دیا جائے۔ لہٰذا مغرب کے دانشوروں کی جانب سے ایک سوچی سمجھی اور شعوری کوشش اس طرح کی گئی کہ توہین آمیز کارٹونز کی تسلسل کے ساتھ اشاعت کو جاری رکھا جائے۔

مسلم اُمّہ:

21 ویں صدی' تیز رفتار ترقی کی صدی قرار دی گئی ہے۔ گزشتہ دو ہزار برسوں میں جتنی ترقی نہیں ہوئی' وہ 21 ویں صدی کے ابتدائی چند برسوں میں ہوئی بلکہ مسلسل ہو رہی ہے۔ ترقی کے اس دور میں تبدیلیوں کا عمل بھی تیز رفتاری سے جاری ہے' اس نے مسلم امہ کو بھی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ 21 ویں صدی کا آغاز مسلمانوں الزام تراشیوں کے ساتھ شروع ہوا۔ انہیں دہشت گرد قرار دے کر ان پر عرصۂ حیات

تنگ کیا گیا۔ان کے بعض ممالک پر چڑھائی کردی گئی' بعض کو دھمکیاں دی گئیں اور بعض نشانے پر رکھ لی گئیں۔اس صورت حال نے مسلم امہ کو بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے کی طرف راغب کیا۔ساتھ ہی مسلم دنیا کی قیادت میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ پاکستان سے لے کر انڈونیشیا تک اور ایران سے لے کر سعودی عرب تک ہونے والی تبدیلی نے نئے ماحول اور حالات کے ادراک کے ساتھ نئی حکمت عملی اپنانے پر متوجہ کیا۔حال ہی میں سعودی عرب میں ہونے والی تنظیم اسلامی کانفرنس کا اجلاس اس سوچ کا مظہر نظر آیا جس میں مسلم امہ نے پہلی بار اور جدید تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کے لیے اقدامات تجویز کیے۔سائنس ٹیکنالوجی' انفارمیشن ٹیکنالوجی' تعلیم' صحت' تجارت' صنعت غرض کہ ہر میدان میں متحد اور مضبوط ہو کر کام کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ 9/11 نے جہاں ایک جانب مسلم امہ کو مغرب اور امریکہ کی جانب سے اٹھنے والے نیزے کی نوک پر رکھا' وہاں مسلم امہ کو یہ احساس بھی دلایا کہ اگر اب بھی اس نے پہل نہ کی تو آنے والے وقت میں یہ نیزہ ان کے جسموں کے آر پار ہو جائے گا۔ بلاشبہ ان حالات میں صدر جنرل پرویز مشرف کا کردار نمایاں رہا' جنہوں نے مسلم امہ کو نئے دور کے ساتھ چلنے کی طرف راغب کیا۔ یہ وہ حالات ہیں جس سے اہل مغرب پریشان بھی ہیں اور حیران بھی' کیوں کہ ان کے نزدیک 9/11 کے بعد مسلم دنیا اس قدر ڈر اور سہم گئی تھی کہ اسے پھر سے اٹھنے کے لیے برسوں نہیں صدیاں درکار تھیں۔لیکن ایسا نہیں ہوا مسلم ممالک کے ساتھ ساتھ مغرب میں رہنے والے مسلمان دانشوروں اور اہل ثروت لوگوں نے آنے والے کل کی ہولناکی کا ادراک کر لیا اور خود کو مایوسی کی دلدل میں دھنسنے سے قبل ہی اس سے باہر نکال لیا۔اس امر کے باوجود کہ عراق اور افغانستان میں (جو مسلم ممالک ہیں) ان پر دہشت گردی کے الزام کے ساتھ فوج کشی کی گئی' پھر ایران اور شام جیسے ممالک کے لیے عرصۂ حیات تنگ کیا گیا۔مسلم امہ نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔عالمی برادری سے الگ ہونے کے بجائے ان کے ساتھ مل کر صورت حال کا تجزیہ کیا اور اپنا کردار ادا کیا۔اس میں پاکستان کا کردار سرفہرست رہا' جس کے باعث امریکا اور اہل مغرب کو مسلمانوں کے خلاف وہ کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہو سکی جو ان کے منصوبے میں شامل تھا۔اسی طرح امریکہ اور یورپ میں مقیم مسلمانوں کی شعوری جدوجہد بھی رنگ لائی۔نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان جن پر 9/11 کے بعد بنیاد پرست ہونے اور دہشت گرد ہونے کے الزامات لگائے جا رہے تھے' 5 سال میں ہی یہ الزامات الٹ گئے۔آج کی دنیا میں دیکھا جائے تو مسلم امہ ایک روشن خیال' ترقی پسند' معتدل' درگزر اور برداشت کرنے والی کمیونٹی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ صورت حال ان امن کے دشمنوں کو قبول نہیں ہے جو مسلمانوں کو محکوم بنا کر ان کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں' لہٰذا ایک شعوری کوشش کے ذریعے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی سازش تیار کی گئی ہے' جس کا مقابلہ مسلم امہ کو ہوش مندی کے ساتھ کرنا ہے۔دنیا بھر میں ہونے والے یہ احتجاج جن میں بعض مقامات پر تشدد کے واقعات بھی ہوئے' یہ فوری اور فطری ردعمل تھا' لیکن مسلمانوں نے خواہ وہ مسلم دنیا کے ہوں یا مغرب اور امریکا کے' انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا اور فطری' آئینی' قانونی اور اخلاقی احتجاج کو دائرے سے باہر نہ ہونے دیا جائے۔

کارٹونوں کی اشاعت 9/11 کے بعد کی صورت حال سے زیادہ خطرناک حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے اور مسلم امہ کو پہلے سے زیادہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ پہلے صرف مسلم دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کی سازشیں اور کوششیں ہو رہی تھیں' اب ان کے ایمان اور عقائد پر حملے ہو رہے ہیں۔ یہ صورت حال اس طرف جا رہی ہے جو صلیبی اور مذہبی جنگوں سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ صلیبی اور مذہبی جنگوں کے دور میں کھلے میدانوں میں فوجیں لڑا کرتی تھیں' لیکن خدانخواستہ اب اگر یہ خطرناک صورت حال ہوئی تو جنگ میدانوں میں نہیں بلکہ فسادات' گلیوں اور محلوں میں ہوں گے۔اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے جہاں خاص طور سے امریکا اور برطانیہ کو آگے آنا ہوگا' وہاں مسلم امہ کو بھی اپنا دفاع مضبوط بنانا ہوگا۔اپنے دفاع میں اسے اپنے اندر اتحاد کے ساتھ ساتھ عالمی فورسز پر اپنا مقدمہ ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کرنا ہوگا۔

ایک طرف دنیا بھر میں احتجاج جاری ہے تو دوسری طرف آئینی وقانونی اقدامات کے لیے ان ممالک میں جہاں یہ کارٹون شائع ہوئے ہیں' عالمی عدالت سے رجوع کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ گو کہ یہ معاملہ خالصتاً جذباتی و مذہبی نوعیت کا ہے' لیکن فی زمانہ صورت حال کا تقاضا ہے کہ مسلم امہ جوش سے زیادہ ہوش سے کام لے اور جو بساط مغرب نے مسلمانوں کے لیے بچھائی ہے' اس میں الجھنے کے بجائے اپنے طریقے سے کھیل کو کھیلے۔

ایک جانب علم وعقل سے مقابلے کی ضرورت ہے تو دوسری جانب جذبات اور جوش کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ مسلم امہ مل کر عالمی عدالت میں جاسکتے ہیں۔ پاکستان' ایران' مصر کے علاوہ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان وکلاء سے اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

بنیاد پرست کون؟

9/11 کے بعد یہ لفظ اس شدت کے ساتھ دہرایا گیا اور خاص طور سے اسے مسلمانوں کے ساتھ جوڑ کر اس کو نئے معنی پہنائے گئے۔ یہاں تک کہ بنیاد پرستی کو دہشت گردی کی جڑ قرار دیا گیا۔ یوں مسلمانوں کو کبھی کھلے طور پر اور کبھی در پردہ دہشت گرد قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ 9/11 کا واقعہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی تحقیق ہونی چاہیے اور بہت کچھ ہو بھی رہا ہے کہ اس واقعہ کا اصل ذمے دار کون ہے' لیکن جہاں تک بنیاد پرستی کا تعلق ہے تو توہین آمیز کارٹون کی مسلسل اشاعت نے کسی سانحہ سے قبل ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ بنیاد پرست کون ہے' اور کون دنیا کے امن کو خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دنیا کے کسی بھی لادین فرد یا حکومت کو یہ جرأت ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ کسی مذہبی معاملے میں خود کو شامل کرے' چہ جائیکہ وہ کسی محاذ آرائی کا سبب بنے۔ اسے مذہب' مذہب کے بانیوں اور اس کے ماننے والوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ اپنی دنیا کو مادی انداز میں گزارنے کا حامی ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کسی مذہب کی توہین کرنے والا یا کسی مذہب کی نفی کرنے والا یقیناً کوئی مذہبی انتہا پسند ہی ہو سکتا ہے۔

9/11 کے بعد کی اصطلاح میں وہ بنیاد پرست ہے' جو مذہبی منافرت پھیلا کر مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے۔ کارٹونز کی اشاعت ایک سوچی سمجھی کوشش ہے جو انتہا پسند اور بنیاد پرست مذہبی ٹولے کی کارستانی ہے' کیوں کہ ایک مذہب کا انتہا پسند ہی دوسرے مذہب کی نزاکتوں اور حساسیت کو جانتا ہے' اسے پتہ ہوتا ہے کہ تیر کہاں چلایا جائے' وار کہاں کیا جائے' کہ اس کا شدید ردعمل ہو۔ کارٹون بنانے اور اس کی اشاعت کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کارٹون دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں' جو دنیا کی کل آبادی کا 20 فی صد سے بھی زیادہ ہیں' ان میں اشتعال پیدا کر دے گا اور مغرب اور جو مسلم دنیا کے وسائل پر نظر جمائے ہوئے ہے' وہ اور اس کا میڈیا 9/11 کی طرح مشتعل مسلمانوں کو ہی مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کرے گا۔ ان پر دہشت گردی کے الزام کو مستحکم کر کے انہیں دنیا میں کمزور حیثیت دینے کی کوشش کرے گا' تاکہ وہ من مانی کرتے ہوئے ان کے وسائل کو اپنے مصرف میں لاسکے اور ساتھ ہی ان پر حکمرانی بھی کر سکے۔ لیکن مسلم امہ کے شدید' فوری مگر ہوش مندی کے ساتھ ہونے والے ردعمل نے فی الوقت ان قوتوں کی اس سوچ کو عملی جامہ پہنائے جانے سے قبل ہی ختم کر دیا' تاہم بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ شروع ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا الزام لگانے والی دنیا' اس موقع پر خاموش تماشائی نہ بنے بلکہ حقیقت کو تسلیم کرے کہ ان مغربی ممالک کے ان اخبارات نے بنیاد پرستی کا کردار ادا کیا ہے جس کے باعث دنیا کے پانچ براعظموں میں اشتعال پھیل گیا ہے۔ مسلم ممالک کے ساتھ ساتھ یورپ میں آباد مسلم آبادی بھی اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے سامنے ڈٹ چکی ہے۔ یہ صورت حال انتشار' اختلاف اور پھر فساد کی طرف جاتی ہے اور اگر اس صورت حال کا تدارک نہ کیا گیا اور مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے ٹھوس اقدامات نہ کیے گئے تو خدشہ موجود ہے کہ ایسے واقعات مذہبی فساد کا باعث بن جائیں گے اور یہ فساد مسلم ممالک میں نہیں بلکہ یورپ میں ہوں گے۔ اس کی تمام تر ذمے داری ان اخبارات اور ان ممالک پر ہوگی جو نام نہاد آزادیٔ اظہار کی آڑ میں ایسے اخبارات کے خلاف کارروائی کرنے سے گریزاں ہیں اور خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو پھر یہ صورت حال ماضی کی صلیبی جنگوں اور حال کی دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ سے زیادہ خطرناک ہوگی۔ کیوں کہ مذہب کا تصادم تہذیبوں کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ یہ اہل یورپ کے لیے سوچنے کی بات ہے۔

احتجاج:

احتجاج انسان کا فطری اور قانونی حق ہے۔ مذاہب سے لے کر قوانین تک اور اخلاقیات سے لے کر روایات تک ہر شعبے میں احتجاج کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک مثال دی جاتی ہے کہ اگر چیونٹی پر پاؤں پڑ جائے تو وہ بھی کاٹ لیتی ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے۔ دنیا کے قوانین میں انسان کے متعدد حقوق متعین کیے گئے ہیں اگر وہ حق نہ ملے تو اسے احتجاج کا حق دیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر بڑے بڑے جلسے جلوس ہوتے ہیں'

تعلیم اور صحت کی سہولتیں نہ ملنے' روزگار فراہم نہ کیے جانے کے خلاف لوگ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ جب انسان اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین اور اپنے ہی متعین کیے ہوئے حقوق کے لیے اس قدر مشتعل ہوسکتا ہے کہ وہ نظام زندگی درہم برہم کردے تو پھر اس کے مذہب کو جو اس کے خون میں شامل ہوتا ہے اس کے حوالے سے اگر کوئی غلط اور منفی بات آئے تو وہ کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔

توہین آمیز کارٹون کی اشاعت نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر پیدا کردی ہے نہ صرف مسلمان بلکہ دنیا کے روشن خیال لوگ بھی اس بے باکانہ شرانگیزی پر مبنی جرأت پر حیران ہیں کہ جب دنیا عالمگیریت کی طرف جارہی ہے اور تہذیبوں اور مذاہب میں ہم آہنگی کو فروغ دینے پر زور دیا جارہا ہے ایسے وقت اس قسم کی اشتعال انگیزی کے کیا معنی ہیں۔ ان کارٹونوں نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کو مشتعل کیا ہے تو دوسری طرف امن کی کوششوں کو بھی سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے ایسے کارٹونوں کی اشاعت کے کیا مقاصد ہیں اور عالمی سطح پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ آج کے میڈیا کے دور میں ایسے سوالات شدت کے ساتھ اٹھائے جارہے ہیں۔ آج سے چند برس قبل اگر یہ واقعہ رونما ہوتا تو اسے خالصتاً مذہبی انداز میں دیکھا جاتا اور کسی مذہب مخالف فرد کی ذہنی پسماندگی قرار دیا جاتا اس سے پھر اس انداز میں نمٹا بھی جاتا لیکن آج صورتحال بہت مختلف ہے' ایک تو میڈیا نے دنیا کو ایک کوزے میں بند کردیا ہے تو دوسری طرف 9/11 نے پوری دنیا خاص طور سے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اب ان کارٹونوں کے ذریعہ پہلی بار مسلمانوں کے بنیادی عقیدے پر ضرب لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ 9/11 کے بعد کا عالمی منظرنامہ اب بہت واضح ہوچکا ہے' ایک طرف مسلم دنیا ہے تو دوسری طرف اہل مغرب ہیں۔ بنیاد پرستی سے لے کر مذہبی جنونیت تک عیاں ہوگئی ہے۔ مسلم امہ کا کردار بھی کھل کر سامنے آگیا ہے جس نے اس موقع پر عالمی برادری کے شانہ بشانہ اپنا جرأت مندانہ کردار ادا کیا ہے۔

یورپ جسے جمہوریت کی ماں قرار دیا جاتا ہے جہاں انسانی حقوق' شہری آزادی' مذہبی احترام یہاں تک کہ جانوروں کے تحفظ کو بھی سنجیدگی سے دیکھا جاتا ہے۔ وہاں اس قسم کے کارٹون پورے یورپی معاشرے کے مروجہ اقدار کی نفی کرتے ہس۔ اہل دانش اس صورتحال کو خالص مذہبی انداز میں بھی دیکھ رہے ہیں اور عالمی منظرنامے کے موجودہ حالات میں بھی اس کا تجزیہ کررہے ہیں۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ اور جمہوریت پسند ممالک خود کو سیکولر قرار دیتے ہیں' وہاں کے قوانین میں لوگوں کو آزادی ہے حقوق کا بڑا چرچا ہے لیکن یہ سب کچھ صرف حکومتی سطح پر ہے اس حد تک ہے کہ قانون میں کوئی مذہب نہیں ہے لیکن دیکھا جائے تو ہر ملک اور ہر معاشرہ مذہب اور اس کی روایات سے آزاد نہیں ہے۔ آج بھی جب کرسمس آتا ہے تو پورا یورپ اس میں مگن ہوجاتا ہے۔ جب کوئی پوپ دنیا سے جارہا ہوتا ہے تو وہ اداس ہوجاتے ہیں اور جب نیا پوپ آرہا ہوتا ہے تو اس کے تقدس میں حکمرانوں سے لے کر عوام تک سب احتراماً کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض ممالک میں تو حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کو قابل گرفت جرم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ تصور کہ ایک سیکولر ملک میں ہر کسی کو آزادی ہے کہ وہ جس طرح چاہے اظہار کرے۔ صریحاً غلط ہے۔ یورپی معاشرہ بھی مذہب سے اتنا لگاؤ رکھتا ہے جتنا کوئی اور معاشرہ امریکہ اور اسرائیل بھی مذہبی رسومات اور روایت سے دور نہیں ہیں بلکہ ان کی جڑیں بھی گہری ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میڈیا پر کنٹرول کے باعث جو کچھ دنیا کو باور کرانا چاہتے ہیں وہ کرا دیتے ہیں اور جو کرنا چاہتے ہیں وہ کرگزرتے ہیں۔ سرد جنگ کے دور میں اہل مغرب نے اسلام کو کمیونزم کے مقابلے میں فرنٹ لائن کے طور پر استعمال کیا۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اسی اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھا لہٰذا ان کے نزدیک ضروری ہوگیا کہ وہ اس خطرے کو جس قدر ممکن ہے کمزور کریں۔ عراق اور افغانستان کی جنگ ہو' ایران' فلسطین' شام کو دھمکیاں ہوں یا پھر توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت سب اس کوشش کا ہی حصہ ہیں۔

توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر دنیا بھر میں ہونے والا احتجاج مسلم امہ کے دل کی آواز ہے' دنیا کے 57 مسلم ممالک کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں آباد مسلمانوں کی جانب سے نکالے جانے والے جلوس' مظاہرے اب تک صرف اور صرف اپنے اعتقاد اور ایمان کے دفاع میں ہیں' کہیں بھی اس سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں ہوا جہاں تک ان ممالک کے سفارت خانوں یا دیگر جگہوں پر حملوں کے اکا دکا واقعتاً ہوئے ہیں وہ مشتعل افراد کا

http://www.kitaabghar.com

جذباتی ردعمل ہے جبکہ مجموعی طور پر اس موقع پر بھی مسلم امہ نے اعتدال پسندی کا بھی مظاہرہ کیا۔ جمہوری انداز اختیار کیا۔ بعض مسلم ممالک نے ڈنمارک سمیت دیگر ممالک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فیصلہ بھی کیا بعض کے سفارتی سطح پر احتجاج کیا اپنے مشن کو واپس بلالیا۔ یہ سب جمہوری اور اعتدال پسندی پر مبنی احتجاج ہے۔ لیکن یہ سب کب تک۔ یہ سوچنا اقوام متحدہ اور خاص طور پر امریکہ اور برطانیہ کا کام ہے، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان سے لے کر امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر تک مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کر رہے ہیں اور ان سے صبر اور درگزر کی اپیل بھی کر رہے ہیں۔ لیکن ان ممالک کو جنہوں نے یورپی دنیا کو مشکل میں لا کھڑا کیا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے گریزاں ہیں۔ یہ ممالک اب بھی ہٹ دھرمی کے ساتھ معذرت کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ عالمی اتحاد کو سامنے رکھتے ہوئے وقت کا تقاضا ہے کہ اقوام متحدہ اور امریکہ آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کریں۔ تہذیبوں کے تصادم اور مذہبی فساد کو روکنے کے لیے اپنے تمام تر وسائل استعمال کریں اس کے لیے ضروری ہے واضح طور پر یہ کہا جائے کہ مذکورہ اخبارات نے ایک جرم کیا ہے، جس کی سزا ہونی چاہیے اور مستقبل میں اس کا اعادہ نہ ہو اس کو یقینی بنانا چاہیے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

پنجہ یہود اور یورپ

یہودی ایک ایسی قوم ہے جس کے لینے اور دینے کے پیمانے مختلف ہیں۔ اس قوم کے نزدیک جرم صرف وہ ہے جو ان کے خلاف ہو۔ قرآن کریم کی گواہی اور خود ان کی تلمود ایسے حوالوں سے بھری پڑی ہے کہ کوئی اخلاقی قدر یا معاہدہ یہودیوں کے لیے صرف اس وقت تک مؤثر رہا ہے جب تک وہ ان کے مفاد میں تھا۔ غیر یہودی کا قتل اور چوری یا ان سے دھوکہ جائز ہے۔ ان کی ان ہی عادات کی بناء پر دنیا ان سے نفرت کرتی ہے۔ یورپ میں ان سے نفرت کا یہ حال ہے کہ 19 ویں صدی کے آخر تک یورپ کے کسی بھی ملک میں انہیں کاروبار کی اجازت نہیں تھی۔ تاریخ میں اگر کہیں ان کو پناہ ملنے کا ذکر ہے تو صرف سپین کے مسلم عہد میں یا سلطنت عثمانیہ کے عہد میں لیکن جس کشتی میں سوار ہوں اسی میں چھید کرنے کی عادت نے انہیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ باقی ملکوں کے مقابلے میں جرمنی میں ان پر پابندیاں کم تھیں اس لیے 20 ویں صدی کے آغاز تک ان کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوگیا اور پھر وہاں بھی یہ معتوب ٹھہرے۔ نازی جرمنی میں ان پر ہونے والے مبینہ مظالم کے لیے ہولوکاسٹ Holoast کی اصطلاح وضع کی گئی اور دعویٰ کیا گیا کہ ہٹلر نے 60 لاکھ یہودی مروائے ان میں سے بہت سوں کو گیس چیمبرز میں ڈال کر مارا گیا ان کا یہ دعویٰ اتنا مقدس ہے کہ 60 لاکھ کی تعداد یا گیس چیمبرز وغیرہ کے الزامات پر شک کرنا یا اس پر کسی قسم کی علمی بحث کرنا بھی جرم ہے۔ آزادی رائے کے علمبردار یورپی ممالک اور امریکہ میں ہولوکاسٹ پر شک کرنے والوں کو جیل میں ڈالا جاتا ہے۔ دیئے گئے اعزازات واپس لیے جاتے ہیں اور ان کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے۔ علمی تحقیق کرنے والوں کو چوراچکوں اور ڈرگ سمگلروں کے ساتھ جیل میں بند کیا جاتا ہے۔ میدان جنگ میں یہودیوں کو برا کہنے والے اندھی گولیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ آسٹریا میں ان کو مطعون کرنے کی سزا 20 سال قید ہے اور ہر سال 24، 25 افراد اس جرم میں جیل جاتے ہیں اس کے باوجود ڈنکے کی چوٹ اپنے نازی آباء پر فخر کرنے والے افراد جمہوری عمل کے ذریعے حکومت میں آ رہے ہیں ان میں سے ایک جارج حیدر بھی ہے جس کی پارٹی آسٹریا میں حکمران کولیشن کا حصہ ہے۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ پولینڈ کے قصبہ Auswitz ''ایشوچ'' میں واقع نازی کیمپ میں 1943ء سے 1945ء تک بارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا گیا اور طریقہ قتل گیس چیمبرز تھا۔ 1989ء میں وی آنا میں ایک برطانوی ڈیوڈ ارونگ نے اپنے مقالے میں گیس چیمبرز کے وجود کا انکار کیا تو اس کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ نومبر 2005ء میں یہ شخص کسی ایسے ہی سیمینار میں شرکت کے لیے دوبارہ آسٹریا آیا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور ان دنوں یہ مقدمہ زیر سماعت ہے۔

27 جنوری 1945ء کو روسی فوجوں نے ایشوچ پر قبضہ کیا اور قید یہودیوں کی زندگیاں بچائیں۔ 27 جنوری 2005ء کو ایشوچ کو آزاد کرانے کی 60 ویں سالگرہ کا جشن منایا گیا۔ سخت سردی یعنی نقطہ انجماد سے آٹھ درجے نیچے اور برفباری کے باوجود اس تقریب میں 5500 حاضرین تھے۔ بی بی سی، سی این این سمیت یورپ کے بہت سے ٹی وی چینلز نے تین گھنٹے سے زیادہ دیر اس تقریب کو رواں نشر کیا۔ حاضری لگوانے یعنی یہودیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے امریکہ کے نائب صدر ڈک چینی، پولینڈ کے میزبان صدر یورپ کے بہت سے سربراہان مملکت سمیت جرمنی کے چانسلر گرہارڈ شروڈر بھی اپنی مذمت کروانے کے لیے وہاں موجود تھے۔ اس تقریب کے دولہا اسرائیل کے صدر تھے جنہوں نے اپنی ڈانٹ ڈپٹ سے بھرپور تقریر میں تمام یورپی ممالک کو یہودیوں پر ہونے والے ''مظالم'' کا ذمہ دار قرار دیا۔ تمام سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نازیوں کے بجائے ساری جرمن قوم کو ''قتل عام'' کا مجرم قرار دیا اسی پر بس نہیں کیا۔ یورپ کے تمام حکمرانوں کو مخاطب کر کے کہا ''اگرچہ اس وقت آپ کے ملک جرمنی کے زیر تسلط تھے پھر بھی یہ آپ کی ذمہ داری تھی کہ یہودیوں کو بچاتے گویا خود مرتے مر جاؤ یہودیوں کی حفاظت ضرور کرو۔''

1945ء میں رہا ہونے والے ان قیدیوں میں سے دو نے اپنی رام کہانی سنائی مزید دو نے اپنے قیدی نمبر بھی دکھائے ان میں سے ایک کا نمبر 4423 اور دوسرے کا 44000 یعنی چوالیس ہزار کچھ تھا جس کیمپ میں مبینہ طور پر 12 لاکھ لوگ قتل ہوئے وہاں سے آخر میں آزاد ہونے والے کا زیادہ سے زیادہ قیدی نمبر 45 ہزار سے کم تھا حالانکہ یہ نمبر 6 بلکہ 7 ہندسوں میں ہونا چاہیے تھا یوں اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ 27 جنوری 1945ء تک اس کیمپ کے تمام قیدیوں کو قتل کردیا گیا تھا تو بھی باقی ساڑھے گیارہ لاکھ سے زیادہ قیدی کدھر گئے۔ یہ تو ایسٹ انڈیا کمپنی والے لارڈ کلائیو کے بلیک ہول والی کہانی ہے۔ یقینی طور پر سکرپٹ تیار کرنے اور پروگرام پیش کرنے میں بہت ہی غلطیاں ہوگئی ہیں۔ عام طور پر ایشوچ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد بارہ لاکھ بتائی جاتی ہے لیکن اس تقریب میں یہ تعداد پندرہ لاکھ کردی گئی جن میں سے دس لاکھ یہودی تھے۔ یہ تقریب صرف یہودیوں کی یاد میں منعقد ہوئی تھی باقی پانچ لاکھ کا ذکر نہیں ہوا کیونکہ وہ یہودی نہیں تھے۔ اس تقریب میں برطانیہ سے آنے والے ایک صاحب نے یہ بھی بتایا کہ برطانیہ کے نصاب تعلیم میں 27 جنوری، ہولوکاسٹ اور ایشوچ کے بارے میں اسباق شامل کیے جائیں گے۔ اس صاحب علم نے یہ بھی بتایا کہ یہ اسباق شامل کرنے کا مقصد کسی کے خلاف نفرت پھیلانا نہیں بلکہ یورپ کو یہ احساس دلانا ہے کہ ان سے غلطی تو ہوئی ہے لیکن اس کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اتفاق سے آسٹریا میں قید ہونے والے ڈلوڈ ارونگ کا تعلق بھی برطانیہ سے ہی ہے جس روز یعنی 27 جنوری کی تقریب ایشوچ میں ہو رہی تھی اسی شام ملکہ برطانیہ نے ایشوچ میں زندہ بچ جانے والوں کے اعزاز میں عشائیہ ترتیب دیا یہ عشائیہ شاید اس لیے بھی ضروری تھا کہ 1917ء سے اب تک جنہیں یا کسی اور وجہ سے برطانیہ پر ہر برے وقت اور مشکل میں دنیا کے امیر ترین یہودی خاندان راتھ شیلڈز Rothhields سے ہی سہارا ملتا رہا۔ اس تقریب کے دوران وقتاً فوقتاً برلن میں دو بلین ڈالر کے خرچ سے زیر تعمیر ہولوکاسٹ کی یادگار بھی دکھائی گئی اس کے متعلق یہودیوں کا خیال ہے کہ اس سے ان کی مظلومیت اجاگر ہوگی، جس وقت ملکہ الزبتھ دوم یہودیوں کے اعزاز میں عشائیہ دے رہی تھیں۔ عین اسی وقت سویڈن کے صدر مقام سٹاک نام میں کسی ستم ظریف نے یہودیوں کے قبرستان میں موم بتیوں سے نازیوں کا نشان سواستیکا بنادیا۔ اگلے روز یعنی 28 جنوری کو بی بی سی اور سی این این کے مبصروں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک مذہبی گروپ کے خلاف مظاہرہ ہے اور جرم ہے۔ اس سے نفرت ختم نہیں ہوسکتی۔ یورپ کی گردن پر پنجہ یہود اس قدر سخت ہے کہ وہ اپنے عیسائی بھائیوں کی موت کا ماتم کریں نہ کریں یہودیوں کی ہر کہانی تسلیم کرنا اور اس پر معذرت کرنا ان پر لازم ہے۔ ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار Jyllands Posten پلانس پوسٹ میں رسول اکرمؐ کے متعلق 12 توہین آمیز کارٹون شائع ہوئے۔ یہی دل آزار کارٹون دوبارہ ناروے کے ایک رسالے میں بھی شائع ہوئے۔ چونکہ یہ اخبار پاکستان میں نہیں آتے، اس لیے احتجاج کی لہر عرب ملکوں اور یورپ کے اندر مسلمان تنظیموں کی طرف سے اٹھی۔ ہم نے یہ کارٹون نہیں دیکھے لیکن اگر ان کے خلاف احتجاج مصر اور سعودی عرب جیسے ٹھنڈے دماغ والوں سے شروع ہوا ہے اور اگر اسلامی کانفرنس جیسا ادارہ باضابطہ طور پر احتجاج کرنے پر مجبور ہوا ہے تو یقیناً معاملہ بہت سنگین ہے۔ مصر، خلیجی ممالک، فلسطین اور سعودی عرب کی مارکیٹوں میں ڈنمارک اور ناروے کی مصنوعات کا بائیکاٹ ہوگیا ہے ہے اور سعودی عرب کے سخت سرکاری موقف کے جواب میں یورپین کمیشن نے دھمکی دی ہے کہ ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے خلاف یورپی یونین میں سخت ردعمل ہوگا اور ڈبلیوٹی او قوانین کے تحت سعودی عرب کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ ڈنمارک کی حکومت نے ان کارٹونوں پر معذرت کی بجائے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ہم آزادی رائے پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ ڈنمارک وہی ملک ہے جس نے اسرائیل کے نامزد سفیر کو قبول کرنے سے اس لیے انکار کردیا تھا کہ وہ قاتل اور دہشت گرد ہے لیکن بعد میں اس سفیر کو نہ صرف قبول کرنے پر مجبور ہوا بلکہ اس وقت کوپن ہیگن میں اسرائیل سفارت خانہ ہولوکاسٹ "Holoast" پر مواد جمع کرنے والا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ حال ہی میں ''انتقال فرمانے والے'' ویزن تھال (WIESENTHAL) جن کے نام پر بننے والے ویزن تھال سنٹر جس کا مشن ہولوکاسٹ پر تحقیق کرنا ہے، جرمنی میں واقع ہے، جسے ''فلاحی'' تنظیموں سے لاکھوں ڈالر چندہ ملتا ہے۔ امریکہ میں کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کو نوکری سے نکلوانے کے لیے یہ الزام لگانا ہی کافی ہے کہ وہ Anti Semite ہے۔ اسرائیل کے آئین کے تحت دنیا کا ہر یہودی جو کسی بھی ملک میں رہتا ہے، اسرائیل کا

http://www.kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش

شہری ہے اور یوں امریکہ یا یورپ میں رہنے والے یہودی کی پہلی وفاداری ملک سے باہر ہے لیکن ایسا کہنے والے کو مجرم گردانا جاتا ہے۔ ان حالات میں یورپی یونین کے ترجمان مینڈلسن کا ڈبلیو ٹی او قوانین کے تحت سعودی عرب کو دھمکی دینا قابل فہم ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ آسٹریا میں واقع EU ہیڈ کوارٹر کے ترجمان اور آسٹریا کے وزیر خارجہ ارسولا پلاسٹک نے اعلان کیا ہے کہ ''ہم اپنے اس اصول اور عزم کا اعادہ کرتے ہیں۔ پریس کی آزادی اور آزادئ رائے کی آزادی ہماری بنیادی اقدار ہیں۔'' یاد رہے کہ یہی وہی آسٹریا ہے جہاں ڈاکٹر ڈیوڈ ارونگ کو نومبر 2005ء میں اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ اس نے 1989ء میں یعنی 16 سال پہلے آسٹریا کے دارالحکومت وی آنا میں ہولوکاسٹ کے متعلق تحقیقی مقالہ میں یہ کہنے کی جسارت کی تھی کہ ہولوکاسٹ کی کہانی میں حقیقت کم' فسانہ زیادہ ہے۔ تحقیق اور آزادی کے چیمپیئن ملک میں ڈیوڈ ارونگ 22 فروری کو اس ملک کی عدالت میں پیش ہوگا جہاں 14 ملین یہودیوں کے جھوٹ پر شک کرنے کی سزا 20 سال قید لیکن پیغمبر اسلامؐ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے اور 1400 ملین مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنا ''آزادی رائے کے حق کا احترام'' ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

یہودیوں کی شرارتیں

اللہ کے آخری نبی محمد کریم کی شان میں صلیبی ملکوں نے گستاخیوں اور شرارتوں کی جو سیریز شروع کر رکھی ہے، اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ساری شرارت یہودیوں کی ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ پر ان کا کنٹرول ہے۔ دنیا کا معاشی نظام ان کے ہاتھ میں ہے اور صلیبی امریکہ و یورپ کی جان پنجہء یہود میں ہے۔ آج ہم زیر نظر تحریر میں علمی طور پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہودیوں کی تورات جو مروجہ ہے اور تحریف شدہ ہے، وہ بھی آخری رسول جناب محمد کریم کی آمد کی پیشگوئی کرتی ہے اور تورات کے دو ہزار سال پرانے جو مسودے آج دریافت ہوئے ہیں، وہ بھی آخری رسول کی آمد کی پیشگوئی انتہائی واضح انداز میں کر رہے ہیں.......... ان علمی حقائق کو ملاحظہ کرنے سے قبل آیئے قرآن کا اعلان اور دعویٰ ملاحظہ کریں: ترجمہ (اب تو اللہ کی رحمت انہی لوگوں کے حصے میں آئے گی) جو اس رسول اور اُمی نبی کے پیروکار بن جائیں گے۔ وہ نبی کہ جس کا تذکرہ یہ لوگ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ نبیؐ ان لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے۔ انہیں برائی سے روکتا ہے۔ ان کے لیے پاک اور عمدہ اشیاء حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر لدے ہوئے ان کے بوجھوں کو اتارتا ہے اور ان بندشوں کو توڑتا ہے جن میں یہ لوگ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس نبی پر ایمان لے آئیں گے، اسے مضبوط کریں گے، اس کی مدد کریں گے اور اس نو (قرآن) کے پیچھے چلیں گے جو اس کے ساتھ نازل کر دیا گیا ہے تو یہ لوگ بالکل وہی ہوں گے جو فلاح یاب ہیں۔ (اعراف:175)

یاد رہے! عیسائیوں کے ہاں تورات کو عہد نامہ قدیم کہا جاتا ہے اور انجیل کو عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں دونوں کتابیں دو عہد ناموں کی شکل میں ایک جلد میں ملتی ہیں کیونکہ ان کے ہاں دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے جبکہ یہودیوں کے ہاں جو کتاب ملتی ہے وہ صرف تورات ہوتی ہے چونکہ وہ انجیل کو مانتے ہی نہیں اور نہ عیسیٰؑ کو نبی مانتے ہیں، لہٰذا وہ انجیل یا عہد نامہ جدید کو اپنے ساتھ نتھی کیوں کریں گے؟ میرے سامنے اس وقت بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور کی شائع کی ہوئی کتاب مقدس یعنی پرانا عہد نامہ ہے۔ پرانے عہد نامے یا تورات کا چیپٹر ''یسعیاہ'' کھلا پڑا ہے۔ باب نمبر 21 ہے..... آیات 13 تا 16 ہیں...... صفحہ نمبر 676 ہے۔ زبان اردو ہے۔ لکھا ہوا ہے! عرب کی بابت بارِ نبوت

اے ودانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے، وہ پیاسے کے لیے پاس پانی لائے، تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر ..... بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے، کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ...... ننگی تلوار سے ...... اور کھینچی ہوئی کمان سے ...... اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں، کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ: مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر مقدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔

قارئین کرام ''عرب کی بابت بارِ نبوت'' یہ سرخی اور عنوان تورات کا ہے۔ تورات جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اس میں اس عنوان کا واضح مطلب جسے بنو اسرائیل کے پیغمبر جناب موسیٰؑ بتلا رہے ہیں، یہی ہے کہ اب کے نبوت کی باری عربوں کی ہے اور یہ بارِ نبوت ان کے سر پر رکھا جانے والا ہے۔ اس عنوان کے بعد عربوں کو ''ودانی'' کہہ کر بتلایا گیا ہے کہ جب تم نبوت ملنے کے بعد ہجرت کرو گے تو جنگل میں راتیں کٹیں گی۔ ہجرت کے سفر میں لوگ ان کے سامنے پانی لائیں گے اور جب مکہ سے بھاگنے والے یہ مہاجرین تیما یعنی مدینے میں جائیں گے تو وہاں کے باشندے یعنی انصار ان کے سامنے کھانے پیش کرنے کے لئے ان کے پاس جائیں گے۔ ان سے ملیں گے۔ کیونکہ یہ مکہ سے بھاگنے والے وہ آئے ہیں۔ کہ جب وہ مکہ سے بھاگے تھے تو تلواروں کے سامنے سے بھاگے تھے۔ سونتی ہوئی ننگی تلواریں اور تیروں کی کمانیں کھنچی کی کھنچی رہ گئیں اور یہ بھاگنے والے نکل

بھاگے۔ مکہ کے سارے عرب قبیلے یہاں جمع تھے۔ جنگ کی شدت بلا کی تھی، مگر اس کی شدت سے بھاگنے والے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد ہجرت کا اگلہ مرحلہ حضرت موسیٰ یوں بیان کرتے ہیں کہ خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق یعنی اللہ کے برسوں کے مطابق نہیں کہ دنیا کے ہزار سال ہوں تو اللہ کا ایک دن بنتا ہے، بلکہ مزدور یعنی انسانوں کے برسوں کے مطابق ایک سال ہی میں یہ منظر بپا ہو جائے گا کہ قیدار یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کی حشمت ختم ہو جائے گی........ جی ہاں بدر کا معرکہ ایک سال بعد ہوا اور جناب قیدار کی عرب اولاد جو بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی اور اب لڑنے کے لئے آئی تھی، اس کی قوت حشمت اور شان وشوکت کا جنازہ بدر کے میدان میں نکل گیا اور اس عظیم المرتبت انسان کے ہاتھوں سے نکلا جو مکہ سے بھاگ کر آیا تھا۔ قربان جاؤں بھاگ کے آنے والے اس محمد کریم پر...... جو اس پر ایمان لایا اس کے بھاگ جاگ اٹھے اور جو ایمان نہ لایا اس کے بھاگ یوں سو گئے جیسے مردہ موت کی نیند سو جاتا ہے۔

قارئین کرام! آیئے، اب میں تورات کے ایک ایسے نسخے سے آپ کو آگاہ کروں کہ جس کا انکشاف حال میں ہوا ہے اور اس تورات نے بھی قرآن کے دعوے کی تصدیق کر دی ہے۔ تو لیجئے جناب! یہ انگریزی کی بائبل یعنی تورات اور انجیل کا مجموعہ میرے سامنے ہے۔ لندن میں پیٹنگ کے معروف عالمی ادارے DK نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب 1999ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب یہودی اور عیسائی سکالروں کی مشترکہ کاوش ہے۔ پانچ سو کی تعداد میں ان سکالرز نے کام کیا ہے۔ اس ٹیم کے سربراہ مسٹر جان بوکر ہیں جو مذہبی پروفیسر ہیں اور عالم عیسائیت کے مانے ہوئے سکالر ہیں۔ ان کی کتاب کا نام ''The omplete Bible'' ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 90 پر جدید دور میں سامنے آنے والی تورات کے مخطوطوں کے بارے میں بتلایا گیا ہے، یہ مخطوطے اسرائیل سے برآمد ہوئے ہیں۔ لکھا ہے: یہ مخطوطات مردار کے قریب ''قمران'' کے علاقے میں پہاڑی غاروں سے ملے ہیں۔ یہ مخطوطات 1947ء سے 1956ء کے درمیان ملتے رہے ہیں۔ ان مخطوطوں کا تعلق حضرت عیسیٰؑ سے پہلے اور ان کے دور سے متعلق ہے۔ وہ دور کہ جب یہودیوں کا ایک فرقہ یروشلم کو چھوڑ کر یہاں آبسا تھا۔ اس فرقے کے لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ یروشلم کے لوگ تورات کے اصل دین کو چھوڑ چکے ہیں اور یہ یروشلم کا جو ہیکل یا عبادت خانہ ہے، وہ سیاست اور خرافات کا گڑھ بن چکا ہے، لہٰذا اس فرقے کا ایک استاد جو بڑا متقی تھا، اس نے یروشلم کے عبادت خانے کو چھوڑ دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی 152 سال پہلے وہ یہاں ریگستان میں آکر بس گیا۔ اس متقی پروفیسر اور اس کے ساتھیوں نے یہ عزم کیا کہ وہ حضرت یرمیاہ کے عہد کو یہاں عملی شکل میں قائم کریں گے اور یہاں ایک خالص اور صداقت پر مبنی ایک مرکز قائم کریں گے، چنانچہ اس تورات کے طومار کہ جس کے یہ لوگ پیروکار تھے، ملاحظہ کر کے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ تورات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے۔ قانون پر عمل کرتے تھے۔ پیغمبروں کے احکامات مانتے تھے۔ ان کے نظریات دوسرے لوگوں سے الگ اور ممتاز تھے۔ یہ اپنے نظریات پر اس طرح کاربند تھے کہ انہوں نے اپنا کیلنڈر بھی الگ بنایا ہوا تھا۔ تقوے اور طہارت کے جو اصول تھے، ان پر بھی کاربند تھے۔ قربانی کرتے اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے تھے کہ:

And the end time , Whih was their antiipation of the imminent arrival of the Messiah to lead his People in vitory against the Rom an and othe infidels.

جیسا کہ ان کی پیشگوئی تھی، آخری زمانے میں ایک نجات دہندہ کا ظہور قریب ہے جو اپنی قوم کی قیادت کرے گا اور رومیوں اور دوسرے مشرکین کے خلاف فتح حاصل کرے گا۔ قارئین کرام! غور فرمایئے، اسرائیل میں بحر مردار کے کنارے قمران (Qumran) اور میساڈا (Masada) کے ریگستانی علاقوں کے خشک پہاڑوں کی غاروں سے تورات کے جو مخطوطات ملے ہیں، وہ مسلمانوں نے نہیں نکالے، بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے نکالے ہیں۔ ان مخطوطوں میں ان کے اپنے دور تک جو تحریف ہوئی وہ تو ہوئی ہو گی........ مگر دو ہزار سال تک ان میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ وہ مخطوطے بھی یہی بتلاتے ہیں کہ اس دور کے جو بہترین لوگ تھے ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آخری زمانے میں ایک نجات دہندہ آئے گا جو جہاد وقتال کرے گا...... لاریب وہ نجات دہندہ جناب محمد کریمؐ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مخطوطات کو دیکھ کر یہودی تو خاموش ہیں کہ ماسوائے خاموشی کے کر

کچھ نہیں سکتے ....وہ اتنا ہی کر سکتے تھے کہ ان پا کباز لوگوں کے گروہ کو "فرقہ" کہہ دیں، چنانچہ انہوں نے کہہ دیا۔ رہے عیسائی تو وہ پریشان ہیں کہ ان مخلوطات میں جس نجات دہندہ کی بات کی گئی ہے، وہ کسی شخصیت کو نجات دہندہ کہیں ....؟ اگر وہ عیسیٰؑ کو کہیں تو نہیں کہہ سکتے، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو تو ان عیسائیوں کے بقول رومی گورنر نے صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ اب رومیوں اور دیگر مشرکوں پر فتح حاصل کرنا...... اور خون ان کے ہاتھوں صلیب پر لٹکنا بالکل متضاد باتیں ہیں...... لہٰذا یہ پیشگوئی پوری اترتی ہے تو جناب محمد کریمپر کہ جنہوں نے اپنی قوم....... اور اس کے ساتھ مل کر رومیوں کو بھی شکست دی اور باقی مشرکوں کو بھی شکست دی اور اپنی قوم کو فتح (Vitory) سے ہمکنار کیا۔

قارئین کرام! قرآن نے رسول کریمکے ساتھ ساتھ آپ کے ساتھیوں کے بارے میں بھی بتلا دیا کہ تورات میں ان کی صفات بھی موجد ہیں، چنانچہ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری الموصلی العراقی اپنی سیرت کی کتاب "السیر ۃ النبویہ الصحیحہ" میں لکھتے ہیں: رچرڈ واٹس کہ جس نے تورات کا نسخہ لندن سے شائع کیا، اس میں اللہ کے رسول کے بارے میں واضح لکھا ہے: "وہ جبل فاران سے نمودار ہوگا۔ اس کے ساتھ ہزاروں پا کباز لوگ ہوں گے۔ اللہ فرماتے ہیں!

فیہ رجال یحبون ان یطھروا (التوبہ: 108)

اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں، جنہیں پسند ہی یہ بات ہے کہ وہ پا کباز رہیں۔ اللہ اکبر! یہ ہزاروں یعنی ...... دس ہزار پا کباز مجاہدین اللہ کے رسول ہمراہ تھے، جب آپ نے مکہ فتح کیا۔ جی ہاں! حسب معمول تحریفوں اور تبدیلیوں کے ساتھ آج تک شائع ہونے والی تورات کے مختلف ایڈیشن بھی گواہی دیتے ہیں کہ آخری رسول محمد کریم ہیں۔ وہ رسول جہاد ہیں...... اور جو تورات آج دریافت ہوئی ہے، وہ اور دو ہزار سال پہلے تورات بھی یہی بول بولتی ہے کہ آخری نجات دہندہ رسول .... جہاد وقتال کے رسول ہیں اور وہ ہیں جناب محمد۔ جی ہاں! تورات بھی یہ کہہ رہی ہے کہ یہودی اپنی تاریخ اور فطرت کے مطابق اس آخری رسولکی گستاخیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ ہے وہ قوم جس پر اللہ نے اسی وجہ سے اپنا غضب مسلط کر رکھا ہے۔ اللہ کی اس مغضوب قوم کو ان گستاخانہ حرکات سے روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

http://www.kitaabghar.com

سازش کے محرکات

یہ گزشتہ برس کی بات ہے جب 5 تا 8 مئی تک بلڈر برگ گروپ کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ بلڈر برگ گروپ کے تعارف کیلئے اس کا لوگو ہی کافی ہے جو خطرے کے اس نشان کے نیچے ایک ہاتھ گلوب کو اپنی ہتھیلی پر گھماتا نظر آتا ہے۔گلوب پر دنیا کا آدھا حصہ روشن اور آدھا حصہ تاریک ہے جو بذات خود انتہائی ذومعنی ہے۔

بات ہو رہی تھی گزشتہ برس ہونے والی بلڈر برگ گروپ کی کانفرنس کی جو جنوبی جرمن ریاست بیویریا میں ڈونٹ سی ہوٹل میں منعقد ہوئی۔توہین رسالت پر مبنی پہلا خاکہ اسی برس ستمبر کے مہینے میں شائع ہوا۔ بلڈر برگ گروپ کی یہ کانفرنس کتنی اہم تھی اس کا اندازہ اس کے شرکاء کے نام پڑھ کر آپ کو خود ہی ہو جائے گا۔اس میٹنگ میں مائیکل لیڈین بھی تھا' رچرڈ پرلے اور ولیم لتی بھی۔تینوں پاگل پن کی حد تک فاشسٹ ہیں اور ان کی خوبی باقاعدہ تصدیق شدہ ہے اور پاملے کیس' یلوکیک جعل سازی کے کیس اور لارڈ کونرڈ بلیک کیس میں عدالتی کارروائی بھگت رہے ہیں۔ بلڈر برگ گروپ کی تمام کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہیں اس امید پر کہ شاید انہیں انتہائی متوقع سزا سے چھٹکارا مل جائے اس کیلئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں' خاص کر عراق کے حوالے سے تو انتہائی بغض کا اظہار وہ سوائے یہودیوں کے دل جیتنے کے اور کسی چیز کیلئے نہیں کر رہے ہیں۔جیل سے باہر رہنے کی امید میں یہ تینوں ایران کے خلاف بڑی جنگ کی حمایت میں بالکل جنونی ہو گئے ہیں۔دیگر شرکاء میں ڈچ' بلجیم اور ہسپانوی اشرافیہ' ٹاپ بیوروکریٹس اور نیٹو کی اعلی شخصیات بشمول نیٹو کے سیکرٹری جنرل ہاپ ہوپ ڈی شیفر بنفس موجود تھے۔ جو برسلز سے بیریا صرف اس کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے تھے۔انٹرنیشنل یہودی بینکار رنیمیا نراک فلر اور روتھس چائیلڈ خاندان کے افراد بھی اس کانفرنس میں موجود تھے اور سابق امریکی وزیر خارجہ اور یہودیوں کے ممتاز رہنما ہنری کسنجر کے بغیر تو شاید یہ کانفرنس منعقد ہی نہ ہوتی۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی' ڈنمارک کی مشہور شخصیت اینڈ ایلڈرپ بھی موجود تھے۔دنیا کے سب سے طاقتور مرد اور چند خواتین جو بلڈر برگ کانفرنس میں شریک ہوئے انہیں انتہائی سخت سکیورٹی فراہم کی گئی ہے۔خود بلڈر برگ کی ویب سائٹ کے مطابق بلڈر برگز (بلڈر برگ گروپ کے ارکان) کو انگلستان کی ایم آئی 6' امریکی سی آئی اے' اسرائیلی موساد اور جرمنی کی اسپیشل فورسز اور سیکرٹ پولیس تحفظ فراہم کر رہی ہیں کی کانفرنس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔اینڈرز ایلڈرپ کے بارے میں آپ کو بتاتے چلیں کہ یہ شخص (Danish Oil and natural gas) کا چیئرمین ہے مگر اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ شخص ایلڈرپ نامی عورت کا شوہر ہے جو جیلنڈز پوسٹن اپلیٹکنز نامی اس پبلی کیشن فرم کی مینجنگ ڈائریکٹر ہے جس نے سب سے پہلے توہین رسالت پر مبنی کارٹون شائع کیا تھا۔ بلڈر برگ گروپ جنگ عظیم دوم کے بعد بنا اور اس کے بنانے والے برطانوی شہزادہ پرنس فلپ (جو قاتل شہزادے کے نام سے معروف ہے) اور نازی ایس ایس ہالینڈ کے پرنس برنارڈ تھے۔ یہ گروپ دنیا کے مالیاتی بڑوں کی نمائندگی کرتا ہے جو امریکی و برطانوی رہنماؤں کی سرکردگی میں باہم ملتے ہیں اور بڑے اسٹریٹجک معاملات پر مشترک لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ایک ہی مثال سے آپ کو بات بآسانی سمجھ میں آ جائے گی کہ بلڈر برگ گروپ والے کن اسٹریٹجک معاملات پر مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے جمع ہوتے ہیں۔1973ء کو سویڈن میں اسٹاک ہوم کے قریب سالٹس جوباڈن کے مقام پر ہونے والی بلڈر برگ کی کانفرنس میں رائل ڈچ شیھل کے 1973ء کے منصوبوں کیلئے مشترکہ طور پر حتمی فیصلے ہوئے۔ یہ منصوبے اکتوبر 1973ء کے مشرق وسطی کی جنگ اور عربوں کی طرف سے تیل کی سپلائی منقطع ہونے کے بعد کی صورتحال سے نمٹنے کیلئے بنائے گئے تھے۔جاپان اور یورپ کو لوٹ کر امریکی ڈالر کو استحکام اور اٹلانٹک بینکنگ سسٹم کو دوام بخشنا اس کانفرنس کا اولین مقصد تھا۔

5 مئی 2005ء کی بلڈر برگ گروپ کی کانفرنس کے حوالے سے ویبسٹر گرفین نے اپنے آرٹیکل میں لکھا ہے ''اس بات کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں کہ (توہین رسالتؐ پرمبنی) گستاخانہ خاکوں کے ذریعے اشتعال پھیلانے کا منصوبہ اس کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا' گریفین کا کہنا تھا کہ ''اس اشتعال کا مقصد واضح تھا' اب تک مسلمان امریکہ' برطانیہ اور اسرائیل کیلئے نفرت کے جذبات رکھتے تھے مگر خاکوں کی اشاعت کے بعد ڈنمارک' ناروے' فرانس اور جرمنی مسلمانوں کی شدید نفرت کا ٹارگٹ بن چکے ہیں۔ یوں سیموئیل ہینگسٹن کے تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو ایک حقیقت ثابت کرنے کیلئے راہ ہموار ہوگئی ہے۔ گرفین کے مطابق ''یورپ اب ایران کے خلاف جنگ کرنے کیلئے پہلے کی نسبت زیادہ حمایت فراہم کرنے کی پوزیشن میں آ گیا ہے۔ فلسطین میں جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والی قیادت حماس کے حوالے سے یورپ کا وہ رویہ بہت کچھ سمجھا رہا ہے جو اس نے فلسطین کو دی جانے والی تمام امداد روک کر اپنایا ہے۔''

بحوالہ The MUhammad (PBUH) artoon Rerniting Europ for Bush war on iran by webster griffin) ویبسٹر گریفین نے ایک اور اہم نقطے کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے مطابق شام' ایران اور لبنان میں ڈنمارک کے سفارت خانے جلائے جاچکے ہیں۔ یہ سب اچانک نہیں ہوا بلکہ کرایوں پر بھرتی کیے ہوئے مظاہرین نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ بیروت میں اقوام متحدہ کے اہلکاروں نے بھی سی این این کو یہ بتایا کہ ''ہمیں پرتشدد مظاہروں کا پہلے سے علم تھا' یہ تمام تر صورتحال یورپی عوام کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے کہ مغرب اور مسلم دنیا کے ساتھ تہذیبوں کا تصادم اب ایک طے شدہ امر بن چکا ہے۔ جرمنی' فرانس' بلجیم اور دیگر یورپی ممالک نے 2003ء میں ایران پر حملے کا بش اور بلیئر کا منصوبہ مسترد کر دیا تھا۔ اسی وقت سے امریکی و برطانوی اٹلانٹک انٹیلی جنس یورپی حکمران کو سبق سکھانے کا تہیہ کر چکی تھی۔ جرمنی چانسلر شیروڈر کی جگہ مسز مرکل لائی گئیں جو وال اسٹریٹ اور سٹی آف لندن کی کٹھ پتلی ہیں۔ فرانس میں صدر شیراک سے یورپی یونین کا آئین تسلیم کرانے جیسی غلطی کرا کے ان کی صدارت کو انتہائی کمزور کر دیا گیا۔ صدر شیراک اس حالت پر پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے ایران کے خلاف ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے تک دھمکی دے دی ہے۔ یہ وہی شیراک تھے جو 2003ء میں ایران پر بش و بلیئر حملے کے سب سے بڑے مخالف تھے اور صرف ایک اس کی مخالفت پر حملہ رکوانے کی اکلوتی وجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ اب وہ دن ہوا ہوئے کہ جب صدر شیراک تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کی مخالفت کر رہے تھے۔ (بحوالہ: ویبسٹر گریفین' ایضاً) جیلنڈر پوسٹن نامی ڈنمارک کے اخبار میں توہین آمیز خاکوں کا چھپنا کوئی اسی غلطی نہیں جو نادانستہ طور پر سرزد ہوئی۔ یہ ایک گہری سازش ہے مسلمانوں کو گھیرنے کی۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا کہ مسلمان وہ کون سا راستہ اختیار کریں جو اپنے اثر کے لحاظ سے موثر ترین اور ردعمل کے لحاظ سے اینٹ کے جواب میں پتھر ہو۔ اکثر یہی جواب سننے میں آئے گا کہ مسلمان سوائے چیخنے چلانے کے اور کر بھی سکتے ہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کے پاس ایک دو نہیں کئی ہتھیار ہیں جن کا بہترین استعمال ہی ڈنمارک کے اخبار سے شروع ہونے والی خباثت بھری سازش کا جواب ہے۔ ان میں سے ایک ہتھیار وہ ہے جس کے استعمال کا ملائیشیا کے سابق وزیراعظم مہاتیر محمد نے کچھ عرصہ قبل مشورہ دیا تھا۔ مہاتیر محمد کا کہنا تھا ''اب گلے شکوے کرنے کا وقت گزر چکا ہے وہ وقت آ چکا ہے کہ ''ڈالر'' کو دفن کر دیا جائے۔ مہاتیر کا یہ مشورہ ان کی دوراندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اصلی رہنما آنے والے حالات کو پہلے سے ہی بھانپ لیتے ہیں۔ گریفین کے الفاظ میں ڈالر کا گرنا ہی انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (imf) اور وولفوٹز کے ورلڈ بینک کا گر جانا ہے جو دنیا بھر کی سازشوں کو پروان چڑھانے کیلئے عظیم ترین انجمنوں کا کام کر رہے ہیں۔

http://www.kitaabghar.com

مغربی تہذیب' اسلام دشمنی کے عمیق اسباب

کوئی سمجھے یا نہ سمجھے' کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ڈنمارک میں شائع ہونے والے اہانت آمیز خاکے اس عیسائی اور مغربی ذہنیت کا اظہار ہیں جو اسلام' پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں صدیوں سے مغرب کے دل و دماغ میں موجود ہے۔ ممتاز نومسلم سکالر علامہ محمد اسد نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''دی روڈ ٹو مکہ'' کے دیباچے میں بڑی تفصیل سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے کہ اسلام کے بارے میں مغربی اقوام کا رویہ معاندانہ کیوں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صلیبی جنگوں سے پہلے کی صدی اور پھر صلیبی جنگیں تہذیب مغرب اور اس کے ماننے والوں کے حافظے میں اس طرح موجود اور برسر کار ہیں جس طرح ایک انسان کے بچپن کی یادیں' تعصّبات' ہمدردیاں اور مخالفتیں ساری زندگی اس کے ساتھ رہتی ہیں اور وہ ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اسد نے جب اپنی مذکورہ کتاب لکھی تو اس وقت تک ''تہذیبوں کے تصادم'' نام کی کوئی تھیوری پیش نہیں کی گئی تھی اور کتاب کے تحریر کیے جانے کے وقت مسلمانوں اور مغربی اقوام کے درمیان کوئی گرم محاذ بھی کھلا ہوا نہ تھا۔ مسلمان بالعموم دنیا میں پسماندہ تھے۔ سیاسی آزادی سے بھی محروم تھے اور مغرب کی کسی فکری یا نظریاتی یلغار کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھے۔ اس پوزیشن میں تو وہ اب بھی وہ پوری طرح نہیں ہیں لیکن پچھتر اسی سال پہلے تو مسلمان اور بھی کمزور پوزیشن میں تھے۔ اس وقت علامہ اسد کی باریک بین نگاہوں اور ان کے ذہن رسا نے مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان تصادم کے عمیق اسباب کا تعین کر لیا تھا۔ آج تو ڈنمارک کے وزیراعظم کہتے ہیں کہ گستاخانہ خاکوں کا معاملہ صرف ان کے ملک تک محدود نہیں رہا یہ ''یورپ بمقابلہ عالم اسلام'' کا رنگ اختیار کر چکا ہے۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا ہے کہ اسلام' تہذیبوں کے تصادم پر یقین نہیں رکھتا اور او آئی سی کے ارکان کو عالمی سطح پر یکہ و تنہا رہ جانے کے خدشے اور اندیشے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ وزیراعظم شوکت عزیز تہذیبوں کے تصادم کے نظریئے کو درست مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں' خاکوں کی اشاعت' اس پر مسلمانوں کے ردعمل نیز ڈنمارک کے وزیراعظم اور ان کی حکومت اور متعلقہ اخبار یا اخبارات کے ایڈیٹروں کے اظہار افسوس اور اظہار ندامت کرنے اور معافی مانگنے سے انکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصادم کی جڑیں بہت گہری ہیں اور تنازع صرف آزادی اظہار کی حدود و انداز کا نہیں ہے۔ غلام محمد اسد نے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے درمیان مخاصمت کے عوامل کی جو تشخیص پون صدی پہلے کی تھی اس کی ایک دو جھلکیاں میں آپ کو انہی کے الفاظ میں دکھانا چاہتا ہوں۔ اسد لکھتے ہیں:

What Oidentals think and feel about Islam today is rooted in impressions that were born during the rusades.

'The rusades!' exlaimed my friend. 'You don't mean to say that what happened nearly a thousand years ago ould still have an effet on people of the twentieth entury?'

But it does! I know it sounds inredible; but don't you remember the inredulity whih greeted the early disoveries of the psyhoanalysts when they tried to show that muh of the emotional life of a mature person and most of those seemingly unaountable leanings, tastes and prejudues omprised in the term "idiosynrasies" an be traed bak

to the experienes of his most formative age, his early hildhood? Well, are nations and ivilizations anything but olletive individuals? Their development also is bound up with the experienes of their early hildhood. As with hildren, those experienes may have been pleasant or unpleasant; they may have been perfetly rational or, alternatively, due to the hild's naïve misinterpretation of an event, the moulding effet of every suh experiene depends primarily on its original intensity. The entury immediately preeding the rusades, that is, the end of the first millennium of the hristian era, might well be desribed as the early hildhood of Western ivilization.'

آ گے چل کر وہ مزید کہتے ہیں:

The traumati experiene of the rusades gave Eupose its ultural awareness and its unity; but this same experiene was destined heneforth also to provide the false olour in whih Islam was to appear to Western eyes. Not simply beause the rusades meant war and bloodshed. So may wars have been waged between nations and subsequently forgotten, and so many animosities whih in their time seemed ineradiably have later turned into friendships. The damage aused by the rusades was not restrited to a lash of weapons; it was, first and formost, an intelletual damage the poisoning of the Western mind against the Muslim world through a deliberate misrepresentation of the teahing and ideals of Islam. For, if the all for a rusade was to maintain its validity, the Prophet of the Muslims had, of neessity, to be stamped as the Anti-hrist and his religion depited in the most lurid terms as a fount of immorality and perversion. It was at the time of the rusades, that the ludirous notion that Islam was a religion of rude sensualism and brutal violene, of a purifiation of the heart, entered the western mind and remained there; and its was then that the name of the Prophet Muhammad the same Muhammad who had insisted that his own followers respet the prophets of other religions was ontemptuously transformed by Europeans into 'Mahound.'

آپ دیکھیں گے کہ اسد کے نزدیک مغربی تہذیب کی نفسیات میں صدیوں سے یہ سوچ موجود ہے کہ اسلام ان کا دشمن ہے اور نعوذ باللہ پیغمبر اسلام ایک ایسے مذہب کے بانی ہیں جو غیر مہذب ہے۔ اسد کی اس تشخیص میں جس قدر صداقت ہے۔ حالیہ واقعات نے اس کو ہمیشہ سے بڑھ کر واضح اور نمایاں کر دیا ہے۔ پاکستان کی یہ تجویز مفید ہے کہ خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والے بحران پر غور کرنے کیلئے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلایا جانا چاہیے۔ یہ اجلاس جبھی موجودہ بحرانی کیفیت میں کوئی موثر کردار ادا کر سکے گا جب او آئی سی کے وزرائے خارجہ تنازعے

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

کی تہہ تک جانے کی کوشش کریں گے اور محض ''گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے'' تک محدود نہیں رہیں گے۔ بدقسمتی سے او آئی سی کا اب تک کا کردار امریکہ اور مغرب کے حوالے سے زیادہ اعتماد افزا اور جاندار نہیں رہا۔اب اسے امید افزا اور جاندار بنانا مقصود ہے تو مسلمان وزرائے خارجہ کی سوچ میں خوداعتمادی اور آزادی عمل پیدا ہونی ضروری ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ وزرائے خارجہ بعض فرسودہ کلیشے کے اعادے سے زیادہ کچھ نہیں کرسکیں گے لیکن میری دانست میں خاکوں کی اشاعت ایک خیر مستور بھی ثابت ہو رہی ہے جس نے عالم اسلام کو جھنجھوڑا ہے نیز امہ کے تصور کو مضبوط کیا ہے۔ ہمارے اکثر و بیشتر لبرل دانشور یہ کہنے کے عادی ہیں کہ امہ کا تصور بے معنی ہے اور امہ نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔وہ خاکوں کی اشاعت پر سامنے والے ردعمل کو دیکھیں جو مراکش سے انڈونیشیا تک بالکل یکساں ہے تو انہیں بآسانی سمجھ آجائے گا کہ عالم اسلام ایک مخصوص معنوں میں ایک فطری اور عملی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ او آئی سی کے ارکان کی تعداد 58 ہے۔ان کے اپنے اپنے قومی مفادات ہیں۔ان میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ان کے درمیان مسلح تصادم بھی ہو جاتے ہیں لیکن فکر و عمل کے اشتراک اور اتحاد کی ایک زیریں لہر بھی پورے عالم اسلام میں موجود ہے۔ مجھے بتایا ہے کہ جب معاصر مسائل پر دنیا کے مختلف ملکوں اور براعظموں میں بسنے والے مسلمانوں کے ردعمل کا سروے کیا گیا تو ان کے جوابات میں حیرت انگیز مماثلت پائی گئی۔وہ ایک ہی طرح سوچتے تھے اس لیے امہ کو محض ایک واہمہ کہنا اب کسی ہوشمند مسلمان کیلئے ممکن نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ عرض کیا خاکوں کی اشاعت عالم اسلام کیلئے ایک خیر مستور ثابت ہوئی ہے جو ان کی سوچ اور عمل میں یکجائی اور یکجہتی پیدا کرنے کا باعث بنے گی اور شاید اسی وجہ سے او آئی سی بھی ایک زیادہ فعال تنظیم بن سکے۔

❁ ❁ ❁

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

مغرب کی اسلام مخالف انتہا پسندی

مغربی ممالک کے اخبارات میں آزادی اظہار کی آڑ میں بانی اسلام حضرت محمد کی مذموم ترین اہانت کی غلیظ مہم آزادی اظہار کی آڑ میں شروع کی گئی۔ آزادی اظہار کے علمبردار یہ بھول گئے کہ ہر آزادی کا سنگھار چند حدود وقیود اور پابندیوں سے ہوا کرتا ہے۔ بدلگام' بگٹٹ اور بے قابو آزادی معاشروں اور مملکتوں میں ہمیشہ افراتفری' انتشار' تصادم اور طوائف الملوکی پھیلانے کا موجب بنی ہے۔ مغرب کے چند اخبارات نے گزشتہ ڈیڑھ عشرہ سے اپنا یہ معمول بنا رکھا ہے کہ وہ آئے روز کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کی دلآزاری ہو۔ ایک ذمہ دار پریس ہی کا طغرائے امتیاز یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ قارئین کیلئے ایسے فکر انگیز مواد کو تزئین وتشکیل کے بعد زیور طباعت سے مرصع کرتا ہے جو ایک طرف جہاں قارئین کے علم میں اضافہ کا موجب بنے وہاں وہ انہیں ذہنی' فکری' نظری سطح پر نشاط' اہتزاز و ابتہاج کے آفاق کی توسیع پذیری میں مدد دے۔ امریکی صدر جنرل بش کے جنوب مشرقی ایشیاء کے دورے پر روانگی کا اعلان سامنے آتے ہی چند عاقبت نا اندیش مغربی اخبارات نے حضور اکرم کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چند ماہ قبل پہلے پہل جب یہ خاکے شائع ہوئے تو ڈنمارک کے اخبار کے مدیر نے اسے اپنی ادارتی پالیسی کا ایک حصہ قرار دیا۔ صدر بش وائٹ ہاؤس یا کیمپ ڈیوڈ میں عالمی رہنماؤں سے مذاکرات کر رہے ہوں یا وہ کسی بین الاقوامی فورم اور سیمینار سے خطاب کر رہے ہوں' وہ اکثر و بیشتر اپنے ہر بیان' تقریر' گفتگو اور بات چیت میں اس پر زور دیتے رہتے ہیں کہ امن عالم اور انسانیت کیلئے سب بڑا خطرہ انتہا پسندانہ تصورات و نظریات کا پرچار اور فروغ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا کو جسے باشعور اور سنجیدہ فکر دانشور جنت ارضی بنانے کیلئے بین المذاہب ہم آہنگی اور بیان الانسانی مکالمے کی افادیت اور اہمیت پر ایک تسلسل کے ساتھ زور دیتے آ رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں جب سرمایہ کارانہ نظام کے مخالف کمیونسٹ بلاک کے سرخیل سوویت روس کا انہدام ہو گیا تو امریکا کی رولنگ کلاس نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر دنیا کو ایک نئی فکر اور نظریے کے چنگل میں پھانسنے کیلئے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے خلاف جنگ کا ڈھول پیٹنا شروع کیا۔ دنیا کا کوئی بھی ذی شعور شہری انتہا پسندی اور دہشت گردی کو کسی بھی طور اپنے معاشرے اور مملکت میں پذیرائی' رسوخ اور نفوذ دینے کا حامی نہیں۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی واقعتاً ایک مذموم طرز فکر اور روش عمل کا نام ہے۔ انتہا پسند اور دہشت گرد عناصر دنیا کے ہر براعظم' ہر خطے' ہر ملک' ہر معاشرے اور ہر مذہب میں ہمیشہ سے موجود رہے ہیں لیکن دہشت گردی اور انتہا پسندی کی سرکوبی اور بیخ کنی کا عزم لے کر سرگرم عمل ہونے والا امریکا اور اس کے مجاز کار پردازان بذات خود تنگ نظری' قدامت پسندی' مذہبی جنون اور انتہا پسندی کا شکار ہو گئے۔ یہ درست ہے کہ لوہے کو لوہے سے کاٹا جا سکتا ہے لیکن انتہا پسندی کا انسداد و تدراک انتہا پسندی سے نہیں کیا جا سکتا۔ 1950ء سے 1990ء تک امریکی حکمرانوں نے کمیونزم کو انسانیت کیلئے ایک بڑے خطرے کے طور پر پینٹ کیا اور اس کی محافظ دنیا کی دوسری بڑی طاقت سوویت روس کے خلاف سرد جنگ کا آغاز کر دیا۔ کمیونزم کے اثرات کے تار و پود بکھیرنے کیلئے نصف صدی تک امریکی سرد جنگ کے الاؤ بھڑکاتے رہے لیکن جب کمیونزم اپنی جنم بھومی میں دم توڑ گیا تو امریکیوں نے دہشت گردی اور انتہا پسندی کا لیبل روح عسکریت سے سرشاران تمام مسلم شہریوں اور ممالک پر چسپاں کر دیا جنھوں نے سوویت روس کے انتہا پسندانہ اور توسیع پسندانہ استعماری عزائم کی بساط لپیٹنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ جب یہ مسلم ممالک اور ان کے شہری سوویت روس کے توسیع پسند سوشل سامراج کے راستے میں سیسہ پلائی دیوار بنے کھڑے تھے تو امریکی و مغربی میڈیا انہیں توقیر و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور عالمی برادری کے سامنے انہیں مجاہدین کے روپ میں پیش کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا کی بھڑکائی ہوئی اس سرد جنگ میں اگر مسلم شہریوں کا خون گرم شامل نہ ہوتا تو

سوویت روس آج بھی ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے امریکا کے مدمقابل سینہ تانے کھڑا ہوتا۔ عالمی برادری اس پر حیران ہے کہ اتنا عظیم کارنامہ انجام دینے والے مجاہدین کو عالمی ہیروز کے طور پر پیش کرنے کی بجائے امریکی و مغربی میڈیا نے انہیں ''مذہبی جنونی'' ''انتہا پسند'' اور دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف بدترین قسم کا میڈیا ٹرائل اور میڈیا وار شروع کردی۔ گویا امریکیوں نے طے کرلیا کہ 1990ء کے بعد سے ان کا حریف صرف اور صرف اسلام ہے۔ کمیونسٹ حریف کے خلاف تو اس نے محض سرد جنگ شروع کی تھی جبکہ عالم اسلام کے خلاف ہمہ جہتی گرم جنگ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ مغربی میڈیا نے اسلام، بانی اسلام، شعائر اسلامی اور مسلم اقدار و روایات کے خلاف بدبودار پراپیگنڈہ کا ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ حالیہ دنوں میں ڈنمارک اور کئی دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں بتکرار و باصرار شائع ہونے والے خاکے ایک تو مغربی اخبار نویسوں کی اسلام سے لاعلمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں اور دوسرا یہ ان کے خبث باطن کو ظاہر کرتے ہیں۔

ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت یقیناً سہواً نہیں ہوئی بلکہ انہیں عمداً بار بار شائع کیا گیا۔ اس پر آزادی اظہار رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی، تہذیبوں کے مابین مکالمے اور برداشت کے چیمپئن مغربیوں نے معذرت تک کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ یکم فروری 2006ء کو ان کارٹونوں کو ڈنمارک کے علاوہ ناروے، فرانس، جرمنی، اٹلی، اسپین، نیوزی لینڈ اور آئرلینڈ کے اخبارات نے بھی شائع کیا۔ اپنی اس شریرانہ اور مفسدانہ اشتعال انگیزی کی وکالت کرتے ہوئے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ان اخبارات کے ذمہ داران نے یہ موقف اپنایا کہ ''ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ایک سیکولر معاشرے میں مذہبی کٹرپن کی گنجائش نہیں ہے۔ سب سے پہلے یہ گستاخانہ خاکے ڈنمارک کے ایک کثیرالاشاعت اخبار نے کارٹون سازی کے مقابلے کا باقاعدہ انعقاد کروا کر تیار کروائے۔ اس مقابلے میں اخبار کو سو سے زائد کارٹون موصول ہوئے اور ان میں سے اخبار نے 12 گستاخانہ خاکے شائع کیے۔ یہ کتنی شرمناک اور گھناؤنی حرکت تھی کہ اخبار نے اسلام بیزاری اور مسلم دشمنی کے کٹر صلیبی جنگی جنونی جذبات سے مغلوب ہو کر ایک ایسا گستاخانہ خاکہ شائع کیا جس میں نبی رحمت، محسن انسانیت کو ایک ایسا عمامہ پہنے ہوئے دکھایا گیا جو بموں اور میزائلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر ابتداء میں ڈنمارک کے اسلامی مراکز کے عہدیداران نے احتجاج کیا۔ اخبار کے ایڈیٹر نے صحافتی اخلاقیات سے انحراف کرتے ہوئے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اس احتجاج کو مسترد کر دیا اسی پر بس نہیں بلکہ جب ڈنمارک کے مسلمانوں نے اخبار کے ایڈیٹر سے ملاقات کرنا چاہی تو اس نے ملاقات سے بھی انکار کر دیا۔ شروع میں ڈنمارک کی حکومت کا رویہ بھی انتہائی ناشائستہ اور ناپسندیدہ رہا۔ حکومت نے مسلمانوں کی تالیف قلب کرنے کی بجائے اخبار کی مکمل حمایت اور اس کے عملے کو تحفظ دینے کے عزم کا اعادہ کیا۔ ڈنمارک کے وزیراعظم اینڈرسن نے 3 فروری 2006ء کو سفارتکاروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی بھونڈے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا ڈنمارک کی حکومت نے جس حد تک ہو سکتا تھا آزادی رائے اور آزادی اظہار کے بارے میں اپنا موقف واضح کر دیا ہے اور وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اپنے ملک کے اخبارات کو وارننگ دے سکیں تاہم انہوں نے کہا کہ وہ اس پر مطمئن ہیں کہ اخبار نے معذرت کر لی ہے۔ خبر و نظر کی دنیا سے تعلق رکھنے والے ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ مذکورہ اخبار کے مدیر کی معذرت انتہائی ڈھیلی ڈھالی اور گول مول تھی۔ بعدازاں اس اخبارات کے ساتھ یورپی یونین کے دیگر رکن ممالک نے عجیب و غریب اور ناقابل فہم قسم کا اظہار یکجہتی کیا۔ آزادی رائے کے ساتھ اس صیہونی دانشور اور صحافی انتہا پسندی کے جذبات سے سرشار ہو کر صرف اور صرف اسلام کی تذلیل اور مسلمانوں کی اہانت کیلئے بطور ایک ہتھیار کے استعمال کر رہا ہے۔ ابھی ڈنمارک کے اخبار کا زخم تازہ ہی تھا کہ پیرس سے شائع ہونے والے اخبار ''فرانسوا سواغ'' نے اس گستاخانہ خاکے کو دوبارہ شائع کیا۔ اخبار کے مالک نے گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے ایڈیٹر کو برطرف کر دیا اور مسلمانوں اور ان تمام لوگوں سے معذرت کی گستاخانہ خاکے کی اشاعت سے جنہیں صدمہ پہنچا تھا۔ فرانسوا سواغ کے علاوہ جرمنی کے ''ڈائی ویلٹ''، اٹلی کے ''لاس ٹیمپا'' اور سپین کا ''ایل پیریڈیکو'' بھی اس مذموم مہم میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سوال اٹھایا گیا کہ ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کیا واقع آزادی اظہار سے تعلق رکھتی ہے۔ سی این این، بی بی سی اور اسی طرح کے دیگر مغربی نشریاتی اداروں نے مسلمانوں کو اپنے تئیں سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ان گستاخانہ خاکوں پر برافروختہ ہونے کی بجائے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ گستاخانہ خاکہ کیا ہوتا ہے۔

وہ اس پر زور دیتے رہے کہ عالم اسلام کے شہریوں کو مغربی حکومتوں کے موقف کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ساتھ ہی تمسخر اڑاتے ہوئے صحافیانہ آزادی کا استعمال اس رائے کو پلانٹ کرنے کیلئے کیا کہ چونکہ مسلمان ملکوں میں شہریوں کو اظہاری اور صحافتی آزادی اس حد تک حاصل نہیں جتنا کہ یورپ اور مغربی ملکوں کے شہری اس سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ جن اخبارات کے ایڈیٹروں نے معذرت کی ان کی مذہبی انتہاپسندی کا بھی عالم یہ تھا کہ معذرت کرتے ہوئے بھی وہ یہ کہتے رہے ''ہم اس بات پر پشیمان نہیں کہ ہم نے گستاخانہ خاکے کیوں بنوائے اور شائع کیے لیکن ہم صرف اس پر معذرت کر رہے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوئی ہے'' نظری قسم کی بحثیں شروع کردی گئیں۔

البتہ اس بحثوں کے دوران وہ یہ بھول گئے کہ ہر شخص کی آزادی دوسرے کی ناک پر ختم ہوجاتی ہے۔ مغربی اخبارات میں شائع ہونے والے یہ گستاخانہ خاکے بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک خاص پلاننگ کے تحت یورپی یونین کے رکن ممالک نے شائع کیے تاکہ جب امریکی صدر بش دنیا کے دورے پر نکلیں تو انہیں ناخوشگوار حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑے۔ عالم یہ ہے کہ اس وقت پاکستان سمیت عالم اسلام کے تمام ممالک میں یورپی یونین کے اخبارات کے غیر دانشمندانہ اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کے خلاف احتجاج باقاعدہ ایک تحریک کے روپ میں ڈھل چکا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی اس تحریک کو لاٹھی' گولی' کرفیو اور ریاستی مشینری کے کسی بھی قسم کے تشدد سے دبایا نہیں جاسکتا۔ یوں تو صدر بش اور ان کا حواری یورپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تحمل' رواداری اور برداشت کے ''سرمن'' دیتے نہیں تھکتے لیکن وہ آزادی اظہار کو انتہاپسندانہ نظریات کے فروغ کیلئے استعمال کرنے والے مغرب کے گٹر پریس کی کھلے الفاظ میں مذمت بھی کرنے سے کتراتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ اور یہ روش ظاہر کرتی ہے کہ صدر بش ہوں یا مغربی ممالک کے ان کے حواری حکمران' دونوں مغربی' صلیبی انتہاپسندوں سے خائف اور ہراساں ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ہندوستان پہنچنے سے قبل امریکی صدر بش نے مختلف ٹی وی چینلز کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک بار پھر حکومت پاکستان کو انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے جملہ توانائیاں بروئے کار لانے کی تلقین کی ہے۔ انہوں نے بھارتی لابیوں کو خوش کرنے کیلئے پاکستان میں دہشت گردوں کے گرین کیمپوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ایک بھی ایسا کیمپ موجود نہیں۔ صدر بش کے اس بیان سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ پاکستانی وزارت خارجہ اور دیگر حکومتی ارباب حل وعقد امریکی حکام کو دہشت گردی کے خلاف جاری اپنی سرگرمیوں سے بکمال وتمام آگاہ کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ دہشت گردی کیوں جنم لیتی ہے؟ انتہاپسندی کو بال و پر پھیلانے کے مواقع کیوں ارزاں ہوتے ہیں۔ اس کا جواب صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے ایک امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ اور امریکی جریدے نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے بخوبی دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ''اسلام امن پسند اور انسانیت کی ترقی اور خوشحالی کا داعی دین ہے' اسلام کا جدیدیت سے کوئی تصادم نہیں مغرب تک اسلام کی حقیقی تصویر ان کی عدم مساعی اور لاعلمی کے باعث نہیں پہنچی'' سچ تو یہ ہے کہ امریکی حکام' عوام اور اس کے حلیف مغربی ممالک کے مقتدر طبقات اور شہریوں کو اپنی سوچ اور رویوں میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیے۔ ان کے تھنک ٹینکس اپنے عوام کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش نہیں کر رہے۔ اسلام ترقی' جدید سائنس اور نئے علوم کا کسی طور بھی مخالف نہیں۔ امریکا اور مغرب کے ذمہ داران کو بھی یہ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ عالم اسلام کے شہریوں کی اکثریت جنگ سے نفرت کرتی اور امن سے محبت کرتی ہے لیکن جب کوئی عالمی طاقت پیشگی حملہ کی ڈاکٹرائن کے تحت افغانستان اور عراق ایسے مسلم ممالک کے نہتے اور معصوم شہریوں پر وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے بموں اور میزائلوں کی بارش کرکے ان کے گھروں اور شہریوں کو راکھ کا ڈھیر بنادیں گے تو ردعمل میں وہ چیخنے' رونے اور چلانے کا حق تو رکھتے ہیں۔ امریکا و مغرب کے ذمہ داران کو بھی تنگ نظری چھوڑنا ہوگی۔ ان کے میڈیا کو اسلام مخالف انتہاپسندانہ نظریات ترک کرنا ہوں گے اور یہ باور کرنا ہوگا کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے دنیا میں انتہاپسندی جنم لے رہی ہے۔ یہی انتہاپسندی بقول صدر مملکت بعد ازاں دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔

http://www.kitaabghar.com

مغربی مفکرین کا فکری انتشار

اسلامی ممالک اور یورپ کے بڑے شہروں میں مسلمانوں کی جانب سے توہین رسالتؐ کے حوالے سے ہونے والے حالیہ مظاہروں نے فکری اعتبار سے مغربی مفکرین اور حکومتوں کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ ایک مکمل نوعیت کی آزادی اظہار رائے پر یقین رکھتے ہیں اور اس حوالے سے کسی مصالحت یا کسی استثنٰی کیلئے راضی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دنیا میں جمہوریت اور جمہوری عمل کے فروغ کو نقصان کا خدشہ ہے تاہم دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ جمہوریت اور دنیا میں جمہوری اقدار کا فروغ ایک حساس اور پیچیدہ عمل ہے جو بڑی ذمہ داری، مختلف قوموں اور طبقہ فکر کے درمیان افہام و تفہیم، باہمی رواداری اور ایک دوسرے کی روایات کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے۔ اس گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ بلا حدود قیود آزادی اظہار رائے کی حکمت عملی طویل المعیاد نہیں ہوسکتی۔ ایک نہ ایک دن اس اہم جمہوری قدر کی حدود معین کرنا ہوں گی اور اس کیلئے اخلاقیات اور قواعد وضوابط ترتیب دینا لازمی امر ہوگا چنانچہ ان کے نزدیک آزادی اظہار رائے کو بنیاد بنا کر کوئی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنا جمہوریت کیلئے زیادہ نقصان دہ ہے۔ موخر الذکر مکتبہ فکر اس بات کا بھی قائل ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط یہ طے کرنے کی اجارہ داری کسی ایک فکری نظام کسی ایک کلچر یا تہذیب کے پاس نہیں ہے اس لیے اگر اہل مغرب اپنے آزادی اظہار رائے کے اصول پر اسی طرح ڈٹے رہیں گے تو مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی ذات اقدس کے حوالے سے کوئی گستاخی برداشت نہ کریں خود مغرب کی عیسائی تنظیموں نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بلاشبہ وہ آزادی اظہار رائے کے مکمل حامی ہیں لیکن اگر کوئی حضرت عیسیٰؑ یا حضرت مریمؑ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرے تو ان کی بھی لازماً دل آزاری ہوگی اور وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں احتجاج کریں گے۔ یہاں اس بات کا تقاضہ بھی کیا جارہا ہے کہ مسلمان ممالک میں مغرب کے خلاف پائے جانے والے جذبات کا سنجیدہ مطالعہ وتجزیہ کیا جائے۔ ہم نے جن دو فکری طبقات کا مذکورہ بالا سطروں میں ذکر کیا ہے۔ ان کی واضح مثال خود سیکنڈے نیوین ممالک ہیں جن کی سیاسی پالیسیاں عام طور پر باہمی اتفاق اور مشترکہ مفادات واقدار کی ترجمانی کرتی ہیں لیکن توہین رسالت کے حوالے سے ان میں واضح اختلاف دیکھنے میں آیا ہے۔ ڈنمارک جہاں کے اخبار جیلانڈ پوسٹن نے اس سنگین اور مذموم معاملے کی ابتدا کی تاحال اپنی مکمل نوعیت کی آزادی اظہار کی پالیسی کے دفاع پر قائم ہے اور پہلے فکری طبقے کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ سویڈن اور ناروے کا کہنا ہے کہ کسی کے دینی جذبات سے کھیلنا صحیح نہیں ہے اور وہ ایسا کرنے والوں کے ساتھ شامل ہونا یا شامل سمجھا جانا پسند نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے سویڈن اور ناروے دوسرے طبقہ فکر میں شامل ہیں۔ مغربی تہذیب کا ایک غالب اور نمایاں فکری عنصر یہ رہا ہے کہ عمومی معاشرتی زندگی میں اور خاص طور پر جمہوریت کے مقابلے میں دینی وروحانی اقدار کو کبھی بھی خاطر خواہ اہمیت نہیں دی گئی۔ سائنسی علوم کی ترویج وترقی نے عوامی سطح پر سائنسی طرز فکر کو جنم دیا اور اہل مغرب کو صرف محسوس کیے جاسکنے والے اور سائنسی اعتبار سے تصدیق کیے جاسکنے والے حقائق ومظاہر تک محدود کر دیا۔ اس کے نتیجے میں عقلیت پرستی پیدا ہوئی اور مذہبی وروحانی اقدار سے دوری نے مادہ پرستی کو جنم دیا۔ چرچ کی دی ہوئی مذہبی وروحانی اقدار میں قدامت پرستی جمود اور رہبانیت غالب تھی۔ اس لیے اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس نئی ہمہ وقت بدلتی ہوئی زندگی کی رونقوں اور توانائیوں سے بھرپور طاقتور فکری انقلاب کا مقابلہ کر سکے چنانچہ چرچ نے بھی اس نئے فکری نظام کو اپنانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ آج عقلیت پرستی اور مادہ پرستی مغربی نظام فکر اور معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں پر پوری طرح غالب ہے۔ مغرب کے فکری حلقے مذہبی وروحانی اقدار کے قائل طبقات کو اب کبھی سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ ڈنمارک کے اخبار جیلانڈ پوسٹن کی گستاخی رسولؐ کے حوالے سے مذموم اخبارات اصل میں فکری اعتبار سے اسی تاریخی پس منظر میں تھی اور اس پس منظر کے باعث ابتداً ان مظاہروں کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔ مغرب کے عالمی غلبے اور نوآبادیاتی نظام کے ذریعے سے عقلیت پرستی اور مادہ پرستی بمقابلہ دین وروحانیت کی کشمکش اسلامی ممالک میں بھی متعارف ہوئی۔ مغرب نے اپنے فکری تہذیبی اور ثقافتی غلبے کیلئے تمام وسائل اور طاقت کا استعمال کیا اور کر رہا ہے۔ ابتداً مغربی اہل فکر نے عیسائیت اور اسلام کے درمیان فرق کو نہیں پہچانا۔ عیسائیت پر آسانی سے غلبہ پالینے سے حاصل ہونے والی

خوداعتمادی اور اپنی مادی، عسکری اور استعماری سبقت کے پیش نظر یہی خیال کیا گیا کہ اسلام پر بھی آسانی سے وہ اپنی گرفت مضبوط کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے تاہم راقم الحروف کے خیال میں مغرب کو اپنے نامزد وسائل اور طاقت کے استعمال کے باوجود اس ضمن میں بہت جزوی اور نہایت سطحی کامیابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اسلامی ممالک میں مغرب کی عقلیت پرستی اور مادہ پرستی کم از کم ان طبقات ومفکرین پر اپنا رعب اور دبدبہ بالکل نہیں جما سکی جو اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تصور کرتے ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ طبقات ومفکرین تعمیری نوعیت کی معقولیت پسندی یا مادی رہن سہن کے مخالف نہیں لیکن اسلام کی عطا کردہ روحانی واخلاقی اقدار کو مادیت پر مقدم جانتے ہیں اور عقلیت پرستی کو بھی قرآنی بصیرت کا محکوم رکھتے ہوئے انسانی اعمال کی حدود اللہ کے اندر رہنے کا پابند سمجھتے ہیں۔

آزادی اظہار رائے پر بھی اسی اصول کا اطلاق کرتے ہوئے اسلامی معاشروں میں اس کی بھی حدود وقیود متعین ہیں۔ دور جدید میں عملی اعتبار سے اگرچہ مسلمان اسلام کو بحیثیت نظام کے نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں تاہم نظریاتی اعتبار سے مسلمانوں کی اسلام سے والہانہ وابستگی، پیغمبر اسلام حضرت محمد سے والہانہ عقیدت اور مغربی افکار کو صرف جزوی اعتبار سے قبول کرنا اب مغربی مفکرین کیلئے فکری بے چینی اور انتشار کا سبب بن رہا ہے۔ یہ بے چینی وانتشار خصوصاً دائیں بازو کی جماعتوں اور مفکرین میں بہت زیادہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ دائیں بازو کے زیر اثر ذرائع ابلاغ اسلام کے متعلق کوئی مثبت بات سننے کیلئے تیار نہیں اور اسلام کے متعلق ہرزہ سرائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہاں اپنے پاکستانی قارئین کو یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈنمارک میں اس وقت دائیں بازو کی جماعت برسراقتدار ہے اور جیلانڈ پوسٹن پچھلے کئی برسوں سے اسلام اور مسلمانوں کی توہین اور اسلامی ممالک کے خلاف زہر اگلنے میں سرگرم رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دائیں بازو کے مفکرین اور جماعتیں اس خصوصیت کے ساتھ اسلام کے خلاف کیوں سرگرم عمل ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کمیونزم کے زوال کے بعد بائیں بازو کی فکر وطاقت کو مغرب میں بھی پسپائیت اختیار کرنا پڑی سرمایہ دارانہ نظام کی جیت نے جو کہ دائیں بازو کی جماعتوں کا فلسفہ اور ایجنڈا لے کر کامیاب اور فاتح ٹھہرا۔ دائیں بازو کے مفکرین وجماعتوں کو ایک نئی طاقت بخشی۔ عقلیت پرستی اور مادہ پرستی کی سوچ کو تمام دنیا میں رائج کرنے کیلئے گلوبلائزیشن کے ذریعے اب نئے اہداف دیئے گئے اور اس فلسفہ زندگی کا نیا ایڈیشن نیولبرل ازم کے عنوان سے موسوم وجاری کیا گیا۔ اب یہ ایڈیشن اہل مغرب اور مغربی فکر کیلئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو قرآن کریم کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے حاصل ہے۔ اس ایڈیشن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عقلیت پرستی مادہ پرستی اور مادر پدر آزادی اپنی انتہائی شکل میں سامنے آئی ہے۔ تمام دنیا کو ہر اعتبار سے صرف ایک منڈی تصور کیا گیا ہے۔ انسانوں کو صرف ایک صارف کے طور پر دیکھا گیا ہے تمام انسانی مساعی انسانی خوشیاں ومسرتیں لطف راحتیں اور کامیابیاں صرف اور صرف زیادہ سے زیادہ مادی اشیاء خدمات کے صرف onsume کرنے سے متعلق بنائی گئی ہیں۔ انسانی زندگی کا مقصد انفرادی سطح پر زیادہ سے زیادہ معاشی سرگرمیوں میں ملوث ہونا اور اجتماعی سطح پر اپنے ملکوں کی معیشت کو بہتر سے بہتر بنانا قرار دیا گیا ہے۔ اخلاقی اور روحانی اقدار کیلئے اس نئے فکری نظام میں کوئی جگہ نہیں۔ روحانی اقدار کی غیر موجودگی کے باعث پیدا ہونے والی خلا کو فحش لچر ٹی وی پروگراموں فلموں بے ہنگم موسیقی نشہ آور ادویات کے استعمال کثرت شراب نوشی جو اعورت کی آزادی کے نام پر لی گئی جتنی آزدی ہم جنس پرستی اور اسی نوعیت کی دیگر خباثتوں اور وحشیانہ پن سے پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس معاشرتی نظام کی بھی ایک زندہ مثال خود ڈنمارک ہے۔

ان حالات میں اسلام اس نئے مغربی فکری تہذیبی وثقافتی غلبے کی راہ میں نہ صرف ایک رکاوٹ ہے بلکہ ایک متبادل تعمیری اور جاندار فکری وعملی نظام اور انفرادی واجتماعی زندگی کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرنے کے باعث اس مغربی فکر کا متبادلہ ومدمقابل ہے۔ وہ مسلمان جو اسلام کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات کو عملاً اپنی زندگی میں اختیار کرتے ہیں وہ نہ صرف اس نیولبرل ازم دی ہوئی لعنتوں کو مسترد کرتے ہیں بلکہ حقیقی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مغرب کے نظریاتی حملوں کا جواب اس بات سے دیتے ہیں کہ صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ خود اہل مغرب اور تمام کرہ ارض کے انسانوں کی بقاء اور نجات اسلام کے روحانی واخلاقی اقدار پر مبنی نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔

ترکان احرار اور یہود نواز آسٹروی جج

19 فروری (اتوار) کو لاکھوں ترکوں نے استنبول میں یورپ کے اندر سرور کونین محمدؐ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف کمال نظم وضبط کا مظاہرہ کیا۔ وہ ڈنمارک' اسرائیل اور امریکہ کے خلاف پرجوش نعرے لگا رہے تھے۔ اس مظاہرے کا انتظام اسلامی اخوت پارٹی نے کیا تھا' جس کے رہنما ساتھ ساتھ لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کر رہے تھے کہ ترک مسلمانوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے غم وغصے کی علامت ہے اور ظلم کے خلاف مزاحمت جاری رہے گی۔

ترکی 99 فیصد مسلم اکثریت کا ملک ہے اور فرقہ بندی سے بڑی حد تک پاک ہے۔ گزشتہ ہفتے کے دوران میں تقریباً ہر روز ترک شہروں میں توہین آمیز خاکوں کے خلاف مظاہرے ہوتے رہے' جو پاکستان کے برعکس انتہائی پرامن تھے' جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں وزیراعظم رجب طیب اردگان برسراقتدار ہیں' جو اگرچہ ''اردگا'' یعنی ''عسکری'' کہلاتے ہیں' مگر عسکری پیشے سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور انہوں نے اقتدار کسی حادثے میں نہیں ہتھیایا۔ وہ ترکوں کے منتخب اور محبوب رہنما ہیں اور استنبول کے میئر کی حیثیت سے انہوں نے خدمت خلق کا جو اچھا ریکارڈ قائم کیا تھا' اس کے بل بوتے پر انتخاب جیت کر وہ برسراقتدار آئے۔ وہ سابق وزیراعظم نجم الدین اربکان کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ ترک اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ انہیں اسلامی جذبے سے سرشار حکمران میسر ہیں' جن کے دل اپنے مسلم عوام کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔

استنبول کے ڈنمارک شکن مظاہرے میں جہاں چاند اور پانچ ستاروں والے سرخ قومی پرچم لہرا رہے تھے' وہاں سبز پرچم بھی تھے' جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ''رحمت عالمہا حضرت محمد مصطفیؐ'' کے الفاظ نمایاں تھے۔ رحمۃ اللعالمین کیلئے ''رحمت عالمہا'' کی فارسی وترکی ترکیب کیا خوب ہے۔ ایک پلے کارڈ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام Hz ISA (A.S) کے حوالے سے نعرہ درج تھا۔ بیشتر نعرے اور مطالبات ترکی زبان میں تھے' جن کا عربی رسم الخط مغرب نواز مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) نے بدل کر ترک قوم پر لاطینی رسم الخط جبراً مسلط کر دیا' جس کے نتیجے میں ترکوں کی اچھی بھلی اسلامی زبان عالم اسلام کیلئے نامانوس بن کے رہ گئی ہے۔

استنبول کے مظاہرے میں 47 سالہ اوہم ارکون (Ethen Erkovan) نے ایک بینر اٹھا رکھا تھا جس کا دوسرا سرا اس کی بیٹی کے ہاتھ میں تھا۔ بینر پر لکھا ہوا تھا: ''وہ لوگ پھیلتی ہوئی اسلامی برادری کو دہشت گرد ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' جبکہ ہم تو امن کے علمبردار ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ قبضے اور ظلم کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔'' بعض مظاہرین نے یہودی ستارے' مسیحی صلیب اور نازی سوستیکا پر مشتمل پوسٹر اٹھا رکھے تھے۔ کچھ اور پوسٹروں پر ایک آدمی ایک کتے کے ساتھ دکھایا گیا تھا' جو سرخ گلاب پر لپک رہا تھا۔ کتا امریکہ کی علامت تھا' اس کی رسی پکڑنے والا آدمی اسرائیلی تھا اور گلاب اسلام کی علامت تھی۔ ایک اور بینر پر یہ مساوات درج تھی:

یہودی ستارہ + مسیحی صلیب = خون + آنسو

اس سے یہود ونصاریٰ کے خلاف ترکوں کے جذبات آشکار تھے۔ مظاہرین ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ کر رہے تھے اور اخوت کا ایک لیڈر لاؤڈ سپیکر پر نعرے لگا رہا تھا: ''مغرب کا چلن ابوغریب ہے' گوانتانامو بے ہے' ہیروشیما ہے اور نسل کشی ہے۔'' اخوت کے لیڈروں کا ایک نعرہ تھا: ''عالمی استعمار مردہ آباد'' اور دوسرے بینروں پر یہ لکھا ہوا تھا: ''مسلم ترک قوم اپنے فلسطینی اور ایرانی بھائیوں کے ساتھ ہے۔''

ترکوں نے خالی خولی مظاہرے ہی نہیں کیے' انہوں نے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ بھی کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں اور ترکوں نے

اقتصادی بائیکاٹ کے ذریعے توہین رسولؐ کے مرتکب اخبارات کی ہمنوائی کرنے والی راس مسن حکومت کو دن میں تارے دکھا دیئے۔ وہ اخبار ''یولانڈز پوسٹن''، جس کا سرکش ایڈیٹر یہ کہتا تھا کہ پیغمبر اسلام کے خاکے شائع کرنے پر معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' اس کی طرف سے ڈینش سفارتخانہ سعودی اخبارات میں معافی نامہ شائع کرانے پر مجبور ہو گیا ہے اگرچہ اس میں گستاخانہ خاکہ چھاپنے پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے پر معافی مانگی گئی ہے۔ ڈنمارک کے روز افزوں اقتصادی بائیکاٹ کی ٹیسیں اب وہاں کے صلیبی ذہن کے مغرور حکمرانوں' صنعتکاروں اور تاجروں کے دل و دماغ میں اٹھنے لگی ہیں۔ عالم اسلام بالخصوص شرق اوسط میں ڈنمارک کی کمپنیوں کو بلیک لسٹ کیا جا رہا ہے' اگرچہ ڈینش حکومت بظاہر یہ کہتی ہے کہ اس کی معیشت کسی خطرے سے دوچار نہیں' مگر انفرادی کاروباروں پر بائیکاٹ کے شدید اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ فیڈریشن آف ڈینش انڈسٹریز کے انٹرنیشنل مارکیٹ ڈویژن کے ہیڈ بیٹ سٹوئل ٹوفٹ کہتے ہیں: ''بائیکاٹ زیادہ تر اشیائے صرف کی کمپنیوں پر اثر انداز ہو رہا ہے جبکہ کیپٹل گڈز کی برآمدات کم متاثر ہوئی ہیں۔''

ڈنمارک کی ڈیری کمپنی ''آرلا فوڈز'' شرق اوسط کی سب سے بڑی برآمد کنندہ ہے۔ دو ہفتے پہلے جب سے بعض ممالک میں بائیکاٹ کا سلسلہ شروع ہوا تو اسے 16 لاکھ ڈالر روزانہ کا خسارہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اسے ہزاروں کارکن عارضی طور پر فارغ کرنے پڑے ہیں۔ اس سے مجبور ہو کر آرلا کمپنی اپنا مکھن 25 کلو کے کنستروں میں بیچنے کی کوشش کر رہی ہے' جن پر اس کا برانڈ نام نمایاں نہیں۔ اسی طرح کئی اور ڈینش کمپنیوں نے اپنے لیبل تبدیل کر لیے ہیں۔ بعض نے ''میڈان ڈنمارک'' کے لیبلوں کی جگہ ''میڈان یورپین یونین'' کے لیبل لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ آرلا کی ترجمان ایسٹرڈ گیڈ نائلسن نے اے ایف پی کو بتایا کہ ان کی کمپنی دبئی میں گلف فوڈ فیئر میں شرکت کر کے ''اپنے گاہکوں سے نئے ٹھیکے'' لینے کی کوشش کرے گی اور انڈسٹریل پمپس کمپنی گرنڈ فوس کی ترجمان سیلنگ مورٹنسن نے اپنی تشویش کا یوں اظہار کیا: ''میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا بائیکاٹ سخت تر ہو رہا ہے۔''

ڈینش ادویہ ساز کمپنی ''نوو نورڈسک'' کے ترجمان نے کہا کہ ان کی فرم ترکی میں 3 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کی انسولین فراہم کرنے کا ٹھیکہ کھو بیٹھی ہے۔ ادھر ڈنمارک کی ''ڈینسکو' دنیا میں غذائی اجزاء فراہم کرنے والی سب سے بڑی کمپنی ہے' اس کو دیئے گئے بعض چھوٹے ٹھیکے منسوخ اور دوسرے ملتوی کر دیئے گئے ہیں' تاہم ڈینسکو کے ترجمان کارل یوہان کارنیلیئس سن کا کہنا ہے: ''اگرچہ ہم گرتی ہوئی سیلز کا سامنا کر رہے ہیں' مگر ہمیں امید ہے کہ جب ہمارے گاہکوں کے سٹاک ختم ہونے لگیں گے تو ہمیں پھر آرڈرز ملنے شروع ہو جائیں گے۔'' دریں اثنا گوشت فراہم کرنے والی کمپنی ''ڈینش کراؤن'' نے اپنے دبئی کے پلانٹ میں گوشت کی پیداوار بے حد کم کر دی ہے اور سیمنٹ ساز ''آل بورگ پورٹ لینڈ'' نے دھمکیاں ملنے کے بعد اپنی ایشین انٹرنیٹ سائٹ بند کر دی ہے۔

یہی نہیں بلکہ انڈونیشیا میں جہاں ڈینش کمپنیاں ہر سال 509 ملین کرونر (8 کروڑ ڈالر سے زائد) کماتی ہیں' وہاں کے درآمد کنندگان نے ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے' بلکہ ڈینش سرمایہ کاروں کو ملائیشیا میں بھی بائیکاٹ کا خطرہ درپیش ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب اور ایران نے توہین رسالتؐ کے مجرموں کو عالمی قوانین کے تحت مسلم امہ کے حوالے کرنے کا جو مطالبہ کیا ہے' ملائیشیا' بنگلہ دیش اور سوڈان نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

اگرچہ مسلم ممالک کو ڈنمارک کی برآمدات 14 ارب کرونر سالانہ کے لگ بھگ ہیں' جن میں سے 8 ارب کرونر کی مصنوعات کی کھپت شرق اوسط میں ہوتی ہے' مگر یہ ڈنمارک کی مصنوعات کی فقط 3 فیصد بنتی ہے۔ اسی لیے ڈانسکے بینک کے چیف اکانومسٹ سٹین بوسیان نے بڑ ہانکی ہے کہ ''ڈینش معیشت اتنی مضبوط ہے کہ مسلم ممالک کی طرف سے مکمل بائیکاٹ کی مزاحمت کر سکتی ہے' تاہم یہ منظر نامہ حکومت ڈنمارک کیلئے بے حد تشویشناک ہے کہ اس بائیکاٹ سے 10 ہزار ڈینش کارکن بے روزگار ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں اور محض 54 لاکھ باشندوں کے ملک ڈنمارک میں اس قدر بے روزگاری بھی کمر توڑ ثابت ہو سکتی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ مذکورہ برآمدی اعداد و شمار میں ڈینش باشندوں کی ملکیت مقامی پیداوار یا سروسز

کمیونیکیشن، خدمات اور شپنگ شامل نہیں، جن سے ڈنمارک کو 8 ارب کرونر سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ ان دنوں ڈینش شپنگ کمپنیوں کے جہاز مسلم ممالک کی بندرگاہوں میں لنگرانداز ہوتے وقت ڈینش پرچم اتار دینے پر مجبور ہیں۔

ایک طرف ڈینش وزیر خارجہ یہ کہتے ہیں کہ پشاور کے عالم مولانا یوسف قریشی کی طرف سے کارٹونسٹ کو قتل کرنے والے کیلئے 10 لاکھ ڈالر کا انعام قابل مذمت اور غیر اسلامی ہے، دوسری طرف وہ نبی رحمت کے توہین آمیز خاکے بنانے اور شائع کرنے کے گھناؤنے جرم کی مذمت کرنے اور معافی مانگنے تک کے روادار نہیں۔ یہ اہل مغرب کی بدترین منافقت اور دوغلے پن کا اظہار ہے، جو ان کی صلیبی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ آزادی اظہار رائے کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کے جھوٹ کی ہنڈیا آسٹریا کے ایک جج نے بیچ چوراہے میں پھوڑی ہے جس نے باضمیر برطانوی مورخ ڈیوڈ اورنگ کو محض اس بناء پر 17 سال بعد 3 سال قید کی سزا دی ہے کہ اس نے نازیوں کے ہاتھوں یہودیوں کے مفروضہ قتل عام ''ہولوکاسٹ'' کی تردید کی تھی۔ یاد رہے کہ Holoaust (مکمل طور پر جلا دیئے گئے) یہودیوں کی گھڑی ہوئی ایک ایسی اصطلاح ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ جرمن چانسلر ایڈولف ہٹلر کے عہد اقتدار میں 60 لاکھ یہودی نظر بندی کیمپوں کی بھٹیوں میں ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ یہ مبالغہ آمیز پروا پیگنڈا یہودیوں نے ''مظلوم'' بن کر فلسطین پر قبضے کا ''حق'' حاصل کرنے کیلئے کیا تھا، جس کی ڈیوڈ ارونگ نے 1989ء میں تردید کرنے کی جسارت کی تھی، چونکہ یورپ وامریکہ کے ''فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے'' اس لیے یورپ کے کئی ممالک نے یہودی جھوٹ ''ہولوکاسٹ'' کی تردید کو جرم قرار دے رکھا ہے اور اسی ''جرم'' کی پاداش میں بیچارے ڈیوڈ ارونگ کو ہتھکڑی لگا کر آسٹریا کی عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اہل مغرب کا آزادی، اظہار رائے کا راگ الاپنا اور اس کی آڑ میں انبیائے کرام کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے پر اصرار انتہائی شرمناک ہے۔

❁ ❁ ❁

http://www.kitaabghar.com

ہولوکاسٹ کا انکار؟

آسٹریا میں Holoaust کا انکار کرنا ایک جرم ہے اور ارونگ کو ایک عدالت سے تین سال کی سزا ملی ہے۔ یہ شخص اپنے آپ کو مورخ کہتا ہے آسٹریا ایک مغربی جمہوری ملک ہے وہاں آزادی اظہار اور گفتار ہونا چاہیے؟ اگر کوئی تاریخی حقیقت ہے تو جو کہ روز روشن کی طرح واضح ہے تو ایک یا چند افراد کے انکار کرنے سے وہ غلط تو نہیں ہوجاتی۔

ارونگ صاحب کا تعلق برطانیہ سے ہے انہیں 10 برس کی قید ہوسکتی تھی لیکن انہوں نے اپنے ایک اور مقدمہ میں اقرار کیا کہ وہ اب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم میں 60 لاکھ یہودیوں کو زہریلی گیس دے کر موت کی نیند سلایا گیا تھا۔ 67 سالہ ارونگ صاحب نے کہا کہ دراصل انہوں نے کبھی بھی ہالوکاسٹ کی تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کیا اور انہیں بڑا غصہ آتا ہے جب لوگ ان پر منکر ہالوکاسٹ کا الزام لگاتے ہیں۔

ارون صاحب کے وکیل کے خیال میں یہ سزا ذرا سخت ہے اور وہ اس کے خلاف اپیل کرنے والے ہیں سرکاری وکیل استغاثہ نے فیصلے پر تبصرے سے انکار کر دیا لیکن اخباری اطلاعات کے مطابق مقدمے میں اپنے دلائل کے دوران انہوں نے الزام لگایا تھا کہ ارونگ صاحب ایک طرح کا شو کر رہے تھے اور یہ الزام بھی لگایا کہ انہوں نے یہ اقرار نہیں کیا کہ نازیوں نے ایک پالیسی کے تحت منظّم طریقے سے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ مقدمے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مورخ نہیں بلکہ تاریخ کو جھٹلانے والوں میں ہیں۔ ان کے خیال میں آسٹریا کے قانون سے تاریخی تحقیقات میں رکاوٹ نہیں پڑتی اور لوگوں کو 'غلط ہونے کا حق ہے۔''

دوسری جنگ عظیم کے بعد نازیوں کا سراغ لگانے اور انہیں قانون سے سزا دلوانے کے حوالے سے Simon Weisenthal بہت مشہور ہوئے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا ہے لیکن وہ اپنی زندگی میں ایک مرکز بنا گئے تھے۔ اس مرکز کے ترجمان نے کہا کہ اس جرم پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سزا ملتی لیکن وہ ہالوکاسٹ سے انکار کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کے آسٹریا کے عزم کی قدر کرتے ہیں۔ مرکز کے ترجمان کے جملے کا اہم حصہ یہ تھا کہ آسٹریا یہ اس لیے کر رہا ہے کیونکہ یہ اس کے نازی ماضی کے حوالے سے اس کی تاریخی ذمہ داری کا حصہ ہے۔

اس تاریخی ذمہ داری کی وجہ؟ Adolf Hitler آسٹریا میں پیدا ہوئے تھے اور جب وہ جرمنی میں برسر اقتدار آئے تو جن ممالک پر انہوں نے حملہ اور قبضہ کیا ان میں آسٹریا بھی شامل تھا اور نازیوں نے جس طرح دوسرے مقبوضہ ممالک میں مظالم کیے اسی طرح آسٹریا میں بھی کیے۔

ارونگ صاحب کو 11 نومبر کو گرفتار کیا گیا تھا اور 20 فروری کی امریکی خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے گرفتار ہونے کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ نازی دور کے زہریلی گیس کے کمروں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے 24000 ڈالر کی ضمانت پر رہائی کی کوشش کی لیکن عدالت نے اسے مسترد کر دیا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ وہ فرار ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے انہیں جرمنی کی ایک عدالت نے 6000 ڈالر جرمانہ کیا تھا کیونکہ وہ نازی جرمنی میں زہریلی گیس کے کمروں کے وجود کے منکر تھے۔ 11 نومبر 2005ء کی گرفتاری کی حالیہ الزام کے نتیجے میں نہیں تھی بلکہ 1989ء میں ان کی دو تقاریر کے حوالے سے تھی جن میں انہوں نے مبینہ طور پر نازی اقدامات سے انکار کیا تھا۔ عدالت میں جب انہیں سزا سنائی گئی تو وہ ششدر نظر آئے تھے ان کے وکیل کے مطابق انہیں حمایت میں روزانہ 300 خطوط آ رہے ہیں اور وہ جیل میں بھی ایک کتاب لکھنے والے ہیں۔

یہ واقعہ اس لیے تفصیل سے لکھا جا رہا ہے کیونکہ پاکستان کے قارئین ان موضوعات سے تسلسل اور تفصیل سے واقف نہیں ہوتے اور تبصرے

کیلئے بھی سیاق وسباق کا ہونا ضروری ہے۔ میں مسلمانوں کے نقطہ نظر یا عمومی زاویے سے بھی اس بحث کا قائل نہیں کہ 60 لاکھ یہودی مارے گئے تھے یا 60 ہزار یا صرف 60 ' میری نظر میں ایک شخص کا بھی صرف اس کے مذہب کی بنیاد پر قتل کیا جانا قابل قبول نہیں ہے' نہ ذاتی فعل کے طور پر اور نہ ریاست کے اقدام کے طور پر۔ مسلمانوں کو خاص طور پر اس بحث سے دور رہنا چاہیے۔ ایک عیسائی شخص نے یا عیسائیوں کی ایک سیاسی جماعت نے یہودیوں کو زہریلی گیس سے ہلاک کیا اور اگر پوری عیسائی دنیا اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ تاریخی حقیقت ہے تو ٹھیک ہے یہ لوگ اور ان کے گواہ موقع واردات پر موجود تھے' مسلمان وہاں موجود نہیں تھے ہاں اگر یورپی عیسائیوں میں کچھ لوگ اس سے اتفاق نہیں کرتے تو ان کے ساتھ مغربی حکومتوں کو وہی روشن خیال میانہ روی برتنا چاہیے جو وہ مسلمانوں کے معاشروں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ آخر ہر شعبے میں مغرب کو ماڈل بنانے پر اصرار کیا جاتا ہے تو اس شعبے میں ماڈل بننے کا بوجھ ترکی اور پاکستان پر کیوں رہے؟

ہٹلر اور نازی پارٹی کا موقف یہ تھا کہ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست یورپی یہودیوں کی جرمن دشمن طاقتوں سے سازباز تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں جاپان نژاد امریکی شہریوں کو ملک بھر سے پکڑ کر کیمپوں میں رکھا گیا تھا ان پر کوئی الزام نہیں تھا کہ انہوں نے ماضی میں کبھی بھی امریکی شہری ہوتے ہوئے امریکہ سے اپنی وفاداری پر داغ آنے دیا تھا لیکن امریکیوں کو شک تھا کہ کیونکہ جاپان سے ان کا رشتہ رہا ہے اس لیے ان پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ نازیوں کو بھی یہودیوں پر شک تھا اور بقول ان کے یہودی پہلی جنگ عظیم میں غداری کر چکے تھے چنانچہ اس دفعہ جنگ میں یہودوں کو پکڑ کر قید کیا گیا لیکن صدر Franklin Roosevelt کو ڈیموکریٹ پارٹی اور ہٹلر کی نازی پارٹی میں یہ فرق اہمیت رکھتا ہے کہ امریکی صدر نے معصوم امریکی شہریوں اور عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو کیمپوں میں قید رکھا' زہریلی گیس کے کمروں میں موت کے گھاٹ نہیں اتارا جبکہ ہٹلر نے یہ گھناؤنا اقدام کیا جس کیلئے اس کی مذمت جائز ہے۔ امریکیوں نے اس اقدام پر جنگ کے بعد اس پر اظہار افسوس نہیں کیا تھا۔ ہاں جنگ کے تقریباً 50 برس بعد معافی مانگ لی گئی تھی جو کہ امریکیوں کی فراخدلی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اگر بعض منکروں کو کسی ثبوت کی ضرورت ہے۔ نازیوں کے ظلم ہوئے 65 برس ہو گئے۔ میں نے خود تحقیق نہیں کی ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ امریکی اور مغربی میڈیا میں 60 لاکھ یہودیوں کی ہلاکت کا ذکر اس وقت ہوا جب جرمنی پر قبضے کے بعد زہریلی گیس کے کمروں کا انکشاف ہوا جنہوں نے ظلم کیے وہ مر گئے' جن پر ظلم ہوئے وہ بھی مر گئے۔ 11 ستمبر کے حملے میں جو مسلمان شامل تھے وہ مر گئے۔ ان کا جن ممالک سے تعلق تھا انہوں نے معافیاں مانگ لیں اور اپنی تمام سہولتیں امریکیوں کے حوالے کر دیں۔ ان حملوں میں کوئی پاکستانی ملوث نہیں تھا لیکن جس طرح آسٹریا کا یہ قصور تھا کہ ہٹلر وہاں پیدا ہوا تھا اسی طرح پاکستان کا قصور یہ تھا کہ طالبان پاکستان سے گئے تھے۔

فکری پسماندگی کا شکار یورپی میڈیا

یورپ کے نامور مفکر اور نابغۂ روزگار دانشور Jaques Rousseu اور Jhon Loke کی روحیں یقیناً اس وقت تڑپ کر رہ گئی ہوں گی جب حال ہی میں ایک یورپی اخبار نے ان مفکروں کے پیش کیے ہوئے اخلاقی نظریات کے بالکل برعکس مسلم امہ کی اعلیٰ ترین آفاقیت کے واحد مرکز ومحور اور دنیا کی ہدایت ورہنمائی کیلئے تشریف لانے والے آخری رسول برحق کی شان میں گستاخی کی جسارت کا ارتکاب کیا اور عالم اسلام کو ذہنی زک پہنچانے کی نیت سے اپنی انتہاء کو چھونے والی فکری پسماندگی کا مظاہرہ کیا' یہاں ہم صرف ''روسو'' کی بات کریں گے' کون نہیں جانتا کہ جینوا میں 1712ء میں جنم لینے والے اس عظیم اور نامور یورپی مفکر ودانشور کی زندگی میں اکتوبر 1749ء میں ایک ایسا نیا موڑ آیا تھا جب اس نے انسانی اخلاقی قدروں کے تحفظ کا علم بلند کرنا ضروری سمجھا اور اپنے ننگے معاشرے کی اخلاقی بے راہ رویوں کو روکنے اور لگام دینے کیلئے عملی طور پر ایک اچھوتا مکالمہ تحریر کیا جس کا عنوان تھا ''کیا سائنس اور فنون لطیفہ اخلاقیات کو برباد کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے؟'' اپنے اس مضمون میں اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ''اخلاقیات'' کی فطری عظمت نے سائنس اور فنون لطیفہ کو بے نام ونشان کر دیا ہے۔ اس مغربی مفکر ''روسو'' کے بارے میں علم رکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ روسو نے اپنی تمام زندگی ہنگامہ خیزیوں اور آوارہ گردی میں بسر کی' تاہم اس کے بارے میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نے اپنی اس آوارہ مزاجی اور غیر مستقل مزاجی کے ہوتے ہوئے بھی اپنی کئی اہم تحریروں میں مثلاً The Origin Inequality میں ریاست کے عوام کی معصومیت کی تعریف اور ''زوال پذیر یورپی سوسائٹی'' پر زبردست تنقید کی تھی' اس یورپی مفکر کو اگر اسی کے اپنے پیش کیے ہوئے مضامین' کتب اور فلسفہ کی روشنی میں جدید یورپ کا ''اخلاقی اور اصلاحی علمبردار'' کہا جائے تو شاید یہ بات بے جا نہ ہوگی' اور آج جب ہم یورپ میں حد سے بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ رویوں کا یہ سیل رواں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ آج کے یورپ نے ''سائنس اور فنون لطیفہ'' کو تو اپنے گلے سے لگا رکھا ہے اور معاشرتی اخلاقیات کی باگیں اس کے ہاتھوں سے تقریباً چھوٹ چکی ہیں' یہاں ہم پورے یورپ کی اخلاقی انحطاط پذیری پر بات کرنے کی بجائے کیوں نہ صرف ڈنمارک کی بات کریں جو آج کل پوری مسلم دنیا میں نفرت کی سنگین علامت بن چکا ہے۔ شمالی یورپ کے ملک ''ڈنمارک'' کی شہرت کیا ہے؟ جہاں پر معاشرتی اخلاقی باختگی کو قانونی اور سماجی تحفظ حاصل ہے' جس ملک میں انسانی اخلاقیات تو کجا' قانونی ولدیت کا تصور تک نام کو نہیں اسی ملک سے شائع ہونے والے ایک اخبار نے ''ذرائع ابلاغ کی آزادی'' کے نام پر جہاں دنیا کی ڈیڑھ ارب سے زائد مسلم آبادی کے انسانی اور مذہبی حقوق کو چیلنج کیا وہاں اس نے ذرائع ابلاغ کی بنیادی آزادی کے اس ''عالمی تصور'' کی بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں جس انسان دوست تصورات کی تعلیمات ''روسو اور جان لاک'' جیسے بڑے فلسفیوں نے ان کیلئے متعین کی تھیں' یہ بات بڑی عجیب سے معلوم ہوتی ہے کہ ویسے تو مغرب کے یہ لوگ جو اپنی عام زندگی میں ''احساسات'' معاشرتی قدروں کے حوالے سے اپنے روزمرہ کے افعال کے اظہار کے ذریعے دنیا کی دوسری ترقی پذیر قوموں پر یہ ثابت کرنے میں اپنا پورا زور صرف کر دیتے ہیں کہ انسانی احساسات وجذبات کا احترام کرنے کا جتنا سلیقہ انہیں آتا ہے دنیا کی دیگر غیر مغربی قوموں میں نہ تو ان جیسا یہ سلیقہ ہے' اور نہ ہی ان کی طرح کے یہ طور طریقے ان قوموں میں رائج ہیں متعصّبانہ تشہیری مہم کے طوفان بدتمیزی کے نتیجے میں ایک ایسے ملک کے پرنٹ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کے پیغمبر ختمی المرتبت کی شان والا صفات پر ایک ایسے گستاخانہ خاکے کے ذریعے تشہیری حملہ کیا گیا ہے جس گستاخانہ خاکے میں اس انتہائی بدبخت اور لعنتی کارٹونسٹ نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ (خدانخواستہ) اسلام کا

آفاقی پیغام امن وسلامتی کی بجائے مار دھاڑ اور جنگ وقتال کا پیغام ہے' اس ہرزہ سرائی کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اپنے اس کالم میں راقم نے کسی مسلمان فلاسفر محقق' عالم اور استاد کی بجائے یورپ کے اہم دانشور' فلسفی اور ادیب ومحققوں کے مضامین وافکار سے یہ بات ان ''بے خبر' یورپیوں تک پہنچانے کی اپنی سعی وکوشش کی ہے جنہیں مغرب میں آج بھی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اگر ''روسو' اور ان کے ہم عصر یورپی مفکروں کی باتیں سمجھنے میں انہیں کوئی دشواری پیش آرہی ہے تو وہ ذرا ماضی سے نکل کر حال میں آجائیں اور دیکھیں کہ ''مکمل اظہار رائے کی آزادی'' کسے کہتے ہیں؟ ذرائع ابلاغ کی آزادی کے متن میں ملکی قوانین کے ساتھ ساتھ کچھ بین الاقوامی ضابطے بھی ہوتے ہیں' جن کا خیال رکھا جانا انتہائی ضروری ہے' ذرائع ابلاغ کی آزادی کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عالمی اخلاقی ذمہ داریوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے ترقی یافتہ ممالک ''آزادی اظہار رائے'' کے نام پر جس طرح چھوٹی قوموں کے دلی اور مذہبی احساسات کا بیدردی سے مذاق اڑایا ہے اسے جدید ذرائع ابلاغ کی دنیا میں ''وحشت وبربریت'' سے ہی یاد کیا جائے گا' یہاں ہم مغرب کی یاددہانی کیلئے 1947ء میں جاری کردہ ''انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا'' کی ایک کمیشن رپورٹ کا تذکرہ ضرور کریں گے جس کمیشن کی سربراہی اس وقت کے شکاگو یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر رابرٹ ہچنز نے کی تھی' اور اس کمیشن نے اپنا سروے مکمل کرنے کے بعد یہ رپورٹ جاری کی تھی کہ ''ترقی یافتہ پریس نے اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کیلئے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ اخبارات کے مالکوں نے اپنے نظریات کو عوام پر مسلط کیا ہوا ہے۔ سیاست اور معاشیات میں اپنے موقف کو آگے بڑھایا ہے اور ان حقائق اور خیالات کو جو اس موقف سے ہم آہنگ نہیں تھے اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ دبے رہیں' غیر اہم اور کمزور نظر آئیں' مغربی پریس ہمیشہ اہل ثروت کے زیر دست رہا ہے' مغربی پریس حالات حاضرہ کے باب میں محض فروعی اور ہیجان خیز مواد کی طرف زیادہ وسائل کو اس طرح استعمال کرتا رہا ہے کہ نئے عناصر کو اس میں داخل ہونے سے روکا جائے اور اگر وہ داخل ہو بھی جائیں تو انہیں پنپنے نہ دیا جائے' یہ وہ اہم تاریخی حقائق ہیں جن سے آنکھیں چرا کر عالمی سامراجی تشہیر کے ان یورپی مہم برداروں نے کھلم کھلا کر مسلم دنیا کو ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق اب ان کے صبر واستقلال کو بھی للکارنے کی خطرناک پالیسی اپنا لی ہے اور یہ جانے بغیر کہ چودہ سو سالہ سے لے کر آج تک مسلم دنیا نے کبھی غیر مسلموں کی مذہبی شخصیات یا ان کے مذہبی افکار خیالات کی دل شکنی نہیں کی۔ بنی اسرائیل کے سبھی ہادر گی وعظمت کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا نجانے مذہبی آفاقیت کا کوئی کوئی ایسا روح پرور ایمانی تصور ان یورپیوں کے ذہنوں میں بھی موجود ہے یا نہیں' اسلام کے آفاقی پیغام امن پر انگشت نمائی کی جسارت کرنے اور ایسی جسارت کرنے والوں کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کرنے والوں کو اب تو سمجھ لینا چاہیے۔ آپؐ انسانیت کے عظیم محسن انسانیت کی بقاء اس کی حرمت کے واحد پاسبان تھے' قرآن پاک کی کھلی تعلیمات آج پوری دنیا کے سامنے ہیں' آپؐ نے واضح یہ پیغام دیا تھا ''تم صرف ان سے لڑو گے جو ظلم وفساد کے خوگر ہوں' عورتوں' بچوں اور ضعیفوں کی جان ومال کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچاؤ گے'' قیامت تک پوری دنیا میں ''امن اور ہمیشہ امن'' کے قیام کا یہ کتنا آسان سا فارمولا مسلمانوں کے آخری نبی برحقؐ نے دیا ہے۔ اب یہ سوچنا یورپ کے دانشوروں' صحافیوں اور امن کے نام نہاد علمبرداروں کا کام ہے کہ وہ دیکھیں کہ موجودہ ٹکراؤ کو کم کرتا ہے تاکہ دنیا میں امن آشتی قائم ہو سکے یا اس کو مزید ہوا دینا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

ڈنمارک، تاریخ کے آئینے میں

ڈنمارک یورپ کے اہم ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ اپنی مضبوط معیشت اور تاریخی اہمیت کے حوالے سے اسے بین الاقوامی دنیا میں اہم مقام حاصل ہے۔ شہری حقوق کا علمبردار ڈنمارک ایک لبرل سوسائٹی ہے۔ یہ وہ ملک ہے جس نے سب سے پہلے ہم جنس پرست شادیوں کی اجازت دی اور اسے عوام الناس کا حق قرار دیا۔ اس کی سرحدیں جرمنی‘ سویڈن اور ناروے سے ملتی ہیں۔ 93,094 کلومیٹر آبادی والے ملک کا 1.6 فی صد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔ آئینی حکومت میں اختیارات کا منبع وزیر اعظم کی ذات ہے۔

سب سے بڑا شہر کوپن ہیگن ہی ملک کا دارالحکومت ہے۔ ڈنمارک یورپی یونین کا اہم رکن ہے۔ 2005ء کے آخر تک اس کی آبادی تقریباً 5,415,978 نفوس پر مشتمل تھی جو 126 افراد فی مربع کلومیٹر بنتی ہے۔ اس کا جی ڈی پی 188 بلین امریکی ڈالرز جبکہ فی کس آمدنی 34,718 ڈالر بنتی ہے۔ اس کی کرنسی کا نام ڈینش کراؤن ہے۔ ملک کا ڈائلنگ کوڈ 45 ہے۔ ڈنمارک کا سب سے قدیم شہر رائب 700 عیسوی میں وجود میں آیا۔ دسویں صدی تک ڈنمارک‘ ناروے اور سویڈن کا حصہ تھا۔ اسے چند سیاحوں نے نویں عیسوی میں حادثاتی طور پر دریافت کیا۔ ڈنمارک کا بادشاہ انگلینڈ‘ آئرلینڈ‘ ناروے‘ سویڈن‘ فن لینڈ‘ آئرلینڈ اور فرانس پر حکومت کرتا تھا بلکہ جرمنی اور ہالینڈ کے بھی کچھ حصے ڈنمارک کی شہنشاہیت میں آرہے تھے۔ 1658ء میں سویڈن علیحدہ ہوگیا جبکہ 1814ء میں ناروے نے بھی سویڈن کے ساتھ الحاق کرلیا۔ 1830ء کی دہائی میں ڈینش میں بھی آزادی اور قومی تحریکوں نے سر اٹھانا شروع کیا اور یورپ میں 1848ء کو آنے والے انقلاب کے نتیجے میں ڈنمارک 5 جون 1849ء کو ایک آئینی مملکت کی صورت اختیار کرلی۔ ڈنمارک پہلی جنگ عظیم میں غیر جانبدار رہا لیکن دوسری جنگ عظیم کے آغاز پر ہٹلر نے 9 اپریل 1940ء کو ڈنمارک پر بھی قبضہ کرلیا۔ یہ قبضہ جنگ کے اختتام تک برقرار رہا۔ ڈنمارک 1973ء میں نیٹو کا بانی ممبر بنا۔

ڈنمارک کی موجودہ ملکہ مارگریٹ II ہیں۔ اس نے یورپ میں سب سے پہلے آئینی حکومت کا راستہ اختیار کیا۔ ڈینش پارلیمنٹ 179 افراد پر مشتمل ہے۔ الیکشن ہر چار سال بعد ہوتے ہیں۔ اگر پارلیمنٹ وزیر اعظم پر عدم اعتماد کا اظہار کرتی ہے تو پھر پوری پارلیمنٹ کو استعفیٰ دینا پڑتا ہے اور نئے انتخابات ہوتے ہیں۔ ملک ایک سیکولر سوسائٹی ہے۔ حکومت مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں اور کسی قسم کا نسلی یا جنسی امتیاز نہیں ہے۔

ڈنمارک کو 13 کاؤنٹیز اور 271 اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نئے ریفارمز کے تحت ان کی تعداد 98 رہ جائے گی۔ نئے اضلاع میں کم از کم 20 ہزار افراد کا ہونا ضروری ہوگا۔ ان ریفارمز کا اطلاق یکم جنوری 2007ء سے ہوگا جس کے تحت کچھ اضلاع ناروے کا بھی حصہ بن جائیں گے۔ اس کے 405 جزیرے ہیں۔ اس کی معیشت مزدوروں پر انحصار کرتی ہے اور ملک کی ٹریڈ یونینز کو بہت زیادہ مراعات و حقوق حاصل ہیں۔ 2003ء تک دوسرے ممالک سے ہجرت کر کے آنے والے لوگ کل آبادی کا 6.2 فی صد تھے۔ ملک کے 84.3 فی صد لوگ چرچ آف ڈنمارک کے ممبر ہیں۔

ملک میں پٹرولیم اور قدرتی گیس کے ذخائر ہیں جبکہ مچھلی‘ پتھروں اور چاک کے ذریعے بھی ملک بہت زیادہ زرمبادلہ کماتا ہے۔ ملک کا موسم سارا سال ابر آلود رہتا ہے۔ ملک میں 100 فی صد لٹریسی ریٹ ہے۔ 5 جون 1849ء کو آئین وجود آنے والے دن کو قومی دن قرار دیا گیا ہے۔ عدلیہ کا نظام سول لاء سسٹم پر مشتمل ہے۔ سپریم کورٹ آف ڈنمارک ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ سنٹرل ڈیموکریٹک پارٹی‘ کرسچئن

ڈیموکریٹک پارٹی' سوشل لبرل پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی آف ڈنمارک ملک کی اہم سیاسی جماعتیں ہیں۔ حکومت پچھلے کچھ عرصے میں کسانوں کو بہت زیادہ مراعات دے رہی ہے تاکہ زرعی درآمدات کو کم کیا جا سکے۔ 2.2 فی صد آبادی زراعت' 24 فی صد صنعت جبکہ 73.8 فی صد آبادی ملازمت کر رہی ہے۔ 2.9 ملین آبادی لیبر فورس پر مشتمل ہے۔ بیروزگاری کی شرح 5.7 فی صد ہے۔ پچھلے سال کا بجٹ 48.8 بلین ڈالرز پر مشتمل تھا۔ گندم' آلو' شوگر اور ڈیری پروڈکٹس اس کی مشہور برآمدات ہیں۔ ملک سالانہ 376,900 بیرل تیل پیدا کرتا ہے جبکہ 8.38 بلین کیوبک میٹر کی قدرتی گیس پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ برآمدات کا حجم 84.95 بلین ڈالر ہے۔ ملک میں 3,610,100 ٹیلی فون لائنز ہیں جبکہ 2003ء میں موبائل فون استعمال کرنے والوں کی تعداد 4,785,300 افراد تک پہنچ گئی تھی۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد 2002ء میں 2.756 ملین تک پہنچ گئی۔ ملک میں 26 ٹی وی چینلز ہیں۔ ڈنمارک میں کل 97 ائیرپورٹس ہیں جبکہ ریلوے لائن 2,628 کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ ڈینش ملٹری آرمی' بحریہ' فضائیہ اور بری فوج پر مشتمل ہے اور اس کا موجودہ حجم 955,168 افراد ہے۔

ڈنمارک کی حالیہ توہین آمیز کارٹون کی سازش نے اس کو بہت زیادہ تنقید کا نشانہ بنا دیا ہے حالانکہ اس کا آئین ایسے تمام کاموں سے باز رکھتا ہے جس سے لوگوں کے جذبات متاثر ہوں۔ ڈنمارک کے آئین کے سیکشن 77 کے تحت کسی بھی شخص کو غلط چیز شائع کرنے پر عدالت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یورپین کنونشن آن ہیومن رائٹس کے تحت بھی ڈنمارک بین الاقوامی قوانین پر عمل کرنے کا پابند ہے۔ ڈینش پینل کوڈ کا سیکشن 140 بھی توہین آمیز اشاعت پر بحث کرتا ہے' اگرچہ 1938ء کے بعد اس قانون پر آج تک عمل نہیں ہو سکا۔ سیکشن 266B بھی رنگ و نسل یا مذہبی جذبات کے خلاف اقدامات سے باز رکھتا ہے۔ ڈنمارک بنیادی طور پر ایک سازش کا شکار ہو گیا جس کے پیچھے صیہونی لابی کارفرما ہے۔ اسے بہت زیادہ مزاحمت اور تنقید کا سامنا ہے۔ ترکی میں بھی 50 ہزار مسلمانوں نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے۔ فرانسیسی سفارتخانہ پر بھی پتھراؤ کیا گیا جبکہ سپین اور کینیڈا میں بھی ہونے والے مظاہرں میں ڈنمارک کے پرچم نذر آتش کیے گئے جبکہ وزیراعظم ڈنمارک راسموسین کے پتلے بھی جلائے گئے۔ ناروے کی حکومت نے پوری دنیا کے مسلمانوں سے معافی مانگ لی ہے مگر ڈنمارک نے کئی ممالک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

وزیراعظم ڈنمارک کا خاکہ

توہین آمیز کارٹونز کا تنازعہ منظر عام پر آنے کے بعد وزیراعظم ڈنمارک کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ڈنمارک میں بھی برطانیہ کی طرح ملکہ راج ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وزیراعظم کی صورت میں جمہوری سیٹ اپ بھی موجود ہے۔ وزیراعظم آندرس فوگ راسموسین 7 جنوری 1953ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق لبرل پارٹی سے ہے جو بہت تیزی سے اپنی مقبولیت کھو رہی ہے۔ وہ 2001ء میں اقتدار سنبھالنے میں کامیاب ہوئے تھے جبکہ 2005ء کے انتخابات کے نتیجے میں اپنی سیٹ محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے تھے۔ انہوں نے عراق جنگ میں امریکہ کی حمایت کی تھی اور انہیں صدر بش کے قریبی ساتھیوں میں تصور کیا جاتا ہے۔

تین بچوں کے باپ راسموسین کئی کتابیں بھی لکھ چکے ہیں۔ 1979ء میں پہلی مرتبہ وہ فولکیٹنگ سے سیاسی نشست جیتنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ 1987ء سے 1990ء تک وہ ٹیکسیشن کے وزیر رہے جبکہ 1990ء میں وزیر معاشیات بنے۔ 1992ء میں ایک عدالتی کارروائی کے نتیجے میں انہیں اپنی وزارت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ وہ بہت زیادہ آزاد خیال ہیں۔ ڈینش قوم کو مجموعی طور پر بہت زیادہ لبرل تصور کیا جاتا ہے۔ 1989ء سے ڈنمارک میں ہم جنس شادیوں کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ اس قسم کی شادیوں کی تقریب کی اجازت نہیں۔ وہ کم ٹیکس، کارپوریٹ سیکٹر میں حکومت کی عدم مداخلت اور عام آدمی کے حقوق کے بہت بڑے داعی ہیں۔ ڈنمارک نے عراق میں اپنے 550 فوجیوں کو بھیجا تھا جو بصرہ کے قریب تعینات ہیں۔

انہوں نے ملک میں بلدیاتی ریفارمز متعارف کروائیں۔ 18 جنوری 2005ء کو راسموسین نے اعلان کیا کہ اگلے انتخابات 8 فروری 2005 کو ہوں گے۔ اگرچہ سونامی کی وجہ سے انہیں انتخابات کو دو ہفتے التواء میں ڈالنا پڑا کیونکہ ڈینش عوام کا خیال تھا کہ ڈنمارک سونامی کے حوالے سے کارروائیوں میں دلچسپی نہیں لے رہا۔ انہیں 2001ء کے مقابلے میں چار سیٹوں کی قربانی دینا پڑی مگر اس کے باوجود کنزرویٹو پارٹی کے ساتھ اتحاد کے ذریعے وہ حکومت بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

راسموسین کے لیے مشکلات اس لیے بھی بڑھ گئی ہیں کیونکہ انہوں نے 19 اکتوبر کو مسلم مملکت کے 11 سفیروں کی جانب سے ملاقات کی خواہش کو مسترد کر دیا اور کہا تھا کہ ''ہمارے ہاں جمہوریت اسی کا نام ہے۔'' اس کے بعد جب مسلم ممالک کی حکومتوں نے ان سے معافی مانگنے کی درخواست کی تو انہوں نے اس کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ صدر بش نے وزیراعظم ڈنمارک کو ثابت قدم رہنے کے لیے تھپکی دی جس سے تنازعہ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ اگرچہ بعد میں العربیہ ٹی وی پر انہوں نے تمام مسلم دنیا سے معذرت کر لی۔

http://www.kitaabghar.com

''یورپی پارلیمنٹ میں صلیبی جنگ کی بازگشت''

ایک طرف صدر پاکستان جنرل پرویز صدر مشرف نے وزیراعظم ڈنمارک سے خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگنے کا بھی مطالبہ کیا تو ادھر سٹرا سبرگ میں یورپی پارلیمنٹ کے ارکان نے یورپ اور اسلامی دنیا میں پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں چھپنے والے متنازع خاکوں کے خلاف ہونے والے پرتشدد مظاہروں کی مذمت کی ہے اور ڈنمارک کے ساتھ ''یکجہتی'' کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یورپی یونین کے رکن کسی بھی ملک پر حملہ سب پر حملے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ یورپی کمیشن کے صدر جوزمینوئل برسو نے دھمکی دی کہ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ پورے یورپ کے بائیکاٹ کے برابر خیال کیا جائے گا۔ توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ اس ''اظہار یکجہتی'' سے اب اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں رہنا چاہیے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نئی صلیبی جنگ پوری شدومد سے جاری ہے، جس کا اعلان امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے افغانستان پر حملے کے ساتھ ہی صدر بش کی زبان سے ''کروسیڈ'' کی شکل میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جھوٹے اور شرمناک بہانوں کی بناء عراق پر ظالمانہ فوجی تسلط ہوا، امریکہ و اسرائیل کی طرف سے ایران پر حملے کی دھمکیاں دی جانے لگیں اور اب توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرتے ہوئے مغربی اخبارات وجرائد نے نبی کریمؐ کے خاکے شائع کرکے کوفی عنان کے الفاظ میں مسلمانانِ اسلام عالم کے زخموں پر نمک چھڑکا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز گیارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا تھا۔ 1099ء میں یورپ کے وحشی صلیبی لشکر شام، لبنان اور فلسطین میں تباہی مچاتے ہوئے بیت المقدس پر آن قابض ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے نام لیوا ان درندوں نے بیت المقدس میں 70 ہزار نہتے مسلمان شہید کر دیئے، مسجد اقصیٰ اور حرم شریف کا احاطہ پناہ گزین مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشوں سے پٹ گیا تھا کہ ایک صلیبی جنگجو کے بقول ان کے گھوڑوں کے پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک انسانی خون میں ڈوبے جاتے تھے۔ پھر 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو صلیبوں کے خونیں پنجوں سے آزاد کرلیا، جنہوں نے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو گرجے میں بدل دیا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو پُر امن طور پر شہر چھوڑ جانے کی اجازت دے دی۔ اس پر انگلستان کا شاہ رچرڈ، فرانس کا شاہ ہنری اور جرمنی کا شاہ فریڈرک بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کے لیے اپنے لشکروں کے ساتھ چڑھ دوڑے تھے۔ اس طرح تیسری صلیبی جنگ چھڑی گئی تھی، جس کے دوران فریڈرک شام کا ایک دریا عبور کرتے ہوئے ڈوب مرا۔ ہنری خائب وخاسر ہوکر لوٹ گیا اور رچرڈ شکست کھا کر سلطان صلاح الدین ایوبی سے صلح کرنے پر مجبور ہوگیا، حتیٰ کہ اس نے صلاح الدین کے بھائی ملک العادل کو اپنی بہن جولیانہ کا رشتہ دینے کی پیشکش بھی کردی تھی، جو سلطان نے مسترد کردی۔ صلاح الدین ایوبی کے بعد بھی یورپ کی صلیبی جنگیں ایک صدی تک جاری رہیں، حتیٰ کہ دریائے نیل کی جنگ کے دوران میں فرانسیسی بادشاہ کو مصری سلطان نے گرفتار کرلیا تھا اور پھر اسے بھاری تاوان کے عوض رہا کیا گیا تھا۔ آخری صلیبی جنگوں میں مصری مملوک سلاطین رکن الدین بیبرس اور سیف الدین قلاوون نے صلیبی وحشیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا تھا۔ اگرچہ 1291ء میں دسویں صلیبی جنگ کے اختتام سے بیت المقدس (یروشلم) کی بازیافت کے حوالے سے صلیبی جنگوں کا سلسلہ تو ختم ہوگیا تھا، لیکن سپین اور وسطی یورپ میں صلیبی جنگیں دوسری شکل میں جاری رہیں۔ 1236ء میں قرطبہ اور 1249ء میں اشبیلیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے چھن گئے تھے، پھر 1492ء میں اندلس کا آخری حصار غرناطہ بھی عیسائیوں کے تسلط میں چلا گیا اور اگلی ایک صدی میں جنونی پادریوں کی نگرانی میں سپین (اندلس) سے مسلمانوں کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔ اس دوران میں عثمانی ترک کو سوو، بوسنیا اور سربیا (1396ء) قسطنطنیہ (1453ء) یونان (1468ء) اور بلغاریہ، رومانیہ، البانیہ اور ہنگری پر قابض ہوگئے اور انہوں نے بار بار یورپ کے

بڑے بڑے صلیبی عساکر کو شکستیں دیں، جس کے نتیجے میں ترکوں کا نام ہی یورپ کے لئے ہوا بن گیا اور یورپی مسیحی، مسلمانوں کو ''ترک'' ہی کہنے لگے، تاہم یورپ کا مرکزی شہر وی آنا (آسٹریا) ترکوں کے دو تین بار کے محاصرے کے باوجود فتح نہ ہو سکا، حتیٰ کہ وی آنا کا آخری محاصرہ (1686ء) بھی ناکام رہا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں ترکوں کی پسپائی کا آغاز ہوا اور یکے بعد دیگرے یورپ کے مقبوضہ ممالک ان کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ چیچنیا، یونان، رومانیہ، بلغاریہ، بوسنیا ہرزیگوینا، اور البانیہ سوا صدی کے عرصے میں ترکوں سے چھن گئے، بلکہ ہندوستان، ترکستان، مصر، قبرص، لیبیا، سوڈان، تیونس، الجزائر، کویت بحرین، یمن اور عمان اور مغربی و مشرقی افریقہ کے مسلم ممالک بھی یورپی استعماری طاقتوں نے ہتھیا لئے۔ آخر کار پہلی جنگ عظیم (18-1914ء) کے دوران فلسطین، شام، اردن، لبنان اور عراق بھی صلیبیوں کے تسلط میں چلے گئے، حتیٰ کہ انگریز فاتح جرنیل ایلن بی نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نعرہ مارا ''میں آخری صلیبی ہوں''۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ اس نے آخری صلیبی جنگ جیت لی ہے۔ لیکن نہیں، صلیبی جنگوں کا تسلسل آج بھی جاری ہے۔ اکیسویں صدی کی صلیبی جنگ جارج واکر بش اور ٹونی بلیئر نے چھیڑ رکھی ہے۔ یہ دونوں شاہ رچرڈ اور جنرل ایلن ہی کے وارث ہیں اور پورے صلیبی جوش و جذبے سے عالم اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ عالم اسلام کے حکمران بھی نام نہاد دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی اس صلیبی جنگ میں آئمہ کفر کے اجیر بن گئے ہیں۔ اور تو اور عالم اسلام کی واحد ''ایٹمی طاقت'' بھی واشنگٹن کی ظالمانہ خواہشات پر سر تسلیم خم کر چکی ہے۔ ایک ایران سر اٹھائے کھڑا ہے، مگر یہود و نصاریٰ اس کے کس بل نکالنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور ایرانی ایٹمی پروگرام کا معاملہ اس وقت اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے، جو علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں ''کفن چوروں کی انجمن'' کی وارث ہے۔ یہ بش و بلیئر کی صلیبی جنگ کا شاخسانہ ہی ہے کہ یورپ توہین رسالتؐ کا ارتکاب کر کے عالم اسلام کی اجتماعی قوت اور غیرت کو للکار رہا ہے۔ سب سے پہلے توہین رسالتؐ کا ارتکاب کرنے والے ملک ڈنمارک کے وزیر خارجہ نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ یورپی پارلیمنٹ کے مذکورہ اجلاس میں جب صدر آسٹریا ہائنز فشر نے ''کسی مذہب کے بنیادی عقیدے کے سلسلے میں میڈیا کے خود پر بندشیں عائد کرنے'' پر زور دیا تو اکثر ارکان نے مخالفت کی۔ کیرن ریس جارجن سن نامی خاتون رکن تو پھٹ پڑیں: ''اگر ہم آزادیٔ اظہار کو کچلنے لگے تو کسی مذہب کا تنقیدی تجزیہ کرنے کے ہمارے حق اور آزادانہ اظہار رائے کے ہمارے حق کی خلاف ورزی ہوگی''۔ اب اس عورت کو کون سمجھائے کہ تم ہر مذہب کا ''تنقیدی تجزیہ'' شوق سے کرو، مگر انبیاء کی توہین کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے! ڈینش اخبار جے لینڈز پوسٹن کے جس ایڈیٹر نے نبی اکرام کے توہین آمیز خاکے چھاپے، اس نے یہودیوں کے نازیوں کے ہاتھوں قتل عام کے جھوٹے فسانے ''ہولوکاسٹ'' کے بارے میں کارٹون شائع کرنے کا اعلان کیا تو تم نے اسے چھٹیوں پر بھیج دیا۔ گویا ڈیڑھ دو کروڑ یہودیوں کے جھوٹے نظریے کو تو مقدس جانتے ہو، مگر پیغمبر اسلامؐ کے تقدس کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں، جو ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دلوں میں بستے ہیں۔ یورپی پارلیمنٹ کے اجلاس میں یورپین پیپلز پارٹی کے لیڈر ہانس جرٹ پوٹرنگ نے مطالبہ کیا کہ یورپین یونین اور تنظیم اسلامی کانفرنس ماہرین کا ایک کمیشن مقرر کریں، جو سکولوں کی کتابوں میں نسلی اور مذہبی تعصب کا جائزہ لے۔ انہوں نے مسلم ممالک میں شائع ہونے والے بعض جرائد لہراتے ہوئے کہا: ''ہمارے پاس سینکڑوں کارٹون اور خاکے ہیں۔ ایسے کارٹون اسلامی ممالک میں بھی چھپتے ہیں''۔ یہ مسٹر پوٹرنگ کا صریح جھوٹ اور خلط مبحث ہے۔ مسلمان یہود و نصاریٰ کی غلیظ و سماجی قدروں مثلاً اغلام بازی (Gay ulture) اور بے محابا حرامی بچے پیدا کرنے کا تو مذاق اڑاتے ہیں، لیکن کوئی مسلمان کسی نبی کی توہین کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ انہوں نے ماہرین کے جس کمیشن کے تقرر کی بات کی ہے، اس کی زد سب سے پہلے تو اسرائیل پر پڑے گی، جس کا نصاب دنیا میں سب سے زیادہ زہریلا ہے، اس نے ایک کروڑ فلسطینی مسلمانوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ اور اقوام متحدہ کی کوئی قرارداد کبھی تسلیم نہیں کی۔ پھر اس کمیشن کے دائرہ کار میں تمام درجوں کا تدریسی نصاب، مطبوعات اور میڈیا بھی شامل ہونا چاہیے، کیونکہ یہ مغربی میڈیا ہی ہے، جس نے دنیا بھر میں شرانگیزی اور قوموں کے درمیان نفرت اور مخاصمت پھیلانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے! ڈنمارک کے سابق وزیر اعظم پول نائرپ راس مسن نے یورپی پارلیمنٹ میں بے حد صدمہ ظاہر کیا کہ لوگ کس طرح (ڈنمارک و امریکہ کے) جھنڈے جلا رہے اور سفارتخانوں پر حملے کر رہے ہیں۔ اب پول نائرپ جیسے صلیبی

عیسائیوں کے ''اظہار صدمہ'' پر کیا کہا جائے، جنہیں خرابی بسیار کے بعد بھی حضرت محمدؐ کی توہین کے ارتکاب کی مذمت کرنے کی توفیق نہیں ہوئی! الٹا یورپی کمیشن کے صدر بروسو نے ایک انٹرویو میں اعلان کیا ہے کہ ''نہ کارٹونوں کی اشاعت کوئی غلطی ہے، نہ ہم معافی مانگیں گے۔ یورپ میں ایسے مواد کی اشاعت کوئی بڑی بات نہیں، جس پر ہم شرمندگی کا اظہار کریں۔ میں جانتا ہوں کہ ایسے مواد کی اشاعت سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، مگر یہ آزادی اظہار رائے اور جمہوریت کے لئے بہت ضروری ہے''۔ ادھر اٹلی کے ایک وزیر رابرٹو کارڈولی جس نے اعلان کیا تھا کہ ''وہ توہین آمیز کارٹونوں سے آراستہ ٹی شرٹس خود بھی پہنے گا اور لوگوں میں بھی تقسیم کرائے گا'' مستعفی ہونا پڑا ہے۔ صلیبی عیسائیوں کی یہ ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی عالمِ اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور امتِ مسلمہ سے اجتماعی عملی اقدام کا تقاضا کرتی ہے!

بوسٹن نے رابرٹسن کی سوانح عمری ''امریکہ کا خطرناک ترین آدمی'' (The Most Dangerous Man in Ameria) کے عنوان سے لکھی اور یہ بتایا کہ مذہبی پروگراموں کی آمدنی سے جس پر کوئی ٹیکس نہیں' دوسرے منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جاتی تھی جن میں سیاسی نوعیت کے منصوبے بھی شامل تھے' خاص طور پر کرسچن کولیشن (hristian oalition) کی سرمایہ کاری 2 کروڑ 50 لاکھ ڈالر سالانہ بجٹ کے ساتھ تھی کرسچن کولیشن کا دعویٰ ہے کہ اس کے ارکان کی تعداد 17 لاکھ ہے اور اس کی الحاقی اور مقامی شاخیں امریکہ کی 50 ریاستوں میں موجود ہیں۔ بوسٹن کے بیان کی رو سے' کرسچن کولیشن امریکہ کی سیاسی تنظیموں میں واحد سب سے زیادہ بااثر سیاسی تنظیم ہے۔

رابرٹسن زائرے کے سابق صدر اور ڈکٹیٹر موبوتو کے مستقل طرفدار اور حمایتی تھے' چنانچہ زائرے میں ان کی ہیرے کی ایک کان بھی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک ''آپریشن بلیسنگ'' نامی ادارہ چلاتے ہیں۔ یہ ایک خیراتی ادارہ ہے جس پر کوئی ٹیکس نہیں۔ اس میں دنیا بھر کی سیاحت کا انتظام ہے۔ 1999ء میں ورجینا کے سینٹر جینٹ ڈی میوول نے چیلنج کیا کہ آپریشن بلیسنگ کو ٹیکس میں چھوٹ نہیں ملنا چاہیے کیونکہ اس کے طیارے دراصل ہیرے کی کان میں استعمال ہونے والے آلات لاد کر لے جاتے ہیں اور یہ کان رابرٹسن کی ہے۔

رابرٹسن 1988ء میں صدارتی انتخاب کیلئے کھڑے ہوئے تھے۔ 1999ء میں وہ ایک بڑے بینک کے چیئرمین بننے جا رہے تھے۔ منصوبے کے مطابق ان کا نیا نیشنل بینک' بینک اسکاٹ لینڈ سے ملحق ہوگا۔ اس کی شاخیں نہیں ہوں گی' اس کی بجائے وہ اپنے گاہکوں سے ٹیلی فون اور ڈاک کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔ کرسچن براڈ کاسٹنگ ورک اور اس کی سیاسی تنظیم کرسچن کولیشن میں بھی عطیات کی وصولی کا یہی طریقہ اس نے اپنا رکھا تھا۔ نیویارک ٹائمز مطبوعہ 3 مارچ 1999ء کے مطابق اس بینک کا نہایت اہم اقلیتی حصہ دار ہوگا اور اس کی امریکن ہولڈن کمپنی کا صدر ہوگا۔

قطر میں امریکہ کے سابق سفیر اینڈریو کل گور نے کہا کہ اگر کوئی غیر ملکی کمپنی رابرٹسن کے طریقہ پر کام کرنا چاہتی ہو تو اس کا کام اس لیے آسان ہو جائے گا کہ رابرٹسن کے پاس ایک غیر الحاقی بینک ہے۔ کل گور اب امریکن ایجوکیشن ٹرسٹ کے صدر ہیں۔

آخری معرکے (Armageddon) پر کتابیں جان گریشم کے ناولوں سے اگر زیادہ نہیں تو اس کے برابر ضرور فروخت ہوتی ہیں۔ ہال لینڈ سے کی کتاب ''آنجہانی عظیم کرہ ارض'' (The Late Great Planet Earth) کی 2 کروڑ 50 لاکھ سے زیادہ کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔ 1970ء کی پوری دہائی میں یہ سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب تھی اور بائبل کے سوا ہر کتاب سے زیادہ فروخت ہوئی۔ اس نام سے اس پر فلم بھی بنائی گئی جس میں اورسن ویلس نے تبصرہ کیا ہے۔ لنڈ سے 4 اور ناول لکھے جن میں سے ایک کا نام ''جہان نو ہو رہا ہے پیدا'' (There is a New World oming) بالکل سامنے ہے اور یہ دنیا تباہ ہو جائے گی۔

1990ء کی دہائی کے آخری زمانے میں ٹم لاہائی (Time Lahaye) نے ایک سلسلے کی 4 کتابیں ''پیچھے رہ جانے والے'' (Left Behind) کے نام سے لکھیں۔ وہ مبشراتی کلیسا کے ماننے والے (Evangelist) ہیں۔ ان کا موضوع ''دوبارہ مسیحی پیدا ہونے کی نوید'' (Rapture of Born Again hristains) ہے۔ ان کی کتاب کی 30 لاکھ کاپیاں فروخت ہوئیں۔ پبلشر ویکلی کے ایڈیٹر نے بتایا کہ ''ان کتابوں کی مقبولیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں سے نکل کر وہ سیکولر لوگوں میں بھی پہنچ گئی ہیں اور ایسے کمرشل بازاروں مثلاً ''وال مارٹ'' اور

''کے مارت'' میں بھی خوب فروخت ہوئی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کتابیں ہمارے کلچر پر حاوی ہوگئی ہیں۔''

بائبل چرچ: ڈلاس کی مذہبی درسگاہ (Dallas Theologial Seminary) اس کا سرچشمہ ہے کہ خدا کی ہدایت کے بموجب ہمیں اس دنیا کو ختم کر دینا چاہیے۔ بہت سے پادریوں نے اس نظریے میں اپنے درس کی تکمیل کی ہے اور اب تقریباً ایک ہزار بائبل چرچوں میں اس دینی نظریے (Armageddon Theology) کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ حالیہ برسوں کے دوران میں پورے امریکہ کے اندر ایسے بائبل چرچ کھل گئے ہیں جو کسی بھی بڑے چرچ سے وابستہ نہیں بلکہ آزاد ہیں تاہم بائبل چرچوں کی انٹرنیشنل فیلوشپ کے اندر وہ آپس میں رابطہ رکھتے ہیں۔

ایک ویب سائٹ کے مطابق نئے بائبل چرچوں کی سب سے زیادہ تعداد مشی گن' نیوجرسی اور پین سلوانیا میں ہے۔ ٹیری ایسٹ لینڈ نے وال اسٹریٹ جرنل (12 فروری 1999ء) میں لکھا ہے کہ بہت سے بائبل چرچ ''قدامت پرست ڈلاس ایتھولوجیکل سیمناری سے روحانی رشتہ رکھتے ہیں جس نے براہ راست یا بالواسطہ طور پر بائبل چرچوں کے بیشتر پادری پیدا کیے ہیں۔''

امریکہ میں بنیاد پرست تقریباً 5 کروڑ ہیں۔ وہ لاتعداد مذہبی تنظیموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ Armageddon کے مذہبی نظریے کے سب سے پرجوش وکیل مبشراتی چرچ اور دوسری پرکشش تحریکوں کے ارکان ہیں۔ وہ شمالی امریکہ کے مسیحیوں میں بنیاد پرستی کی سب سے تیزی سے مقبول ہونے والی شاخ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مسیحیت کے اس بڑھتے اور پھیلتے ہوئے شعبوں میں محترم عالم مذہبات' پادری اور دینی درسگاہوں کے سربراہ ایک ہی مسلک کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ ایک مسلک کے رہنما جم جونز نے موت کے دہانے تک پہنچاتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والوں سے کہا تھا دنیا ختم ہوا چاہتی ہے لہٰذا ہمیں اس کا ساتھ دینا ہوگا' ہمیں اس ہجوم سے آگے نکلنا چاہیے۔

یہ دنیا کے خاتمے اور آخری جنگ عظیم (Armageddon) کے نظریے کی مقبولیت ''سر پھرے افراد'' سے لے کر اعلیٰ ترین ارباب حکومت تک میں دیکھی گئی ہے۔ رابرٹ شیر نے ایک کتاب لکھی ہے' جس کا نام ہے (With Enough Power Reagan Bush & Nulear War) کتاب میں لکھا ہے کہ وزیر دفاع کیسپر وائن برگر نے 1983ء میں Armageddon کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا: جی ہاں! میں نے ''انکشاف کی کتاب'' (Book of Revelation) پڑھی ہے۔ میرا یقین ہے کہ دنیا ختم ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا حکم الٰہی سے ہوگا' ہر روز مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ وقت تیزی سے نکلتا جا رہا ہے۔

تاریخ کے ایک محقق ڈیو میکفرسن نے کہا ہے آرمیگڈون تھیوری میں خطرہ یہ ہے کہ یہ یقینی موت پر مبنی اور چھوت کی طرح پھیلتی ہے۔ ایک مثال اس کی یہ ہے کہ 60 ویں کی دہائی کے آخری دنوں میں جبکہ 70ء کی دہائی شروع ہونے والی تھی' ہربرٹ ڈبلیو آرمسٹرانگ نے اپنے سینکڑوں مقلدوں کو باور کرا دیا تھا کہ اپنی ساری املاک ورلڈ وائڈ چرچ آف گاڈ کے حوالے کر دیں۔ اس لیے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔

ملینیم پروفیسی رپورٹ کے ایڈیٹر ٹیڈ ڈینیل نے جن کا تعلق فلاڈلفیا سے ہے کہا: وہ لوگ جنہیں یہ امید ہوتی ہے کہ دنیا عنقریب ختم ہو جائے گی' عجیب وغریب حرکتیں کرتے ہیں۔ ڈینیل کے پاس اس طرح کے 12 سو سے زائد عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق کوائف موجود ہیں۔ ان گروہوں کا تعلق امریکہ سے اور اس سے باہر کے ممالک سے ہے۔

دنیا کے یقینی خاتمے کے عقیدہ رکھنے والا ایک گروہ کوریا میں ہے۔ اس کا نام ہویوگو (Hyoo-Go) ہے۔ اس کے ارکان کو توقع تھی کہ 1992ء میں تمام حق پرستوں کو دنیا سے اٹھا کر جنت میں پہنچا دیا جائے گا اور پھر باقی دنیا کے لیے آخری موت کے دور کا آغاز ہوگا۔

ایک اور گروہ (The Order of Solar Temple) ہے۔ یہ ایک خفیہ فرقہ ہے۔ 1994ء میں اس نے اجتماعی خودکشی کا عمل کیا' چنانچہ سوئٹزرلینڈ اور کینیڈا کے لوگوں نے اپنی جانیں دے دیں۔ 50 افراد نے اس طرح خودکشی کی کہ بڑے بڑے تمغے ان کے سینوں پر سجے ہوئے تھے جس میں ''یقینی موت'' کی علامت ''چار گھوڑ سوار'' بنے ہوئے تھے۔

ایک اور تنظیم ''برانچ ڈیوڈیان'' ہے۔ اسکے ماننے والے واکو ٹیکساس سے باہر رہتے ہیں۔ اپریل 1993ء میں وفاقی ایجنٹوں نے ان کے احاطے پر حملہ کر دیا اور مرگ عالم پر عقیدہ رکھنے والے 80 افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

ایک تنظیم ہونز گیٹ (باب جنت) ہے۔ سین فریگو کے مضافات میں اس کے 39 ارکان نے اپنے آپ کو ختم کر دیا اور اپنے پیچھے کاغذات چھوڑ گئے جس میں لکھا تھا کہ یہ دنیا تمام تر شر اور فساد ہے اور اس کا غارت ہو جانا یقینی ہے۔

وائس ان دی ورلڈ نینس (ویرانے میں آواز) نامی گروپ ملفورڈ ریاست نیو ہمشائر میں رہتا ہے۔ اس کا مشورہ یہ ہے کہ درخت مت لگاؤ اور آگے کے منصوبے مت بناؤ کیونکہ اس طرح کے احمقانہ سرگرمیوں کے لیے مہلت نہیں رہی۔

لٹل راک ریاست ارکانساس کے قریب ایک قلعہ نما ایک قصبہ ہے جہاں تقریباً 100 باشندے مسلح اور کیل کانٹے سے لیس کام کرتے ہیں، عبادت کرتے اور اس کے ساتھ فوجی ڈرل کرتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ کسی بھی وقت تباہیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا اور انسانی تاریخ ختم ہو جائے گی اور کلائم ماسٹر کے بمبار ٹموتھی میک ویو نے جس کو سزا دی گئی ہے۔ 1995ء میں اوکلاہاجا کر وفاقی عمارت پر بمباری سے پہلے بلوہم سٹی میں اپنے دوستوں کو فون کر دیا تھا۔

اس عرصے میں مسیحیت کے تشخص کی تحریک نے، جو ریگن اور بش کے زمانے سے ابھر کر سامنے آئی، عالمگیر نوعیت اختیار کر لی ہے جس میں دائیں بازو کی انتہا پسندی کو بہت فروغ ہوا ہے۔ اس کا مرکزی تصور یہ ہے کہ دوسرے سے نفرت کرو۔ یہ ''دوسرے'' کون ہیں؟ یہ ہیں سیاہ فام نسل کے لوگ، یہودی عورتیں، ڈاکٹر اور لبرل (آزاد طبع لوگ)! پیٹرک منگیز نے اپنی کتاب (Apoalypse Now) میں لکھا ہے: ان کی مذہبیات ایک عجیب طرح کا تہذیبی نظام ہے جس میں نظریاتی اتحاد کی تلقین اور انتہائی دائیں بازو والوں کا ایک نظریاتی سانچہ موجود ہے۔ یہ ہیں کوکلکس کلان، نئے نازی سرمنڈے نسل پرست اور آریائیوں کی مدافعتی تحریکی!

آئڈینٹیٹی (Identity) نامی تنظیم کا ایک ہیرو جو شمالی اڈیہو کا باشندہ ہے وہ اگست 1992ء کے 11 روز علامتی مظاہرے میں شریک تھا۔ وہ ایک افسر کے قتل کے الزام سے بری کیا جا چکا تھا۔ ٹیکساس کے احاطے میں اس پر قاتلانہ حملے کا منصوبہ ''امریکن ہولوکاسٹ'' نامی انتہائی دائیں بازو کے ارکان نے بنایا تھا۔

گزشتہ 7 سال کے اندر مسیحی تشخص (hristian Identity) کی تحریک 3 ہزار ارکان سے آگے نکل کر 30 ہزار ارکان تک پہنچ گئی ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ اس کی مستقل رکنیت سے قطع نظر اس کے مقلدین کی تعداد تقریباً اڑھائی لاکھ ہے۔

امریکہ میں انتہائی تیزی سے پھیلنے والا عقیدہ نظریہ آخری جنگ عظیم ''آرمیگاڈون'' کیا ہے؟

What is Armageddon?

امریکہ میں ایک نئے مذہبی عقیدے نے ظہور کیا ہے۔ اس کے ماننے والوں میں سبھی نام نہاد ''جنونی'' شامل نہیں بلکہ متوسط سے بالائی متوسط طبقے کے امریکی شامل ہیں۔ یہ لوگ ٹی وی کے پادریوں یا مسیحی مبلغوں کو سنتے ہیں اور ہر ہفتے لاکھوں ڈالر ان کو نذر کرتے ہیں۔ یہ مبلغ اس عقیدے کی مبادیات بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہال لنڈ سے (Hal Lindsey) اور ٹم لاہائی (Tim Lahayee) کو پڑھتے ہیں۔ ان کا ایک ہی مقصد ہے یعنی خدا کے ہاتھوں کو سہولت فراہم کرنا ہے (یعنی Foring God's Hands تا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر جنت میں پہنچا دیں جہاں کوئی مصیبت نہیں کوئی مصیبت نہیں ہوگی اور جہاں سے وہ ارمیگڈن یعنی خیر وشر کا آخری معرکہ اور کرہ ارض کی تباہی کا منظر دیکھیں گے۔ یہ نظریہ (Assemblies of Pentiostal, God) اور دوسرے کرشمہ ساز کلیساؤں اور مزید یہ کہ (Southern Baptisal) تک پھیل گیا ہے۔ یہ نظریہ Baptisal میں اور لاتعداد چھوٹے بڑے گرجاؤں میں پہنچ گیا ہے (آج کی مسیحی دنیا میں تیزی سے پھیلنے والی تحریک ہے)۔

ایونجیلیکل ازم

(Evangelialism) کیا ہے؟

اس عقیدے کے مقلد اپنے مسلک میں شدید بنیاد پرست ہیں اور اس وقت امریکی باشندوں کی تقریباً ایک چوتھائی تعداد اس کی ماننے والی ہے۔

ولیم مارٹن، رائس یونیورسٹی میں سوشیالوجی کے پروفیسر کا بیان:

کیمپس کروسیڈ فار کرائسٹ (ampus rusade for hrist) اس تنظیم کو مالی امداد فراہم کرنے والے بڑے ثروت مند لوگ مثلاً نیلسن بنکر ہنٹ اور ٹی کلن ڈیوس ہیں۔ یہ تحریک بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس کا مقصد ایک بلین ڈالر جمع کرنا ہے تاکہ کرۂ ارض کے ہر فرد تک مسیح کا پیغام پہنچا دیں۔ 16 ہزار مسیحی علماء جن کی تعداد میں ہر روز ایک کا اضافہ ہو رہا ہے اور جو سالانہ 2 بلین ڈالر کی نجی تعلیمی صحت سے وابستہ ہیں، ان کے علاوہ کل وقتی مبلغ 2 کروڑ افراد تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور آدھے بلین ڈالر سے زیادہ عطیات اکٹھا کر لیتے ہیں۔

❋ ❋ ❋

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

اسلام کے خلاف سرگرم ناسا

آج جدید دنیا میں ایک مقولہ مشہور ہے کہ سائنس کی ترقی کے اس دور میں کوئی چیز پوشیدہ رکھنا آسان نہیں، مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات بھی پروپیگنڈہ کی حد تک ہے کیونکہ اس جدید دور میں دنیا کی آنکھوں میں جس دیدہ دلیری کے ساتھ دھول جھونکی جارہی ہے اس کی مثال ماضی کے کم ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ موضوع بحث القاعدہ کی جانب سے ارسال کردہ مبینہ ای میل پیغامات ہیں۔ جب ان ای میلز کو وصول کیا جاتا ہے تو عام خیال یہی ہوتا ہے کہ ان ای میلز کو القاعدہ کا کوئی رکن کسی خفیہ مقام سے ارسال کر کے باہر کی دنیا کو رابطے میں لے کر کسی نئی بات کا انکشاف کرتا ہے یا کسی نئے حملے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے لیکن آج کے اس جدید دور میں کسی طور پر بھی یہ ممکن نہیں کہ ای میلز کو روانہ کرنے والے کا ٹھکانہ معلوم نہ کیا جاسکے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو پھر امریکا اور اس کے حلیف مغربی اور دیگر ممالک ان ای میلز کا آنا امریکا کے مفاد میں ہے؟ انٹرنیٹ استعمال کرنے والا عام انسان بھی اس حقیقت سے آشنا ہے کہ یہ ای میلز جب کمپیوٹر کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہیں تو ان کے لیے انٹرنیٹ کی سہولت حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اور انٹرنیٹ کی سہولت مہیا کرنے کے لیے کسی نہ کسی سروس مہیا کرنے والے ادارے ''سرور'' کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ای میلز روانہ کرنے والے کا جائے ٹھکانہ اس کے ٹیلی فون کنکشن نمبر یا نیٹ کیبل کے ذریعہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہا۔ پھر مبینہ طور پر القاعدہ کے ای میلز روانہ کرنے والے ارکان کا پتہ کیوں نہیں چلایا جاسکتا؟ ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے واشنگٹن میں موجود مڈل ایسٹ انفارمیشن انسٹی ٹیوٹ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

مڈل ایسٹ انفارمیشن انسٹی ٹیوٹ واشنگٹن کی ایک رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ پر القاعدہ سے متعلق زیادہ تر سائیٹس امریکی شہر ہوسٹن سے جاری ہوتی ہیں جبکہ امریکہ کے دیگر شہروں اور یورپی ممالک سے بھی ان سائیٹس کو جاری کیا جاتا ہے اس رپورٹ میں 25 انٹرنیٹ سائیٹس کی ایسی لسٹ دی گئی ہے جس میں القاعدہ اور اس کے مقاصد سے تعلق رکھنے والی اور معاون دیگر تنظیموں کے سائیٹس پتے درج ہیں القاعدہ کی سائیٹ کا نام البشار کمیونیکیشن ہے جبکہ القاعدہ کے نام سے ترجمان جزیرہ العرب میں واقعہ ہے عراق کی جیش انصار النسہ کی سائٹ بھی اس لسٹ میں شامل ہے اس تنظیم پر مبینہ طور پر عراق میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہونے کا الزام ہے۔ رپورٹ کے مطابق 20 سے زائد ایسی سائٹس ہیں جو امریکہ اور کینیڈا کی سرزمین سے جاری ہوتی ہیں جبکہ القاعدہ سے متعلق دیگر سائٹس انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والی برطانوی، ہانگ کانگ، روسی، عرب امارات وغیرہ کی کمپنیوں کے ذریعہ عام کی گئی ہیں۔ امریکہ کی سرزمین سے مبینہ طور پر جن بنیاد پرست اسلامی تنظیموں کی سائٹس جاری ہوتی ہیں ان میں الساحۃ ڈاٹ کام بھی اسے ہوسٹن میں واقعہ ایک انٹرنیٹ کمپنی یا سرور کے ذریعے جاری کیا گیا ہے اسی کمپنی سے انصار السنہ ڈاٹ کام نامی سائٹ بھی جاری کی جاتی ہیں جبکہ فلسطینی مزاحمتی تنظیم الجہاد الفلسطینی کی سائٹ بھی یہیں سے جاری کی جاتی ہے۔ لبنان کی اسلامی وجہادی تحریک حزب اللہ کی سائٹ جس کا نیٹ پتہ ہے اور اسرائیل کے خلاف مسلح جدوجہد میں مصروف فلسطینی تنظیم کی سائٹس بھی امریکہ کی ہوسٹن میں واقع کمپنی کے ذریعہ جاری کی جاتی ہیں۔ برطانیہ میں موجود ایک اسلامی شخصیت نے لندن سے شائع ہونے والے سعودی جریدے الشرق الاوسط کو انٹرویو دیتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ القاعدہ سے متعلق تمام ویب سائٹس امریکہ سے جاری کی جارہی ہیں اور ان سے متعلق افراد کے نام بھی رجسٹرڈ ہیں ان کے ناموں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی علامتی استفہام درج نہیں کی گئی ہے جبکہ ایک اطلاع کے مطابق جن ناموں پر یہ سائٹس رجسٹرڈ ہیں انہیں یا تو امریکی حکومت نے یہاں سے نکال دیا ہے یا وہ یہاں سے فرار ہو چکے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سائٹوں کو کون اب تک چلا رہا ہے۔ اسی قسم کی ایک ویب

سائٹ پر ایک امریکی یرغمالی نیکولس بیرج کو ذبح کرتے دکھایا گیا تھا۔اسی طرح عراق میں مبینہ طور پر القاعدہ کے رہنما ابو مصعب الزرقاوی اور ایک تنظیم التوحید والجہاد کے اعلانات جاری کرنے والی ویب سائٹ بھی امریکی شہر ہوسٹن سے جاری ہوئی ہے۔یہی حال دیگر مغربی ممالک کا ہے جہاں یہ کاروبار منظم انداز میں جاری ہے۔ایسا ممکن ہے کہ مبینہ طور پر القاعدہ کے ارکان کسی اور ذرائع کے ذریعہ ای میلز تک رسائی حاصل کر کے اپنے پیغامات باہر کی دنیا تک پہنچاتے ہوں مگر سائٹوں کی حد تک اتنا اہتمام آسانی کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا۔اس کے علاوہ امریکی صحافت میں ہی اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ عراقی اخبارات میں شائع ہونے والے عرب صحافیوں سے منسوب مقالات اصل میں پینٹا گون میں تیار کیے جاتے ہیں۔

ان کے کیا عوامل ہو سکتے ہیں' ایک دردمند مسلمان مشکل کے بغیر سمجھ سکتا ہے۔کیا دنیا کی سخت ترین الیکٹرانک جاسوسی کے دوران اس قسم کا کھیل کھلم کھلا کھیلا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے امریکہ کی ایک مواصلاتی جاسوسی تنظیم این ایس اے جسے دنیا کی خطرناک ترین مواصلاتی ایجنسی قرار دیا جاسکتا ہے کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔امریکہ کا ادارہ برائے قومی سلامتی (این ایس اے) تمام دنیا میں ہونے والی سرگرمیوں کا ریکارڈ جمع کرنے میں منہمک ہے۔این ایس اے کا شمار دنیا کے لیے امریکہ کی خطرناک ترین قومی ایجنسیوں میں ہوتا ہے جس کا احوال بڑی حد تک پردہ اخفاء میں رکھا گیا۔اس کا بنیادی کام دنیا بھر میں ہونے والے واقعات' حادثات مختلف عالمی تنظیموں' شخصیات حتیٰ کہ مختلف ممالک کے درمیان ہونے والے روابط کا مکمل ریکارڈ ہے۔1975ء تک اس ادارے میں کام کرنے والے افراد کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی مگر اب کوئی نہیں جانتا کہ اس ادارے کے افراد کتنی تعداد میں ہیں۔اس ادارے کے بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر ایک اندازے کے مطابق اس سے وابستہ افراد کی نفری 12 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔امریکہ کی مختلف ایجنسیوں کے لیے مختص کیا جانے والے سالانہ بجٹ یعنی 27 بلین ڈالر کا 80 فی صد حصہ اس خطرناک ترین ادارے این ایس اے پر صرف ہوتا ہے۔اس ادارے کے کام کی نوعیت کیا ہے۔اس کا اندازہ ایک مثال سے لگایا جاسکتا ہے کہ لیڈی ڈیانا سے متعلق اس ادارے نے ہلکی سے ہلکی معلومات اور گفتگو ریکارڈ کر رکھی تھی۔برطانوی اخبارات ڈیلی مرر اور دی ڈیلی ریکارڈ کے مطابق شہزادہ چارلس سے تعلقات کی ابتداء کے ساتھ ہی لیڈی ڈیانا نے جیسے ہی شہرت کے میدان میں قدم رکھا' این ایس اے کی زد میں آ گئی۔اس وقت سے لے کر اس کی موت تک اس ادارے نے ڈیانا کی ہر ٹیلی فون کا کال' کمیونیکیشن کے دوسرے ذرائع اور معاملات ریکارڈ کرنے شروع کر دیئے مگر اس راز سے پردہ اس وقت اٹھا جب نیویارک میں قائم انٹرنیٹ کے مرکز نے امریکی قانون کے مطابق معلومات طلب کیں تو اس ادارے این ایس اے نے اسے امریکی قومی مفادات کے خلاف تصور کرتے ہوئے انٹرنیٹ کی درخواست مسترد کر دی۔

این ایس اے نے انٹرنیٹ کو جو آفیشل جواب دیا وہ اس طرح تھا کہ ''اس قسم کی درخواست منظور کر لینے میں امریکہ کے قومی مفاد میں نقصان کا احتمال ہے۔ڈیانا کا موضوع اس ادارے کے لیے اتنا اہم نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ذات کو اہمیت دے کر یہ معلومات اکٹھی کی گئیں۔یہ معلومات 1056 صفحات پر مشتمل ہیں۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا موضوع جو اس ادارے کے نزدیک اتنا حساس نہیں ہے اس پر معلومات کا ذخیرہ اس قدر زیادہ ہے اور وہ معاملات جو ادارے کے نزدیک حساس ہوں گے ان تک رسائی کا کیا عالم ہوگا۔

امریکا میں داخلی اور خارجی سطح پر جاسوسی اور معلومات کے حصول کے تین بڑے ادارے ہیں جن میں جدید مواصلاتی والیکٹرانک آلات کے ذریعہ دنیا بھر کی حکومتوں' تنظیموں اور افراد کے درمیان ہونے والے گفتگو اور معاملات کو ریکارڈ کرنے کی ذمہ داری این ایس اے کے سپرد ہے اس کے بعد سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی سی آئی اے اور فیڈرل بیورو انویسٹی گیشن ایف بی آئی آتی ہے۔ذمہ داری کے لحاظ سے ان میں حساس ترین ادارہ این ایس اے ہے۔جس کا قیام امریکی صدر ہیری ٹرومین کے حکم سے 24 اکتوبر 1952ء میں عمل میں آیا تھا۔اس ادارے کی تشکیل کے وقت امریکا میں کوئی بھی اس کے قیام اور اس کے مقاصد کے بارے میں نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ اس سلسلے میں امریکی کانگریس کو بھی بے خبر رکھا گیا تھا۔اس وقت کے امریکی صدر کے احکامات کے مطابق یہ ادارے عالمی سطح پر امریکی مفادات میں سننے کی ذمہ داری ادا کرے گا۔شروع شروع میں یہ ادارہ

امریکہ میں غیر ملکی سفارتکاروں اورامریکہ میں ممکنہ غیر ملکی ایجنسیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے اعلیٰ عہدیداروں کی سرگرمیاں اور بات چیت کو ریکارڈ کیا جانے لگا۔اس کے بعد امریکہ کے نزدیک حساس ممالک کی خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں اوران سے تعلق رکھنے والے افراد کی باہمی گفتگو این ایس اے کی زد میں آ گئی۔ان اداروں کی گفتگو اور معلومات عام ٹیلی فون موبائل فون' فیکس' ٹیلیگراف اور انٹرنیٹ کے ذریعہ حاصل کی جانے لگیں۔این ایس اے کا دائرہ مختلف ملکوں کے صدور' وزراء' سیاسی جماعتوں کے قائدین اور کاروباری حضرات تک پھیل چکا ہے۔اس کام کے لیے این ایس اے دنیا بھر میں قائم امریکی سفارت خانے' قونصل خانے' امریکی فوجی اڈے' بحری جنگی جہاز' آبدوزیں' جنگی طیارے اور مصنوعی سیارے استعمال کرتی ہے۔

1952ء میں این ایس اے کے قیام کے تھوڑے عرصے بعد ہی این ایس اے اور سی آئی اے کے دائرہ عمل کی حدود وضع کر دی گئیں تاکہ دونوں ایجنسیاں کسی متوقع تصادم سے بچ سکیں اور ایک دوسرے کے امور میں مداخلت نہ ہو ایسی ہی حد بندی ایک سال بعد سی آئی اے اور ایف بی آئی کے درمیان بھی کی گئی۔ بشرطیکہ اس کی سرگرمیاں ایف بی آئی سے متصادم نہ ہوں۔اس کے فوراً بعد ہی سی آئی اے کو گفتگو سننے یا ریکارڈ کرنے کے لیے الیکٹرانک آلات استعمال کرنے کی اجازت ملی۔ٹرومین کے دور میں امریکہ کی سیاسی صورتحال میں اس وقت ہلچل مچ گئی تھی جب بہت سے امریکی مصنفین اور دوسری سرکردہ شخصیات پر کمیونزم کی حمایت کا الزام لگایا گیا جس کے فوراً بعد ٹرومین نے ایف بی آئی کو امریکی قومی سلامتی کے پیش نظر کسی بھی شخصیت کی گفتگو ٹیپ کرنے کا اختیار دے دیا۔1972ء میں جب اپوزیشن نے ویت نام کی جنگ سے متعلق امریکی پالیسیوں پر کھل کر تنقید شروع کر دی تو اس ہنگامے میں بہت سے دوسرے اعتراضات بھی اٹھائے گئے جس میں ایف بی آئی کے ان اقدامات کی کھل کر مخالفت کی گئی جس میں وہ امریکہ کی کسی بھی شخصیت کی گفتگو ٹیپ کر سکتی تھی۔ایف بی آئی کے اس اقدام کے خلاف امریکہ میں اتنی شدت کے ساتھ مخالفت ہوئی کہ بعد میں کسی حد تک اس پر پابندی عائد کی گئی کہ اس کا کوئی بھی رکن بغیر محکمے کی اعلیٰ قیادت کی اجازت سے کسی بھی شخص کی گفتگو ریکارڈ نہیں کر سکے گا۔ ورنہ اس سے پہلے ایف بی آئی کے عام رکن کو بھی یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ قومی مفاد کے معاملے میں کسی بھی شخص کی گفتگو ریکارڈ کر سکتا ہے مگر اس قرارداد کی وجہ سے گفتگو سننے کا عمل رک نہیں سکا۔1973ء تک نوسو امریکیوں کی گفتگو ریکارڈ کی گئی جبکہ اس وقت چھ ہزار غیر ملکی امریکا میں مقیم تھے جن امریکیوں کی گفتگو اس دوران ریکارڈ ہوئی ان میں سینئر رابرٹ کینڈی کا نام بھی شامل ہے جو اپنے زمانے کے مشہور مافیا لیڈر رسوم جینکا تا کے ساتھ 1988ء میں قتل کر دیا گیا۔

امریکہ کا یہ حساس ادارہ این ایس اے برطانیہ' کینیڈا' نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے تعاون سے بھی اپنی کارروائیوں کا دائرہ وسیع کرتا رہتا ہے۔ امریکہ کے علاوہ مذکورہ بالا ممالک میں بھی چھوٹے پیمانے پر ایسی ایجنسیاں کام کرتی ہیں جو داخلی سطح پر ریکارڈنگ کے علاوہ دوسری سرگرمیوں کا ریکارڈ بھی رکھتی ہیں۔این ایس اے ایک خاص سطح پر ان سے روابط استوار کرتی ہے جسے اس کی اصطلاح میں Ehelon کہا جاتا ہے۔اس نے دوست مغربی ممالک کی ایجنسیوں کے ساتھ مل کر ساتھ سوویت یونین اور وارسا پیکٹ میں شامل ممالک میں ہونے والے مذاکرات اور ان ممالک سے تعلق رکھنے والے حکومتی وعسکری عہدیداروں کا بھرپور ریکارڈ جمع کیا اور اس سے سلسلے میں اتنا آگے بڑھ گئی کہ حلیف ممالک کو بھی نہیں بخشا۔1960ء کی دہائی میں این ایس اے نے اٹلی اور فرانس کے حساس اور حکومتی شعبوں میں ہونے والی گفتگو بھی ریکارڈ کی ۔1975ء تک این ایس اے کی سرگرمیوں کے متعلق خود امریکہ میں زیادہ لوگوں کو علم نہیں تھا مگر اس عرصے کے بعد اس کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ خبریں اخبارات میں شائع ہونے لگیں۔خاص طور پر 1975ء میں جب این ایس اے کے ڈائریکٹر جنرل نے کانگریس کی تفتیشی کمیٹی کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے 1967ء سے 1973ء تک ہزاروں امریکی شہریوں کی گفتگو ریکارڈ کی ہے۔ایسے ہی انکشافات مشہور امریکی مصنف جیمس باسفورڈ نے این ایس اے کے متعلق اپنی کتاب Puzzle plae میں کیے ہیں۔اس ادارے کا قیام کس مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا۔کس طرح یہ ادارے سیاسی و عسکری شخصیات کی گفتگو ریکارڈ کرتا ہے۔ یہ رپورٹیں مختلف ممالک کے سربراہوں' وزراء' عسکری قیادت' اپوزیشن لیڈروں' بڑے اخبارات کے

مالکوں سے لے کر حساس شعبوں کے صحافیوں کی گفتگو پر مبنی ہوتی ہیں۔

1957ء میں یعنی صدر آئزن ہاور کے آخری دور میں این ایس اے نے عالمی سطح پر سیاسی و معاشرتی گفتگو اور عسکری سگنلز کی ریکارڈنگ کا کام پہلی مرتبہ آبدوزوں کے ذریعہ لینا شروع کیا۔ یہ آبدوزیں جدید الیکٹرانک اور مواصلاتی آلات سے لیس ہوئی تھیں جو مکالمات اور سگنلز آسانی کے ساتھ ریکارڈ کر سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ آبدوزوں میں ایسے آلات اور حساس کیمرے نصب ہوتے ہیں جن کے ذریعے دنیا بھر کے حساس اور سٹرٹیجک علاقوں کی تصاویر بآسانی بنا سکتی ہیں۔ این ایس اے کی اس حکمت عملی کے تحت جو انہیں اس وقت سب سے بڑی کامیابی نصیب ہوئی وہ سابق سوویت یونین کے میزائل پروگرام سے متعلق ایسے اشارات کی ریکارڈنگ' تجربات کے دوران میزائل چھوڑنے کی جگہ اور اس کے اہداف کی نشاندہی تھا اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ امریکی آبدوزیں اور جنگی بحری جہاز ابھی بھی اس قسم کی کارروائیوں میں منہمک ہیں۔ آج کل ان کے دائرہ عمل میں شط العرب' بحیرہ عرب میں کراچی کا ساحل جہاں سے افغانستان تک کا علاقہ کور کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جنوب مشرقی ایشیاء' بحریہ بالٹک اور قزوین کا علاقہ این ایس اے کی سرگرمیوں کا بڑا مرکز ہے۔

1976ء میں امریکہ کی جانب سے پہلی مرتبہ سماعتی آلات سے لیس پہلا مصنوعی سیارہ خلاء میں بھیجا گیا' جس نے دنیا کے اس خطرناک ترین ادارے این ایس اے کی استعداد کو کئی گنا زیادہ بڑھا دیا۔ اس دور میں امریکہ نے اس ادارے کی وساطت سے سابق سوویت یونین اور مشرقی یورپ کے معاملات میں سب سے زیادہ استفادہ کیا۔ اس کے بعد سے لے کر اب تک امریکہ اس مقصد کے لیے کئی سو مصنوعی سیارے خلاء میں بھیج چکا ہے۔ جو جاسوسی مقاصد کے لیے دنیا بھر کی نگرانی کرتے ہیں۔ کمیونی کیشن کے ذرائع ان سیاروں کے ذریعے انتہائی وسیع ہو چکے ہیں۔ 1987ء میں دنیا بھر میں ٹیلی فونز کی تعداد 447 ملین تھی مگر نو سال بعد ہی اس تعداد میں 741 ملین کا اضافہ ہو گیا۔ یہ تعداد کمیونی کیشن کے دوسرے ذرائع کے علاوہ ہے۔ 1996ء میں صرف امریکہ' کینیڈا کے درمیان ہونے والی ٹیلی فونک مکالمات کا دورانیہ ایک اندازے کے مطابق 5 بلین 107 ملین منٹ جبکہ چین اور ہانگ کانگ میں ٹیلی فون گفتگو کا دورانیہ مجموعی طور پر دو بلین 775 ملین منٹ تھا۔

دنیا بھر کی سماعت اور دوسرے کمیونی کیشن کو ریکارڈ کرنے کے لیے این ایس اے کو مرکزی حیثیت حاصل ہونے کے بعد سی آئی اے کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ سی آئی اے کی کارروائیوں کا زیادہ انحصار اپنے کارندوں پر ہے۔ اس لیے سی آئی اے کے امریکی نژاد جاسوسوں کی تربیت میں الیکٹرانک آلات کے ذریعہ گفتگو ریکارڈ کرنا خفیہ تصاویر بنانا' دستخط اور مہریں تیار کرنا' خطوط کو کھول کر پڑھنا اور پھر انہیں اسی طرح بند کر دینا' خفیہ سیاہی سے لکھنا وغیرہ سکھانا این ایس اے کے سپرد ہے۔ اس کی معلومات کا بڑا ذریعہ دوسرے ممالک کی خفیہ ایجنسیوں سے معلومات کا تبادلہ بھی اس کے بڑے ذرائع میں شامل ہے۔ مگر این ایس اے کو اپنی تاریخ میں جو سب سے بڑا سبق حاصل ہوا ہے وہ یہ کہ دوست ممالک کی خفیہ ایجنسیوں پر اندھا اعتماد نہ کیا جائے۔

ایرانی انقلاب کے سلسلے میں این ایس اے نے شاہ کے دور کی ایرانی خفیہ ایجنسی ساوک پر اعتماد کر کے بڑی خطا کھائی تھی۔ جب ساوک نے این ایس اے کو اطلاع فراہم کی کہ علامہ خمینی جیسا ضعیف اور جلاوطن شخص شاہ ایران کے طاقتور اقتدار کے خلاف کبھی موثر تحریک منظم نہیں کر سکتا مگر معاملہ اس سے الٹ ثابت ہوا اور این ایس اے کی باخبری ایران میں امریکی مفادات کو لے ڈوبی۔ اس کے بعد سے یہ ایجنسی حلیف ممالک کی ایجنسیوں پر بھی زیادہ اعتبار نہیں کرتی۔

70ء کی دہائی کے آخر میں این ایس اے اور سی آئی اے نے الیکٹرانک جاسوس ٹیکنالوجی کو بہت ترقی دی۔ اس پروگرام کا نام Speial orportation رکھا گیا۔ اس پروگرام کے تحت چھوٹے سے چھوٹے الیکٹرانک آلات کے ذریعے جاسوسی اور مکالمات سننے کا کام بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ ان آلات میں ایک لیزر مائیکروفون کا ایک چھوٹا سا حصہ کمرے کی کسی بھی کھڑکی کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ یہ حساس مائیکروفون شیشے کے پار سے آنے والی صوتی لہروں کو آسانی کے ساتھ کیچ کر کے مطلوبہ مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں بغیر کسی رکاوٹ کے تمام گفتگو ریکارڈ کر لی جاتی

ہے بلکہ اس لیزر مائیکروفون کے ذریعے کسی دوسری طرف سے بھیجا گیا اشارہ بھی پکڑا جاسکتا ہے۔

اسپیشل کولیکشن پروگرام کے تحت استعمال ہونے والے آلات میں دوسرا اہم آلہ (TX) کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس آلے کے ایجاد ہونے کے بعد اب ٹیلی فون ٹیپ کرنے کے لیے ٹیلی فون سیٹ میں کوئی آلہ نصب نہیں کرنا پڑتا بلکہ کافی فاصلے پر مطلوبہ ٹیلی فون کی تار پر یہ چھوٹا سا آلہ نصب کردیا جاتا ہے جبکہ بات کرنے والے کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا بلکہ عدم استعمال کی صورت میں یہ ٹیلی فون جس کمرے میں نصب ہوتا ہے اس کمرے میں ہونے والی گفتگو دور کہیں اس ٹیلی فون کے تار کے ساتھ منسلک آلے (TX) کے ذریعے منتقل ہوتی رہتی ہے۔اس کے علاوہ یہ آلہ کسی اور ٹیلی فون کے تار پر نصب کرکے مطلوبہ فون کے نمبر پر رابطہ قائم کرسکتا ہے۔اس قسم کے آلے این ایس اے کے ذرائع سے دنیا بھر میں سی آئی اے کے مقامی ایجنٹوں کے پاس موجود ہوتے ہیں۔این ایس اے نے معلومات کے بڑے بڑے ذخائر جدید ترین کمپیوٹروں میں محفوظ کررکھے ہیں۔مثلاً 1985ء کے بعد دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں پر این ایس اے کو بھرپور نظر رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔اب اس کے کمپیوٹروں میں مختلف کوڈ نام مثلاً اسلام' اسلامی تحریک ' قرآن' محمد' سیرت' غزالی' شافعی' حنفی' ابن تیمیہ' الجنا' مودودی' سعید التورسی' اخوان المسلمون' جہاذ الجہاد الاسلامی' طلبہ النور وغیرہ کے نام سے فائلیں محفوظ ہیں جن میں روزانہ حاصل کردہ معلومات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

1990ء کے بعد دنیا بھر میں موبائل فونز کی بھرمار ہوگئی۔خصوصاً امریکہ' یورپ اور مشرق وسطیٰ میں اس کا استعمال عام لوگوں میں فروغ پانے لگا۔شروع شروع میں موبائل فون کو ریکارڈ کرنے میں این ایس اے اور اس جیسی دوسری ایجنسیوں کو سخت دشواری پیش آتی تھی۔کیونکہ موبائل نظام کو GSM نامی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے جسے ٹریس کرنا این ایس اے کے دائرہ اختیار سے باہر تھا اس مشکل کو حل کرنے کے لیے این ایس اے اور سی آئی اے سے اعانت طلب کی کہ موبائل فون کی ٹیکنالوجی کو مکمل طور پر اپنی دسترس میں رکھنے کے لیے موبائل فون سیٹوں میں ایسے باریک آلات کا نصب کرنا لازمی قرار دے دیا جائے جس کی مدد سے ان فونوں کو استعمال کرنے والے افراد کی گفتگو آسانی سے ریکارڈ ہوسکے۔اس کام کے لیے جرمن کمپنی نے نہ صرف گفتگو ٹیپ کرنے میں آسانی پیدا کردی بلکہ اس سسٹم میں دوسرے روابط کو کیچ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔اس کے بعد اس سسٹم میں ایسا مائیکروفون نصب کیا جانے لگا جس سے گفتگو کرنے والے کے اردگرد کے لوگوں کی باتوں کو بھی باآسانی سنا جاسکتا تھا۔اس نظام کے وجود میں آنے کے فوراً بعد اسے این ایس اے اور سی آئی اے منتقل کردیا گیا۔یہ خطرناک ٹیکنالوجی سب سے پہلے چیچنیا کے مجاہد لیڈر اور سابق سوویت یونین کی فضائیہ کے سربراہ جوہر دوایف کے سازشی قتل کا سبب بنی۔روس اور چیچن مجاہدین کے درمیان جنگ شروع ہونے سے پہلے امریکیوں کا خیال تھا کہ یہ جنگ زیادہ سے زیادہ ایک تحریک مزاحمت کی حد تک رہے گی مگر چیچن مجاہدین نے انتہائی قلیل مدت میں ہزاروں روسی فوجیوں کے ساتھ ساتھ متعدد روسی جنرل بھی واصل جہنم کردیئے تھے۔چیچن مجاہدین کے اس جارحانہ جہاد میں جوہر دوایف کی مجاہدانہ قیادت کا زیادہ دخل تھا۔جو جنگ بندی کے معاملے میں عالمی طاقتوں کے اصرار کے باوجود چیچنیا کی آزادی سے کم پر راضی نہیں تھے۔ان عزائم میں امریکہ کے لیے خطرات پنہاں تھے۔امریکہ نے روس کو جوہر دوایف کی نقل وحرکت کے بارے میں مطلع کرنا شروع کردیا۔آخر میں جوہر دوایف کے موبائل فون کے ذریعے ان کے خفیہ جنگی ہیڈ کوارٹرز کا پتہ چلاکر روسی فضائیہ سے شدید بمباری کرائی گئی جس میں یہ عظیم چیچن مجاہد شہید ہوگیا مگر ان کی شہادت کے بعد امریکا اور روس بھی مطلوبہ مقاصد پوری طرح حاصل نہ کرسکے کیونکہ ان کی شہادت کے بعد جنگی قیادت نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی۔جنہوں نے پہلے سے زیادہ جارحانہ انداز میں جہاد جاری رکھتے ہوئے روس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا۔موبائل فون استعمال کرنے کی غلطی ترکی کو مطلوب مغرور کرد لیڈر عبداللہ اوجلان نے بھی کی جس کا خمیازہ اسے اپنی گرفتاری کی شکل میں بھگتنا پڑا۔اوجلان یونان کے پاسپورٹ پر کینیا فرار ہوچکا تھا۔ترکی کی مدد کے لیے امریکا اور اسرائیل میدان میں آچکے تھے مگر اوجلان کی روپوشی کا علم آخری وقت تک کسی کو نہ ہوسکا لیکن جب اوجلان نے کینیا کے دارالحکومت نیروبی سے یورپ میں قائم کردوں کی تنظیم کردپارلیمنٹ سے موبائل کے ذریعے رابطہ قائم کیا تو فوراً اسے نہ صرف ٹریس کرلیا گیا بلکہ اس کی روپوشی کے مقام کا بھی پتہ چلالیا گیا اور صرف چند گھنٹوں کے بعد عبداللہ اوجلان ترک کمانڈوز کے نرغے میں استنبول روانہ

ہورہا تھا جس پر یونانی وزیر خارجہ نے چیختے ہوئے یونانی اخبارات کو بیان دیا تھا کہ ہم نے اس احمق کو منع کیا تھا کہ موبائل فون استعمال نہ کرے۔مگر تمام تر جدید ٹیکنالوجی کے باوجود امریکی صومالیہ میں صومالین لیڈر جنرل فرح عدید کا ٹھکانہ معلوم نہ کرسکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فرح عدید نے امریکی فوج کے ساتھ جنگ کے دوران ایک مرتبہ بھی موبائل فون اور دوسرے الیکٹرانک آلات استعمال نہیں کیے تھے۔ستر کی دہائی کے آخر میں دنیا میں کمپیوٹر عام ہونا شروع ہوگیا' جس نے انسانی کام کی استعداد کئی گنا بڑھا دی اور اس کے معاملات اور طرز عمل میں فرق آنے لگا۔عالمی خفیہ ایجنسیاں اس معاشرتی اور عملی تبدیلی پر نظر رکھے ہوئے تھیں۔جوں جوں کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں جدت آتی گئی توں توں انٹیلی جنس ایجنسیاں اس شعبے میں زیادہ فعال ہوتی گئیں۔1982ء کے بعد سے لے کر اب تک جن کمپیوٹرز سافٹ ویئر میں جدت پیدا کی گئی اس میں ہونے والے کام کو ٹریس کرنے کی ٹیکنالوجی پہلے متعارف کرائی جانے لگی۔مگر ان کا استعمال صرف خفیہ ایجنسیوں کے لیے ہوتا تھا اس میں این ایس اے سر فہرست ہے۔1985ء میں کمپیوٹر سسٹم کے مشہور ماہر ولیم ہملٹن نے این ایس اے میں باقاعدہ ملازمت اختیار کی ہوئی تھی۔یہ شخص این ایس اے میں کمپیوٹر معلومات کے شعبے میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھا۔اس نے این ایس اے میں ایک پروگرام متعارف کرایا تھا۔جس کا نام پرامس (Promis) رکھا گیا۔اس پروگرام کے ذریعے ہونے والی پیغام رسانی کو جن میں انٹرنیٹ' ای میل اور فیکس موڈیم شامل ہے' آسانی کے ساتھ اپنے سسٹم میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ولیم ہملٹن نے این ایس اے سے ملازمت چھوڑ کر اپنی الیکٹرانک کمپنی Inspaw کے نام سے قائم کرلی۔یہاں آنے کے بعد ولیم ہملٹن نے کمپیوٹر کے ذریعہ پیغام رسانی کے کام کو ریکارڈ کرنے کی استعداد کو مزید ترقی دی۔اس سسٹم میں انتہائی جدت پیدا کرنے کے بعد اسے نیا نام Proness-vax کا نام دیا گیا مگر اس سے پہلے کہ اس جدید سسٹم کو حکومت کو تجارتی بنیادوں پر فروخت کیا جاتا اسے اسرائیلی موساد نے اڑا لیا' جس نے اس میں مختلف قسم کی تبدیل کرکے حلیف ممالک کی سیکرٹ ایجنسیوں کو بیچنا شروع کردیا۔بعد میں یہ سسٹم بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں' عالمی سطح کے بینکوں کو فروخت کردیا گیا۔اس بات کا انکشاف اسلحے کے بین الاقوامی یہودی تاجر بن متانت نے اپنی کتاب Poofils of war میں کیا۔اس کتاب میں سی آئی اے اور این ایس اے کے عالمی نیٹ ورک پر بڑی حد تک روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ کس طرح عالمی سطح پر جاسوسی کے لیے مکالمات سنتی ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ یورپی یونین سے تعلق رکھنے والے مغربی ممالک بھی امریکا کے اس خطرناک شعبے میں مشروط طور پر شریک ہوچکے ہیں اور مشترکہ منصوبوں پر کام بھی کررہے ہیں۔یہ خبر جرمنی کے جریدہ انٹرنیٹ نے سب سے پہلے آؤٹ کی تھی اس کے بعد برطانوی اخبار The observer نے یورپی ممالک کے اس خفیہ پروجیکٹ کو بے نقاب کردیا۔یورپی ممالک نے اپنے اس خفیہ پروجیکٹ کا نام Enfopop-98 رکھا خیال ہے کہ اس پروجیکٹ کے ساتھ امریکا' کینیڈا اور آسٹریلیا منسلک ہیں۔اس طرح امریکی اور این ایس اے کا دائرہ لامحدود حد تک وسیع ہوجائے گا۔امریکا اور یورپی ممالک کی ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ روسی خفیہ ایجنسی ایف ایس بی بھی اب اس شعبے میں وسیع پیمانے پر کارکردگی دکھانے کا ارادہ کرچکی ہے' مگر ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر اگر دیکھا جائے تو اس میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ نقصان اسلامی ممالک کا نظر آتا ہے۔جنہیں بڑی طاقتوں کی جانب سے مختلف قسم کے فرقہ واریت اور نسلی تنازعات میں الجھا دیا گیا ہے۔پاکستان' افغانستان' ایران' مصر' لیبیا' شام اور اردن اور عراق ان مغربی ایجنسیوں کے ٹارگٹ ہیں۔

http://www.kitaabghar.com

اہانت رسولؐ اور مغرب

استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کی تصریحات کے مطابق Orient سے مشتق ہیں جس کے معنی مشرق یا مشرقی سمت کے ہیں جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ مشرقی کے مفہوم میں مشرق میں رہنے والے اور مشرقیت سے مراد مشرقی خصوصیات' اقدار' علوم' آداب' فنون اور ثقافت وغیرہ سے واقفیت اور مہارت ہے' اسی سے مستشرق بنا ہے جس سے مشرقی زبانوں' علوم وفنون اور تہذیب وتمدن پر عبور رکھنے والا شخص مراد ہوتا ہے۔ عربی قواعد کی رو سے استشراق باب استفعال ہے جس کے جملہ خصائص' لوازم یعنی اتخاذ و طلب اور تحول وتکلف کی جلوہ نمائی مستشرقین کے احوال وشخصیات' تحقیقات' تخلیقات میں بہت نمایاں ہے۔ یعنی یہ کہ ان کا علم اکتسابی ہے جو محنت و ریاضت' طلب وجستجو سے حاصل کیا گیا' اس کی خاطر سفری صعوبتیں برداشت کیں اور پھر اپنی تحقیقات کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ ان میں ظن وتخمین اور تخیل کی کارفرمائی زیادہ ہے۔ یوں عربی میں استشراق کے لغوی معنی بہ تکلف مشرقی بننے اور مستشرق کا مطلب وہ شخص جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی۔ اردو لغت میں کم وبیش یہی مفہوم ہے' یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔

مستشرقین اور استشراق کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں' مگر "رودی بارت" نے جو تعریف کی ہے اس سے تحریک استشراق کا مفہم اور مقاصد واضح ہوتے ہی۔ مستشرقین کے عرف میں لفظ "مشرق" کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں بلکہ ان کے ہاں مشرق سے مراد زمین کے وہ خطے ہیں جن پر اسلام کو فروغ ملا۔ گویا مستشرقین کے نزدیک لفظ مشرق سے مراد اسلامی ممالک اور دنیائے اسلام ہے' یوں مستشرقین کی یہ تعریف سامنے آتی ہے۔

اہل مغرب بالعموم اور یہود ونصاریٰ بالخصوص جو ملت اسلامیہ کے مذاہب' زبانوں' تہذیب' تمدن' تاریخ' ادب' تعداد وملی خصوصیات' وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ اور معروضی تحقیق ان خفیہ مقاصد کے تحت کرتے ہیں کہ انہیں انہیں ذہنی غلام بنا کر اپنا مذہب اور تہذیب ان پر مسلط کر سکیں اور سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں۔ قارئین کے لیے مذکورہ بالا سطور میں استشراق اور مستشرقین کے حوالے سے یہ انگریزی ' عربی اور اردو کے لغوی معنی' مفہوم اور تعریف اس لیے بیان کی گئی تاکہ وہ تحریک استشراق کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو سکیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ تحریک استشراق کا آغاز کب ہوا؟ عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ Orientalism لفظ چونکہ یورپی زبانوں میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں رائج ہوا اس لیے یہ تحریک بھی انہی صدیوں میں شروع ہوئی لیکن مغربی مصنفین ہی کی تحریروں کے مطابق لشکر ابرہہ کی سرزمین عرب میں آمد کے ساتھ ہی مشرق ومغرب کے تصادم کا آغاز ہوا جب لشکر ابرہہ ناکام ونامراد ہوا اور اس کے دو ماہ بعد پیغمبر اسلام کی ولادت ہوئی۔ (تھامس رائٹ Early iristainalty In Afria) اس مضمون کو ایک جدید مغربی مصنف اپنی کتاب "A History of Medieval Islam" میں یوں بیان کرتا ہے (نقل کفر کفر نہ باشد) "اگر مغرب مکہ فتح کر لیتا تو پورا جزیرہ نما عرب بازنطینی ومسیحی پرچم تلے آجاتا' صلیب کعبہ کی چھت پر آویزاں ہوتی اور شاید محمد بس ایک پادری یا راہب کی زندگی گزار کر چلے جاتے۔"

اس سے یہ بات امر واقعہ بن کر سامنے آتی ہے کہ ظہور اسلام کے ساتھ ہی تحریک استشراق کا آغاز ہو گیا تھا۔ کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں اور عیسائیوں نے ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم اور اسلام پر نہ صرف زبان طعن دراز کی بلکہ مسجد ضرار کے قیام کے ذریعے رسول اکرم کو شہید کرنے کی بھی کوشش کی' اسی طرح ایک یہودی عورت نے حضور اکرم کو گوشت میں زہر ملا کر دیا جس کے اثرات تادم آخریں رہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص بغض وعداوت کا اظہار کیا جاتا رہا۔ دونوں جذبات سے سرشار رومی' بازنطینی'

لاطینی، مسیحی اور یہودی روایات صدیوں سینہ بہ سینہ مسلسل چلتی رہیں۔ افواہوں کے دوش پر سفر کرتی رہیں اور کبھی کبھار وقائع و اسفار اور تحریر و تصنیف کے قالب میں ڈھلتی نئی نسل کو منتقل ہوتی رہیں۔ ظہور اسلام کے بعد کوئی پانچ صدیوں تک اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت و مخاصمت کا عام انداز یہی رہا۔ تعصب، سنی سنائی باتوں اور خود ساختہ مفروضات نے انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقی تصویر دیکھنے سے روکے رکھا۔

تحریک استشراق کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے اس کے مختلف ادوار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس کے لیے اسے چھ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

☆ پہلے دور کا تعلق اندلس میں مسلمانوں کے دور عروج سے ہے جبکہ علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کا مرکز اسپین تھا اور مغرب دور تاریکی سے گزر رہا تھا۔ اہل مغرب نے ترقی یافتہ مسلمانوں سے علم و تہذیب کا درس لینے کے لیے ایک پسماندہ قوم کی طرح ان کے علمی مراکز کا رخ کیا کیونکہ وہ مسلمانوں کی قوت و شوکت کا راز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس دور میں جن بڑی مغربی شخصیات نے اندلس سے کسب فیض کیا ان میں فرانسیسی راہب جیریری دی اور الیاک اشبیلیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم رہا اور پھر ترقی کرتے کرتے پاپائے روم (999ء تا 1003ء) کے منصب تک جا پہنچا۔ جون ثالث، یوحنا بن داؤد رابرٹ تستری، یوحنا اشبیلی، ہرماں الالمناطی، دیرکلونی، پطرس، مائیکل سکاٹ، ریمنڈرل، راجر بیکن، فریڈرک ثانی، الفانسو دہم وہ ہیں جنہوں نے اندلس میں اسلامی چشمے سے فیض یاب ہونے کے بعد ریاضی، فلکیات و طب، کیمیا، تاریخ، طبعیات، نفسیات اور سیاست کی اہم کتابوں کے نہ صرف ترجمے کیے بلکہ مغرب کو اسلامی تحریکوں کے ذریعے "روشنی" کی طرف لائے۔ تراجم کا کام ایک طرف مغرب میں روشنی کے لیے اور دوسری طرف اسلام کی مخالفت کے لیے شروع کیا گیا جس کا اعتراف خود پطرس نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "میں اسلام کو کفر سمجھتا ہوں، (نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نباشد) قرآن کے ترجمے کا مقصد یہ ہے کہ عیسائیوں کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف مضبوط دلائل میسر ہوں۔"

پطرس نے قرآن مجید کا جو ترجمہ اپنی نگرانی میں کرایا اس میں حقائق کو اتنا مسخ کیا گیا کہ "بلاشبہ" جس نے فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کیا۔ وہ کہتا ہے "لاطینی عبارت چند مقامات کو چھوڑ کر باقی مقامات پر قرآن کی عربی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔"

☆ دوسرا دور صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں مغرب کی عسکری محاذ پر ناکامی نے انہیں اس راستے پر ڈال دیا کہ ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔ اس زمانے میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو اہی الزامات کا ہدف بنایا۔ اس دور میں انہوں نے فرضی تصویری کہانیوں، افسانوں، ناولوں اور ڈراموں کے ذریعے حضور اکرمؐ کی کردارکشی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس دور میں جو کچھ مغرب نے کیا اس کی ایک جھلک مستشرقین ہی کی زبان میں قارئین کے سامنے رکھی جا رہی ہے تاکہ عام مسلمان خصوصاً لبرل مسلمان یہ جان سکیں کہ مغرب نے اہانت رسول کا عمل اب نہیں، صدیوں پہلے سے شروع کر رکھا ہے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

"منٹگمری واٹ" اپنی کتاب (Muhammad Prophet and Stateman) لکھتا ہے کہ "ایک وقت وہ بھی تھا جب محمد کو "Mahound" (نعوذ باللہ) کی شکل میں پیش کیا گیا جس کا مطلب تھا "برائی کا شہزادہ۔"

فلپ کے ہٹی اپنی کتاب "Islam A way of life" میں کہتا ہے کہ "قرون وسطیٰ کے عیسائیوں نے محمد کو سمجھنے میں غلطی کی۔ نویں صدی عیسوی میں ایک یونانی قصہ گو نے محمد () کی تصویر کشی (معاذ اللہ) ایک جھوٹے داعی نبوت اور دغاباز کے طور پر کی، اسی تصویر کو بعد میں جنس پرستی، بدچلنی، خون آشامی اور قذاقی کے چمکدار رنگوں سے مزین کیا گیا۔ یہ تصور بھی پیش کیا گیا کہ محمد () کی (نعوذ باللہ) نعش زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے۔ اس افسانے نے اتنی شہرت حاصل کی کہ جب 1503ء میں ایک اطالوی نو مسلم مدینہ گیا تو وہ محمد کو مذکورہ مقام پر نہ پا کر متحیر ہوا۔ دانتے نے محمد () کے دھڑ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی (نعوذ باللہ) وہ جسم جہنم کے نویں درجے میں پڑا ہے۔ مغربی قصہ گوؤں نے "Maumet" کو (جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی چالیس شکلوں میں سے ایک تھا جن کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے) (نعوذ باللہ) بت بنا کر پیش کیا

اور یہ لفظ پتلی کے ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیئر نے اپنے ڈرامے میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے کہ ایک بت شکن اور توحید خداوندی کے سب سے بڑے علمبردار کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔''فلپ کے ہٹی نے اپنے پیش روؤں کو غلط فہمی سے تعبیر کر کے ان کے جرم کی شناخت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہیں تھا' کیونکہ مندرجہ بالا اقتباسات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مستشرقین نے مسلمانوں کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر اگلنا ان کا معمول رہا جس کا سلسلہ مسلمانوں کے اعتدال پسندانہ اور مفاہمتی رویے کے باوجود ہنوز جاری ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

تہذیبوں کا تصادم

The Plan' صہیونی عالموں کا وہ خفیہ عہد نامہ (جو 1905ء میں روسی خفیہ ادارے کے ایک ملازم سرجی نائلکس کے ہاتھ لگا اور منظر عام پر آیا) کے ایجنڈے پر عمل درآمد کرتے ہوئے دنیا ان منصوبہ سازوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ تباہی و بربادی اور دنیا بھر کے وسائل پر قبضہ جمانا بھی اس ایجنڈے کا حصہ ہے مگر دنیائے عیسائیت کے آلہ کار اپنے آقاؤں کے اشاروں پر مشترکہ دشمن ''مومن'' کو ختم کرنے کے لیے پوری قوت سے میدان عمل میں اتر چکے ہیں۔ انہیں لبرل مسلمانوں سے کوئی غرض نہیں اور نہ کوئی دشمنی۔

9/11 کے پس منظر میں فضائے سیاست میں بدلتے ہوئے موسم آئندہ رقم ہونے والی تاریخ کے واضح اشارے سمجھا رہے ہیں۔ حالات پر نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صدر بش نے نائن الیون کے سانحے کو تہذیبوں کے تصادم سے تعبیر کیا۔ اگرچہ کچھ دیر بعد مسلمانوں کے مشتعل جذبات پر مرہم رکھنے کے لیے انہوں نے اپنا بیان بدل ڈالا مگر یہ ایک سچ تھا اور ہے جو ان کے منہ سے سہواً نہیں بلکہ ارادتاً اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت نکلا۔ اس کے بعد اسی سانحے کو بہانہ بنا کر امریکہ نے افغانستان اور عراق پر یلغار کر دی۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب دنیا Unipolar نظام کے تحت حرکت پذیر ہے۔ بدمست ہاتھی کے سامنے نہ روس ہے اور نہ ہی کوئی اور طاقت جو اس کا راستہ روکے۔ یہ بدمست ہاتھی جو بظاہر دو قوتوں کا مجموعہ نظر آتا ہے یعنی یہودیت اور عیسائیت اب اندر ہی اندر سے کمزور ہونے کے عمل سے گزرنے لگا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی دفعہ عیسائیت اور یہودیت میں دشمنی کھل کے سامنے آنے لگی ہے اور اسی کشمکش کو میں نے کمزوری کا نام دیا ہے۔ اس ابھرتی اور زور پکڑتی ہوئی دشمنی کا ثبوت یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد مغربی ذرائع ابلاغ پر پہلی دفعہ عیسائی دانشوروں نے کھل کر یہودیوں کے خلاف بیان بازی شروع کی۔ عراق پر یلغار کے امریکی مؤقف پر ٹونی بلیئر کے ساتھ دینے پر برطانیہ کے عوام عیسائی تنظیموں کے ایماء پر لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل آئے' انہی دنوں ہالی وڈ سے ایک فلم مارکیٹ میں ریلیز ہوئی جس کا نام تھا Passion of hrist اس فلم پر دنیائے یہود کا ایک بھرپور ردعمل سامنے آیا۔ ماضی قریب میں بیت المقدس کے عیسائی پادری کا فلسطینیوں کی آزادی کے حق میں بیان بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ لندن کے میئر King Levingston نے بھی اپنی ایک تقریر میں یہودیوں کے بارے میں کچھ ایسے الفاظ کہے جس پر یہودیوں نے آواز اعتراض بلند کی۔ اس کے بعد لیڈی ڈیانا کے فرزند پرنس ہیری کا نازی یونیفارم پہن کر ایک پارٹی میں شرکت کرنا یہودیوں کے خلاف عیسائیت کے احتجاج کا ایک اور انداز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ برطانیہ میں ہونے والے عام الیکشن کے دنوں میں لیبر پارٹی کی طرف سے اخبارات میں چھپنے والے اشتہار میں کنزرویٹو پارٹی کے سربراہ مائیکل ہاورڈ جو کہ یہودی ہیں' کے چہرے کو پروں والے سؤر کے جسم کے ساتھ دکھا کر بھی یہودی جذبات پر ضرب لگائی گئی۔ (یاد رہے کہ یہودی سؤر نہیں کھاتے)۔ برطانیہ کے عام الیکشن سے پہلے لیبر پارٹی کے ایک ایم پی George Gallowan نے استعفیٰ دے دیا اور Respet نام کی ایک الگ سیاسی پارٹی بنا ڈالی اور لندن کے بیتھنل گرین حلقے سے کہ جہاں بنگالی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد رہتی ہے' سے الیکشن میں اپنی سیٹ جیتنے میں صرف اس لیے کامیاب ہوئے کیونکہ انتخابات کی مہم میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے عزائم اور مظالم کو نہ صرف بے نقاب کیا بلکہ ان پر کھل کر تنقید بھی کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو درپیش سیاسی مسائل مثلاً فلسطین و کشمیر وغیرہ کو بھی اپنی تقریر کا موضوع بنایا۔ اس طرح اب وہ تقریباً برطانیہ میں ہیرو کا درجہ پا چکے ہیں۔

حال ہی میں مغربی اخبارات میں توہین آمیز کارٹون کی اشاعت بھی تہذیبوں کے تصادم کا ہی ایک شاخسانہ ہے۔ کارٹون کے خلاف مسلمان

ممالک میں ردعمل عیسائیوں کے خلاف آیا مگر اشاعت میں عیسائی ملوث نہیں۔ اس کا ثبوت 9 فروری کے اخبار میں چھپنے والی وہ خبر ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انہی اخباروں میں حضرت عیسیٰؑ کا کارٹون بھی چھپا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی عیسائی نہیں کرسکتا اور بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ اس اشاعت میں کون لوگ ملوث ہیں۔

تہذیبوں کے تصادم کی ابتدا ہوچکی' ایسا لگتا ہے کہ عیسائیت اس وقت ایک محتاط انداز میں مسلمانوں کو یہودیوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتی ہے اور دوسری طرف یہودی بھی اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی ہمدردیاں جیت کر مسلمانوں کو بطور آلہ کار عیسائیوں کے خلاف استعمال کرسکیں۔ پچھلے دنوں سفارتی سطح پر پاکستان کا خفیہ طریقے سے اسرائیل کے ساتھ رابطہ اور اسرائیلی قیادت کے بیانات اس تجزیے کو تقویت دیتے ہیں جسے اجاگر کرنا میرا مقصد ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ دنیا کی تین بڑی تہذیبیں اسلام' عیسائیت اور یہودیت کس طرح اس تصادم میں اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے میں کامیاب ہوتی ہیں بالخصوص قیادت مسلمہ کے لیے یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین چیلنج ہے جسے بطریق نبھانے کے لیے اس اپنی اہلیت کو ثابت کرنا ہے۔ اگرچہ اس کے امکانات کم نظر آتے ہیں مگر مسلمان ممالک کی پٹھو حکومتوں کے امریکہ کے خلاف حالیہ بیانات میں امید کی ایک ہلکی سی کرن بہرحال نظر آنے لگی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ مردے گھوڑے میں شاید جان پڑ جائے۔

ایم پی جارج گیلووے کا عیسائیت کے علم کے ساتھ میدان کارزار میں اترنا کوئی انفرادی عمل نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں عیسائیت کے وہ انتہا پسند عناصر اور حساس ادارے ہیں جو دنیا پہ عیسائی تہذیب کا غلبہ دیکھنا چاہتے ہیں اور جو مسلمانوں کے نقطہ نظر کے برعکس یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں میں اس دنیا کی نجات ممکن ہے۔ مسلمانوں کے حق میں جارج گیلووے کا جوش حب علیؓ کا عکاس نہیں بلکہ بغض معاویہ کی وجہ سے ہے۔ دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ شاید وہ مسلمانوں کو ساتھ ملا کر ایک دوسرے کو شکست دے سکیں اور مسلمانوں سے بعد میں نمٹ لیں گے۔ منزل دونوں کی ایک ہے' پہلی فیز میں ایک دوسرے کو ختم کرنا اور بعد میں اسلام سے نمٹنا۔ مسلمانوں کے خلاف ان دونوں کا ہتھیار وہ لبرل ٹولا ہے جسے دین سے کوئی غرض نہیں۔ اس وقت جبکہ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوچکے ہیں ان دونوں کا ان مشترکہ مفادات پر آپس میں بھرپور تعاون بھی دیکھنے میں آتا ہے جس کے محرکات بعد میں ان کی راہ کی رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ انہیں دھڑکا ہے تو اللہ کے اس سپاہی سے جسے قرآن مومن ومجاہد کہتا ہے۔ بغض مومن میں تمام تر ذہانت' وسائل اور عسکری قوت لے کر ایک جھنڈے تلے جمع ہونیوالے اب پورے زور وشور سے پوری دنیا میں اس کے شکار پر نکلے ہوئے ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی قوت جہاد جو اسلام کی اصل روح ہے کو پھلتے پھولتے دیکھتے ہیں اسے فوراً وہیں ختم کرنے کے لیے برسرپیکار نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ اس قوت کو ختم کرنے کے لیے بوسنیا' چیچنیا' فلسطین' کشمیر اور افغانستان اور کہاں کہاں کی خاک چھانتے نہیں پھر رہے۔ مگر یہ قوت عشق ہے کہ کہیں نہ کہیں پھر خودرو پودے کی طرح نمودار ہوجاتی ہے اور درد کی لہر بن کر قلوب یہودی وہنود ونصاریٰ میں دوڑنے لگتی ہے۔

ایک بات جو اہل جفا نہیں جانتے وہ یہ کہ لڑائی کسی فرد یا کسی مادی شے سے نہیں بلکہ ایک ایسے جذبے سے ہے جس کا سرچشمہ خود اللہ عزوجل کی ذات ہے اور وہی اس کی آبیاری کی ضمانت بھی۔ یہ جذبہ یہ عشق کبھی چیچنیا میں فخر روس ایٹمی آبدوز کرسک کو سمندر میں ڈبوتا ہے' کبھی فلسطین میں بچیوں کے روپ میں آگ کا بگولا بن کر دشمن کو خاکستر کرتا ہے' کبھی کشمیر میں آتش فشاں بن کر ابلتا ہے اور کبھی ایک کمسن بچے کی شکل میں افغانستان میں امریکی کمانڈوز کے لیے صور اسرافیل بن جاتا ہے۔

منصوبہ ساز نوشتہ دیوار پڑھو' جذبہ جہاد دراصل رسم شبیری ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں لوح تاریخ پر ہمیشہ سے تابندہ ہوں اور ہمیشہ رہوں گے۔ میں یداللہ خیبر شکن ہوں' میں مراد رسولؐ فاتح روم فارس ہوں' میں خالد بن ولیدؓ ہوں' سعد بن ابی وقاصؓ ہوں صلاح الدین ایوبی ہوں' طارق بن زیاد ہوں' محمود غزنوی ہوں اور سب سے بڑھ کر شہید کرب وبلا ہوں۔

مجھے غور سے سنو!

جبیں پہ عزم کی تلوار سجائے ہوئے
میں اپنے ہاتھ میں اپنا ہی سر اٹھائے ہوئے
چلا ہوں پھر سر مقتل یہ گنگنائے ہوئے
مجھی سے دہر میں رسم وفا ہے تابندہ
کسی میں دم ہو تو آئے کرلے شکار مجھے
اڑا کے خون زمانے میرا نکھار مجھے

میں بے خطر کبھی آتش میں کود جاتا ہوں
دہکتی ریت سے داغا گیا ہے میرا بدن
میں مسکرا کے کبھی جھولتا ہوں سولی پر
میں کربلا میں سبھی کچھ لٹا کے زندہ ہوں
میں مثل آگ ہوں کشمیر کے چناروں میں
میں نخل سبز ہوں مشرق کے ریگزاروں میں
زمین روس پر رقصاں ہوں کہساروں میں
غزنوی کی تڑپ گرم برف زاروں میں

مجھے مٹانے چلے ہیں بتان وہم وگماں
میرے نمو کی ضمانت خودی کا سرنہاں
مرے جنوں سے ہے روشن ازل سے تیرہ جہاں
میرے ہی دم سے ہے قائم وجود کون ومکاں

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

یہ تہذیبوں کی نہیں، ثقافتوں کی جنگ ہے؟

ڈنمارک کے اخبار جس نے سب سے پہلے اہانت رسولؐ پر دل آزار کارٹون شائع کرنے کی جسارت کی اس اخبار کے ایڈیٹر فلمینگ روز کا انٹرویو اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے حوالے سے ہفت روزہ ٹائم میں شائع ہوا۔ جس کا ترجمہ پاکستان کے معروف محقق تنویر قیصر شاہد نے کیا۔ بعدازاں یہ روزنامہ پاکستان کے سنڈے میگزین کے ایڈیشن میں شائع ہوا چونکہ اس انٹرویو کی اشاعت سے بہت سے پس پردہ عوامل کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے اسے من وعن شامل کتاب کیا جارہا ہے۔

چند برس قبل امریکہ کے معروف محقق اور دانشور پروفیسر سیمول پی ہمٹنگٹن نے ''تہذیبوں کے تصادم'' (lash of ivilisations) کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ سوویت یونین کی شکست وریخت اور دنیا سے مقتدر کمونزم کے خاتمے کے بعد اب مغرب کی عیسائی مملکتوں اور مشرق کی ملت اسلامیہ کے درمیان تصادم ہوگا۔ اس معرکہ آرا تصنیف میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ شمالی امریکہ اور مغرب میں یہ سوچ اور فکر پروان چڑھ رہی ہے کہ عالم اسلام کے اندر بڑھتی ہوئی جہادی سوچ کی بنیاد پر عالم مغرب، اسلام کو اپنا حریف اور دشمن خیال کرنے لگا ہے۔ اس تصنیف کے سامنے آتے ہی دنیا کے کم ممالک ایسے ہوں گے جہاں اس موضوع پر کئی رخوں سے گفتگو اور بحث وتمحیص نہ ہوئی ہو اور اس بارے میں لاتعداد مضامین نہ لکھے گئے ہوں۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے کہ اس کتاب کا دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہونے کی وجہ سے یہ کتاب اب حوالہ (Referene) بن گئی ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ہمٹنگٹن کی یہ کتاب امریکی پروپیگنڈے کا حصہ تھی، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے (جن میں صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان بھی شامل ہیں) کہ تہذیبوں کے تصادم کا کوئی امکان نہیں ہے......لیکن اس مصنف کی اس کاوش کے بعد (کیا یہ محض اتفاق ہے) کوسوو اور بوسنیا میں عیسائی سربوں نے جس طرح مسلمانوں کا قتل عام کیا، خلیج کی وہ جنگیں ہوئیں، نائن الیون کا سانحہ پیش آیا۔ اسامہ بن لادن نے ''القاعدہ'' بنا کر جس انداز میں مغربی اور امریکی سامراج کے خلاف ''جہاد'' کا علم بلند کیا۔ افغانستان میں مغرب کی عیسائی طاقتوں نے جس طرح طالبان کی مذہبی حکومت ختم کی، عراق میں صدر صدام حسین کا تیس سالہ اقتدار ختم کرکے وہاں قبضہ کیا گیا، لبنانی وزیراعظم رفیق الحریری کے قتل کے الزام میں شامی صدر بشارالاسد کو گھیرنے کی جو کوششیں ہورہی ہیں اور ایران کے مبینہ ایٹم بم کا بہانہ بنا کر اس پر امریکہ کی طرف سے حملہ کرنے کی جو خبریں آرہی ہیں، ان کے پس منظر میں یہ کہنا کہ تہذیبوں کا تصادم محض واہمہ ہے، درست معلوم نہیں ہوتا۔

80ء کے عشرے میں سلمان رشدی نے ''شیطانی آیات'' ناول لکھ کر حضور نبی کریم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے کی شرمناک جسارت کی۔ اس واہیات اور دل آزار ناول میں شیطان رشدی نے حضور کی ذات گرامی اور ان کے حرم پاک پر حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن عالم مغرب اور امریکہ نے رشدی کی کتاب اور اس کی شخصیت کا جس طرح دفاع کیا اور حفاظت کی اس نے بھی واضح کردیا کہ تہذیبوں کے تصادم کے امکانات واضح ہورہے ہیں۔ بعدازاں بنگلہ دیش کی ڈاکٹر تسلیمہ نسرین اور کینیڈا کی ارشاد مانجی نے بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف کتابیں لکھیں تو انہیں بھی مغربی قوتوں نے تحفظ فراہم کیا۔ (بدقسمتی سے یہ تینوں گستاخانِ اسلام مسلمان ہیں۔ کیا یہ اسلام کے نام پر دھبہ نہیں ہیں؟) مسلمانوں کو اس بات کا قلق رہا ہے کہ دشمنانِ اسلام کو مغرب کے ممالک تحفظ فراہم کررہے ہیں جبکہ دوسری طرف مغربی معاشروں اور حکومتوں کی منطق اور دلیل یہ رہی ہے کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں آئینی طور پر ان افراد کو ہی تحفظ دے رہے ہیں جو آزادیٔ اظہار کی

بنیاد پر ان کا حق بنتا ہے۔

آزادیٔ اظہار کی آڑ میں مغرب نے دل آزار کارٹونوں کی شکل میں نبی کریم کی ذات پاک پر حملہ کیا ہے۔ یہ جسارت سب سے پہلے دراصل ستمبر 2005ء میں کی گئی تھی جب ڈنمارک میں اوسط درجے کی اشاعت رکھنے والے ایک اخبار (جو روزانہ ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے) Jyllands Postan میں حضور کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بارہ کارٹون شائع کیے گئے۔ ہم اسے بھی توہین رسالت اور اہانت رسول سمجھتے ہیں کہ یہاں ان خاکوں کے مندرجات کا ذکر کیا جائے۔ اسی پر ہی بس نہ کی گئی بلکہ چند ماہ بعد جنوری 2000ء کے وسط میں ناروے کے اخبار Magazine نے یہی کارٹون دوبارہ شائع کر دیئے۔ پھر یہی کام فرانس کے مشہور اخبار Le Monde نے بھی کر ڈالا۔ یہ جسارتیں اور بیہودگیاں اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہیں کہ عالم مغرب دانستہ مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔ مسلمانان عالم نے بجا طور پر بروقت ان کے خلاف احتجاج کیا ہے اور یہ سلسلہ ساری دنیا میں جاری ہے۔ دمشق اور بیروت میں ڈنمارک کے سفارتخانوں کو نذر آتش کیا گیا ہے۔ ناروے کے اخبار کو بم سے اڑانے کی دھمکیاں مل چکی ہیں۔ ایران نے کارٹون شائع کرنے والے مغربی ممالک کے تمام ٹھیکے منسوخ کر دیئے ہیں۔ برطانوی ہاؤس آف لارڈز کے مسلمان رکن لارڈ نذیر احمد نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ کارٹون شائع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب ایک بار پھر فاشزم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ برطانیہ میں ایک سروے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 52 فی صد برطانوی مسلمانوں نے کہا ہے کہ کسی بھی اخبار کو آزادی اظہار کے نام پر توہین رسالت کا حق نہیں ہے۔ پاکستان نے کارٹون شائع کرنے والے سارے ممالک کے سفیروں کو اسلام آباد کی وزارت خارجہ میں طلب کر کے ان سے سخت احتجاج کیا ہے۔ افغانستان میں اسی سلسلے میں احتجاج کے دوران پانچ افراد سرکاری گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہو چکے ہیں۔ پاکستان نے توہین آمیز کارٹون شائع کرنے والے ممالک سے ادویات درآمد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ طالبان کی باقیات نے اعلان کیا ہے کہ توہین آمیز کارٹون کی اشاعت کا بدلہ لینے کے لیے 100 خودکش حملہ آور تیار ہیں۔ کوفی عنان نے کہا ہے کہ توہین آمیز کارٹون شائع کر کے مغربی ممالک کے اخبارات جلتی پر تیل چھڑک رہے ہیں۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے ایک انٹرویو میں کہا کہ توہین آمیز خاکوں کی ہم نے کھل کر مذمت کی ہے۔ 12 فروری 2006ء کو ''قومی مجلس مشاورت برائے تحفظ ناموس رسالت'' نے اعلان کیا کہ ان کارٹونوں کے خلاف 19 فروری کو اسلام آباد اور بعد ازاں 3 مارچ 2006ء کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ 11 فروری 2006ء کو یہ خبر بھی آئی کہ ناروے کے جس اخبار (Magazane) نے ڈنمارک کے اخبار سے کارٹون لے کر شائع کیے تھے۔ اس کے ایڈیٹر ویجون سیلبک نے مسلمانوں سے معافی مانگ لی ہے...... لیکن اس سارے قضیئے کی جڑ فلیمنگ روز نے مسلمانوں اور عالم اسلام سے معذرت کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ ڈنمارک کی حکومت بھی اس کے ساتھ برابر کھڑی ہے اور امریکی صدر جارج ڈبلیو بش بھی کھل کر ڈنمارک کا ساتھ دینے کا اعلان کر چکے ہیں۔

ان توہین آمیز خاکوں کی وجہ سے عالم اسلام کے ساتھ عالم مغرب اور شمالی امریکہ میں بھی مسلمان سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ڈنمارک، ناروے، سپین اور فرانس کے جن اخبارات وجرائد نے نبی کریم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز کارٹون شائع کیے ہیں، وہ سب مسلمانوں سے معذرت کریں۔ حیرانی کی بات ہے کہ زیادہ تر اخبارات نے معذرت کرنے سے انکار کر دیا۔ مذکورہ ممالک کے سربراہان مملکت نے بھی معذرت کرنے سے، یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہمارے ملک کے اخبارات آزاد ہیں۔ ہم انہیں دباؤ ڈال کر معذرت کرانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ ان خاکوں کی اشاعت میں چونکہ ہمارا کوئی کردار نہیں ہے اس لیے ہم مسلمانوں اور اسلامی ممالک سے معافی کیوں مانگیں؟ اگرچہ بعض اخبارات کے مدیران کو برطرف کیا جا چکا ہے، لیکن احتجاج کا سلسلہ ابھی جاری ہے، حیرت کی ایک بات یہ بھی ہے کہ گزشتہ ستمبر 2005ء میں جب یہ اہانت آمیز کارٹون سب سے پہلی بار ڈنمارک کے اخبار Jyllands Posten میں شائع ہوئے تو ان کے بارے میں کوئی احتجاج سامنے نہیں آیا تھا، لیکن انہی کارٹونوں کو جب بعد ازاں یورپ کے دوسرے مختلف اخبارات نے شائع کیا تو پھر ان کے خلاف ہر طرف سے شور مچنا شروع ہو گیا۔ ہفت روزہ ''ٹائم'' کا کہنا ہے کہ جرمنی، ناروے، سپین اور فرانس میں متعین عرب ممالک کے سفیروں نے

سب سے پہلے ان کارٹونوں کے بارے میں اپنے اپنے ممالک کو آگاہ کیا اور یوں یہ سلسلہ مزید آگے پھیلتا چلا گیا۔

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ سب سے پہلے ڈنمارک کے جس اخبار (Jyllands Poslen) نے یہ خاکے شائع کیے' اس نے یہ بے ہودہ حرکت کن مقاصد کے تحت کی؟ اس اخبار کے ایڈیٹر کا نام فلیمنگ روز (Flemming Rose) ہے۔ امریکہ سے شائع ہونے والے مشہور ہفت روزہ جریدے ''نیوز ویک'' (اشاعت 13 فروری 2006ء صفحہ 58) نے فلیمنگ روز سے انٹرویو کرتے ہوئے مذکورہ بالا سوالات کیے' لیکن فلیمنگ نے جو جوابات دیئے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام تر احتجاجات کے باوجود اس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور نہ ہی وہ یہ ماننے اور تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ اس نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کی بدتہذیبی اور دریدہ ذہنی کا یہ عالم ہے کہ بقول اس کے ''میں نے یہ کارٹون شائع کرکے آزادی اظہار کا ثبوت دیا ہے'' اس ایڈیٹر سے کی جانے والی گفتگو اب نذر قارئین ہے:

سوال: گزشتہ ستمبر میں آپ نے اپنے اخبار میں یہ کارٹون شائع کیے۔ اس (حرکت) کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما تھے؟

جواب: مجھے اس بات کی تشویش تھی کہ یورپ کے آرٹسٹ اور کلچرل دائروں میں خود اختیار کردہ سنسر شپ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے (یہ توہین آمیز) کارٹون شائع کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ اس رجحان کی ماہیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ یہ بھی خیال تھا کہ ان کارٹونوں کی اشاعت سے ایک نئی بحث کا آغاز ہوگا۔ میں نے یہ کام سنجیدگی سے کیا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ میں نے ڈنمارک میں رہنے والے مختلف کارٹونسٹوں سے خود رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ محمد () کے بارے میں تم لوگوں کے ذہنوں میں جو خیالات ہیں' اس پس منظر میں ان کی تصویر کشی کرو' لیکن میں نے کارٹون بنانے کی بات نہیں کی تھی اور جب انہوں نے یہ بنا دیئے تو میں نے شائع کر دیئے۔

سوال: لیکن جو کارٹون بنائے گئے' وہ غیر مناسب نہیں تھے؟ (اس سوال پر انٹرویو نگار چارلس فیرو نے حضور کے بارے میں ایسی باتوں کا اعادہ کیا جن کا ذکر کیا جانا بھی ہم حضور نبی کی شان مبارکہ میں گستاخی سمجھتے ہیں اس لیے انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔)

جواب: ہم نے (جو توہین آمیز کارٹون) بنائے ہیں' ان سب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے سارے مسلمان دہشت گرد ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے اسلام کو یرغمال بنا کر دہشت گردوں اور شدت پسندوں کو یہ اجازت دے دی ہے کہ وہ یہ اقدام کریں۔ اس ملک (ڈنمارک) میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ ہم وہی سلوک کرتے ہیں جو دوسرے شہریوں سے کیا جاتا ہے۔ ہم ان سے برابری کا سلوک کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ اور ہم مساوی اور یکساں درجے کے شہری ہیں۔

سوال: آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ ان کارٹونوں کی اشاعت سے مسلمان ضرورت سے زیادہ ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں' حالانکہ اس سے قبل دوسرے مذاہب کے بارے میں بھی کارٹون شائع کیے گئے ہیں؟

جواب: اس سوال کا جواب دو حصوں میں دیا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک حصہ تو یہ ہے کہ ہمارا مقصود بحث کا آغاز تھا' سو یہ بحث گزشتہ چار ماہ سے جاری ہے۔ مذہبی آزادی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں دوسرے مذاہب کا بھی احترام کروں۔ یہ بڑی پریشان کن بات ہوگی کہ کوئی مذہب' خواہ وہ اسلام ہو یا عیسائیت' یہودیت ہو یا بدھ مت' اپنے نظریات و افکار دوسروں پر زبردستی مسلک کرنے کی کوشش کرے۔ جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو اس مقدس جگہ کے اندر جو اصول اور قوانین مروج ہیں' میں ان کی پاسداری کرتا ہوں۔ میں وہاں بیٹھ کر اس قسم کے کارٹون نہیں بناؤں گا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی مذہب اور اس کے ماننے والے اگر یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے خیالات و نظریات کے سامنے سرنگوں ہو جاؤں' انہیں بلا چوں و چرا تسلیم کر لوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس مذہب کے ماننے والے میرا احترام نہیں کر رہے۔ یہی بات میں ایک غیر مسلم ہونے کے ناطے سے مسلمانوں سے کہوں گا۔ مسلمان مجھ سے یہ بات منوانا چاہتے ہیں کہ میں ان کے نظریات کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں۔ اس بحث کا یہی مرکزی نقطہ ہے۔ سعودی عرب اور دوسرے ممالک میں جو لوگ احتجاج کر رہے ہیں' انہوں نے یہ کارٹون سرے سے دیکھے ہی نہیں۔ وہ افواہوں اور غلط خبروں پر شور مچا رہے ہیں۔

سوال: اس تنازعے سے یورپ میں بسنے والے (مسلمان) تارکین وطن کے بارے میں یہ خدشہ پیدا نہیں ہوگا کہ وہ اپنے نئے (اختیار شدہ) ممالک کی روایات کے ساتھ خود کو منسلک کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں؟

جواب: میرا خیال ہے کہ یہ تہذیبوں کا نہیں بلکہ ثقافتوں کا تصادم ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ تارکین وطن یورپ کے ساتھ کس انداز میں خود کو یک جہت کرتے ہیں!

سوال: آپ کا اخبار اشاعت کے اعتبار سے ایک چھوٹا روز نامہ ہے لیکن اس ردعمل نے اسے دنیا بھر میں مشہور کر دیا ہے۔ آپ اس سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟

جواب: میں یہ منظر پہلی بار دیکھ رہا ہوں کہ میرا اخبار صرف ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے' لیکن (اتنی تھوڑی اشاعت رکھنے کے باوجود) اس نے (کارٹونوں کی وجہ سے) ساری دنیا کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ یہ ایک چیلنج بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ یورپ کے ایک سیکولر اور جدید جمہوری ملک میں آپ جو کچھ کرتے ہیں' اس سے دنیا کے بعض ممالک آپ سے ناراض بھی ہو سکتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہماری سوسائٹی کی اقدار کا علم نہیں ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہوگی کہ ہم ڈنمارک میں اگر کوئی بات کریں تو اس سے سعودی عرب یا کوئی دوسرا ملک متاثر ہو جائے یا ان کے ردعمل سے ہم بدک جائیں۔

سوال: لیکن آپ نے کارٹون بنا کر سعودی عرب (عالم اسلام) پر اثر انداز ہونے کی بہر حال کوشش کی؟

جواب: نہیں' میں نے یہ حرکت نہیں کی۔ میں نے تو وہ کام کیا جو ڈنمارک اور شمالی یورپ میں پہلے ہی سے ہو رہا تھا۔

سوال: آپ سنسر شپ اور آزادئ اظہار کے درمیان خط تفریق کہاں اور کیسے کھینچیں گے؟

جواب: میرے اخبار کی اپنی حدود و قیود ہیں' کسی بھی ہمہ رنگ سماج میں' جہاں واقعی آزادی اظہار کا چلن ہو' میری حدود آپ کی حدود کی مطابقت اور اتباع میں نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے ہاں بھی نسل پرستی اور کفر کے خلاف قوانین ہیں۔

سوال: محمد() کے بارے میں (توہین آمیز) کارٹون شائع کر کے آپ نے کفر اور اہانت کا ارتکاب نہیں کیا؟

جواب: ڈنمارک کے قانون دانوں نے ایک ماہ قبل کہہ دیا تھا کہ ان کارٹونوں نے کفر اور اہانت کا ارتکاب نہیں کیا۔

سوال: کیا آپ کا اخبار Jylland Posten (مسلمانوں اور عالم اسلام سے) معافی مانگے گا؟

جواب: معافی؟ وہ بھلا کیوں اور کس لیے؟

کتاب گھر کی پیشکش http://www.kitaabghar.com

یورپ اور عالم اسلام میں تصادم

ڈنمارک کے ایک اخبار میں پیغمبر اسلام حضرت محمد کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد بعض دیگر یورپی ممالک میں ان کارٹونوں کا شائع کیا جانا ایک لمحہ فکریہ ہے۔ خاص طور پر جب ڈنمارک کے ایک اخبار کی مذموم حرکت پر مسلمانوں میں پیدا ہونے والے اضطراب کی وسعت کم ہونے کے بعد دیگر یورپی اخبارات کی طرف سے اس مذموم حرکت کا دہرایا جانا بڑا معنی خیز ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے ان مذموم حرکتوں پر احتجاج نہ صرف فطری ہے بلکہ ایک مذہبی جذبات کی عکاسی بھی' مبصرین اور دانشوروں کی اکثریت کا اتفاق رائے ہے کہ ان توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت ایک بہت بڑی عالمی سازش ہے۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں اس مذموم حرکت پر مسلمانوں کے ردعمل کی وسعت اور گہرائی کا جائزہ لینا چاہتی ہیں تاکہ اگر مسلمانوں یا کسی بھی اسلامی مملکت کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کی جائے تو اس کے کیا ممکنہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ بعض مبصرین کی رائے ہے کہ اس مذموم اقدام کا مقصد یورپ اور اسلامی دنیا میں بڑھتے ہوئے تعلقات کا رخ موڑ کر ان میں دوری پیدا کرنا ہے۔ کچھ دانشور یہ کہتے ہیں کہ یہ تہذیبوں کے درمیان تصادم کی ابتداء ہے اور تہذیبوں کے درمیان ان تصادم کے نتیجے میں دنیا کے اندر سرد جنگ دوبارہ شروع ہوگی۔ کچھ دانشور اسے اسلامی دنیا پر ایک اور وار کرنے کے لیے زمین ہموار کرنے کا ایک اقدام قرار دیتے ہیں۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے لے کر آج تک تمام حالات اور واقعات کا بغور جائزہ لیا جائے تو بہت سے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ان خاکوں کی اشاعت کا آغاز ڈنمارک کے ایک اخبار سے شروع ہونا کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ یورپ کے اندر اس وقت جتنی بھی حکومتیں ہیں۔ ڈنمارک کی حکومت کو ان میں سب سے زیادہ دائیں بازو کی حکومت سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ڈنمارک کی حکومت پر انتہا پسند عیسائیوں کا غلبہ ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاجی مظاہروں کے بعد ناروے کے اخبار اور حکومت نے تو مسلمانوں سے معافی مانگ لی مگر ڈنمارک کی حکومت ابھی تک اس بات پر اڑی ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں سے معافی نہیں مانگے گی اور اس ضمن میں اس کا کہنا ہے کہ معافی مانگنا پریس کی آزادی کے خلاف ہے۔ ڈنمارک کے وزیراعظم نے نہ صرف معافی مانگنے سے انکار کیا بلکہ کوپن ہیگن میں مقیم اسلامی ممالک کے سفیروں کے ساتھ اس سلسلے میں ملاقات کرنے سے بھی انکار کیا۔ دوسری جانب ناروے اور بعض دیگر یورپی ممالک نے اس مذموم حرکت پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کو محسوس کیا اور ان سے معذرت بھی چاہی۔

ڈنمارک کے ایک اخبار کی طرف سے مذموم حرکت کے بعد یورپ کے بعض دیگر ممالک کے اخبارات نے اس مذموم حرکت کی پیروی کرتے ہوئے بظاہر یہ مؤقف اختیار کیا کہ انہوں نے آزادی صحافت کے سلسلے میں یکجہتی کے اظہار کے طور پر یہ توہین آمیز خاکے شائع کیے ہیں۔ سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یورپی اخبارات عیسائیت یا یہودیت کے خلاف ایسی کوئی جسارت کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو خود ان کے اپنے عوام ان کا تیاپانچہ کرنے کے لیے کمربستہ ہوجائیں گے۔ سب سے پہلے مذموم کارٹون شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر نے دیدہ دلیری سے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ اس نے ایسا مسلمانوں کو صحافت کی آزادی کا سبق سکھانے کے لیے کیا ہے تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ یورپ میں صحافت کتنی آزاد ہے ڈنمارک کا مذکورہ ایڈیٹر کوئی پاگل یا کج فہم شخص نہیں کہ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کی اس مذموم حرکت پر پوری دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج ہوسکتے ہیں اور اس کے نتائج بڑے خطرناک برآمد ہوسکتے ہیں۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ ڈنمارک صرف اپنی آزادی صحافت کے تحفظ کے لیے معافی نہ مانگنے کی ضد پر اڑا ہوا ہے جب ہم متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک بڑی عالمی سازش کا حصہ ہے تو یہ کہنے میں کوئی قباحت

نہیں کہ ڈنمارک کا مذکورہ اخبار اور ڈنمارک کی حکومت اور خود وزیر اعظم اس سازش میں مصروف عمل مہرے ہیں۔

لیکن یہ سازش کیا ہے اور اس کا نشانہ کون ہے' اس کا مقصد کیا ہے' بین الاقوامی حالات اور واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں یہ سازش کافی حد تک سمجھ میں آجاتی ہے۔ افغانستان اور عراق کے بعد واحد عالمی سپر پاور امریکہ کا مستقبل قریب میں نشانہ ایران ہے۔ بہانہ ایران کا جوہری پروگرام ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ چونکہ ایران ایٹمی ہتھیار بنانے جارہا ہے اور چونکہ اس کا ایٹمی طاقت بننا عالمی امن کے لیے خطرہ ہے اس لیے اس کو اس ارادے اور اس کوشش سے باز رکھنا ضروری ہے۔ ایران سے خطرہ اگر ہوسکتا ہے وہ تو اسرائیل کو ہوسکتا ہے جبکہ اسرائیل خود بھی غیر اعلانیہ ایٹمی طاقت کا حامل ملک ہے اس سے تو عالمی امن کو خطرہ نہیں تو پھر ایران سے کیسے' یہ بھی ایک بہانہ ہے اصل مقصد تیل سے مالا مال خلیج کے تمام وسائل کو اپنے تصرف میں لانا ہے اور اس پر قبضہ جمانا ہے۔ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد خلیج کے علاقے میں تیل سے مالا مال واحد ملک ایران ہی ہے جو امریکی دسترس سے باہر ہے۔ لیکن چونکہ عراق کی جنگ کے بعد اب یورپی ممالک ایران پر حملے کے حق میں نہیں ہیں۔ امریکہ کا قریب ترین اتحادی برطانیہ بھی ایسا کرنے کے خلاف ہے لہٰذا یورپ اور ایران کے درمیان دوری پیدا کرنے اور یورپ کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے مسلمانوں کے جذبات سے یہ گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مغربی خبر ساں ادارے کے حوالے سے روس کے لبرل ڈیموکریٹ لیڈر رولا دمیر زورونوسکی کا تجزیہ کافی قرین قیاس نظر آتا ہے کہ امریکہ کے پاس ایران کو ایٹمی طاقت بننے سے روکنے کے لیے حملے کے سوا کوئی دوسرا آپشن نہیں' ان کے مطابق امریکہ جو دنیا میں قائدانہ کردار ادا کرنا چاہتا ہے اس لیے اسے اپنا یہ قائدانہ کردار برقرار رکھنے کے لیے جنگیں لڑنی پڑیں گی۔ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ امریکہ 28 مارچ کو ایران پر حملہ کردے گا جس روز اسرائیل میں عام انتخابات ہونے ہیں۔ تاریخ کے بارے میں کچھ کہنا تو قبل از وقت ہے لیکن مسٹر میر زرونوسکی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ امریکہ دنیا کے وسائل کو اپنے تصرف میں لانے کے لیے جنگ کرتا رہے گا۔ اگرچہ روسی لیڈر نے یہ بھی کہا ہے کہ دنیا بھر میں ہنگاموں کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے تاکہ فوجی حملے کے لیے یورپ کی حمایت حاصل کی جاسکے اور توہین آمیز خاکوں پر مظاہرے امریکہ نے اس لیے شروع کروائے ہیں کہ یورپ اور اسلامی دنیا میں جھگڑا شروع ہوسکے لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے احتجاج اور ہنگاموں کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے۔ البتہ اس بات کو اس طرح اگر کہا جائے تو درست ہوگا کہ ڈنمارک اور اس کے بعد دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں توہین رسالتؐ پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت میں امریکہ کا ہاتھ ہے۔ ڈنمارک کے ایک اخبار میں کارٹون شائع ہونے کے بعد اسلامی دنیا میں احتجاج کی وسعت اتنی زیادہ نہ تھی اور معاملہ دبتے ہوئے دیکھ کر یہ مذموم کارٹون دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں وقفے وقفے کے ساتھ شائع کرائے گئے تاکہ اسلامی دنیا سراپا احتجاج بن جائے۔ اور ان مظاہروں کے اندر تشدد کا عنصر شامل ہوسکے۔

اس طرح سازش کا پہلا مقصد تو حاصل کرلیا گیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو یورپ کے ساتھ صف آرا تو کردیا گیا مگر ابھی دیکھنا یہ ہے کہ سازش کا حتمی مقصد حاصل ہوتا ہے یا نہیں کیا امریکہ اپنی اس سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچا پاتا ہے یا نہیں۔

اس بین الاقوامی سازش کا ایک مقصد یورپ کی اقتصادیات پر بھی حملہ کرنا ہے کیونکہ یورپی یونین کے قیام کے بعد یورپی کرنسی یورو کی قدر ڈالر کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اور یورو عالمی منڈی میں ڈالر کو برابر مات دیتا جارہا ہے اس لیے اس سازش کا ایک مقصد یورو کی قدر کم کرنا اور ڈالر کی قدر بڑھانا بھی ہے یعنی جب اسلامی ممالک یورپی ممالک کا اقتصادی بائیکاٹ کریں گے تو یقیناً یورو کی قدر کم ہوجائے گی اس طرح یورپ اور اسلامی دنیا کے درمیان بڑھتے ہوئے اقتصادی تعلقات کو ختم کرنا اس سازش کا ایک بڑا مقصد ہوسکتا ہے۔ یہ بات بھی بڑی معنی خیز ہے کہ ڈنمارک کے وزیر اعظم کے ساتھ امریکی صدر بش نے ٹیلی فون پر اس مسئلے پر بات چیت کرتے ہوئے آزادی صحافت کے تحفظ کے لیے اظہار یکجہتی بھی کیا۔ صدر بش کے ٹیلی فون سے قبل ڈنمارک کے وزیر اعظم اس مسئلے پر افہام تفہیم کے موڈ میں تھے مگر اس کے بعد ان کے لہجے میں بڑی رعونت سی پائی گئی۔ انہوں نے اسلامی ممالک کے سفیروں سے ملاقات تک کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ امریکہ بظاہر ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرچکا ہے مگر یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ امریکہ بظاہر کہتا کچھ ہے مگر عملاً وہ کرتا کچھ اور ہے۔ امریکہ نے بظاہر سابق وزیر اعظم

ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت ختم کرنے کی بھی اپیل کی تھی مگر دنیا جانتی ہے بھٹو صاحب کو جسمانی طور پر ختم کرنے کے درپے کون تھا اور کیوں تھا یہ بھی لمحہ فکریہ ہے کہ اگر ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ آزادی صحافت کا معاملہ ہے تو یہ مذموم کارٹون اور خاکے امریکی اخبارات میں بھی شائع ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ امریکہ نے اپنے اخبارات میں تو یہ کارٹون شائع نہیں ہونے دیئے تاکہ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاسکے کہ وہ مسلمانوں کا ہمدرد ہے لیکن یورپ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ آج کی دنیا میں میڈیا کتنا بااثر ہتھیار ہے لہٰذا اسی میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے عالمی طاقتیں اپنا مقصد حاصل کرتی ہیں لہٰذا اس سازش کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے بھی یورپ کے بعض اخبارات کے ایڈیٹروں کو شائد خریدا گیا ہو اور ان کے ذریعے اس سازش کو آگے بڑھایا گیا ہو۔

یہ سازش تو اپنی جگہ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم نادانستہ طور پر اس سازش میں آلہ کار تو نہیں بن رہے۔ احتجاج کرنا ہمارا حق بھی ہے اور دینی فرض بھی۔ ناموس رسالت مآبؐ پر مرمٹنا ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور کے نام پر اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں لیکن کیا ہم اپنا احتجاج بذریعہ تشدد' اپنے ہی بھائیوں کی اور اپنی ہی قومی املاک کو نقصان پہنچا کر' انہیں جلا کر اور توڑ پھوڑ کر کے ہی ریکارڈ کرا سکتے ہیں۔ کیا ناموس رسالت مآبؐ پر اپنے جذبات کا اظہار کرنے کا ذریعہ یہی ہے۔ ایسا کرنا کہاں تک اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے' کیا لاہور میں گاڑیوں غریبوں کی موٹر سائیکلوں' بنکوں اور پنجاب اسمبلی کی عمارت اور دیگر عمارتوں کو نذر آتش کر کے اور نقصان پہنچا کر ہم اپنا دینی فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایسا کر کے ہم اپنے دینی دشمن کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ مسلمانوں کے پرامن احتجاج کو تشدد کی راہ دکھانا بھی اس سازش کا حصہ ہے تاکہ مغرب میں مسلمانوں کے بارے میں یہ تاثر پیدا کیا جاسکے کہ تشدد مسلمانوں کی سرشت میں شامل ہے اور وہ اپنے جذبات کا اظہار تشدد کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنے جذبات کا اظہار ضرور کرنا چاہیے' احتجاجوں' جلسوں' جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر شرکت کرنی ہے مگر پرامن رہ کر اپنے آپ کو ایک مہذب قوم کا مہذب شہری ثابت کر کے دنیا پر یہ واضح کرنا چاہیے کہ ہم ناموس رسالتؐ پر مرمٹ سکتے ہیں' لیکن تہذیب' اخلاق اور اسلامی تعلیمات کا دامن ہاتھ سے چھوڑ نہیں سکتے۔

اس بین الاقوامی سازش کا مقابلہ کوئی بھی ملک اکیلا نہیں کرسکتا۔ صرف پاکستان یا ایران یا کوئی اور اسلامی ملک اس سازش کو تن تنہا نا کام نہیں بنا سکتا۔ اس کے لیے ہمارے پاس اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) کا ایک ادارہ موجود ہے اس مسئلے پر اسلامی امہ کی اسی تنظیم کے پلیٹ فارم سے ہی نمٹا جانا چاہیے۔ یہ کہہ دینا کہ پاکستان ان یورپی ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کرے جن کے اخبارات نے یہ ناپاک جسارت کی ہے کافی نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر سفارتی تعلقات ختم کرنے کا فیصلہ بھی کرنا ہے تو اسلامی امہ کی اجتماعی تنظیم او آئی سی کے پلیٹ فارم سے ہی کیا جانا چاہیے۔ کم از کم ڈنمارک کی حکومت کو سبق سکھانا ضروری ہے کہ جو اس ناپاک جسارت پر معافی طلب کرنے کی بجائے رعونت کے ساتھ مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز کر رہی ہے لیکن اس ضمن میں بھی کوئی بھی قدم مسلم امہ کا اجتماعی ہونا چاہیے اس لیے اسلامی کانفرنس تنظیم کا ہنگامی اجلاس طلب کرنا ضروری ہے اور اس سلسلے میں مزید دیر نہیں ہونی چاہیے جس میں اس ساری صورتحال کا تجزیہ کر کے ٹھوس اور بھرپور قدم اٹھایا جائے۔ اگر ہم اسلامی دنیا کے اس اہم ترین موقع پر بھی کوئی اجتماعی قدم اٹھانے میں ناکام ہو گئے تو پھر بین الاقوامی سازش کامیاب ہو جائے گی اور اس کے ذمہ دار ہم سب ہوں گے۔

http://www.kitaabghar.com

توہین رسالتؐ کے خلاف عالمی حکمت عملی

پاکستان کی تحریک پر اقوام متحدہ میں متعین اسلامی ممالک کے سفیروں نے توہین رسالتؐ کا مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے' تاکہ مختلف مذاہب کے درمیان باہمی احترام کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق کی منظوری حاصل کی جا سکے۔

توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج کے دوران لیبیا اور نائیجیریا میں 27 افراد جاں بحق ہوگئے ہیں۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں اس مسئلے پر مظاہرے جاری ہیں۔ تاہم حکومت اور اپوزیشن کے بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں طرف برابر کا مورچہ لگا ہوا ہے۔ اپوزیشن ہر قیمت پر جلسے جلوس منعقد کرنے پر تلی ہوئی ہے اور حکومت ریاستی قوت کے بل بوتے پر قیام امن کو یقینی بنانے کا انتظام کر چکی ہے اس کی وجہ ابتدائی احتجاجی مظاہروں میں بدامنی اور تشدد کے منہ زور مظاہرے ہیں۔ اگرچہ اپوزیشن رہنماؤں کی طرف سے یقین دہانی کرائی جا رہی ہے کہ مظاہروں کے دوران تشدد اور توڑ پھوڑ سے ان کا یا ان کے کارکنوں کا کوئی تعلق نہیں' تاہم لاہور' پشاور اور چند دیگر شہروں میں احتجاجی جلوسوں کے دوران جس طرح شرپسند عناصر نے حالات کا فائدہ اٹھایا ہے' اس سے حکومت بھی حفاظتی انتظامات کرنے میں حق بجانب ہے' بلکہ قیام امن اس کی آئینی ذمہ داری ہے۔ دوسری طرف توہین رسالت مآب کی بناء پر لوگوں کے دلوں میں جذبات کا لاوا ابل رہا ہے۔ صدر مملکت خود یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ جلسے جلوسوں کو روکنا ان کی حکومت کے بس میں نہیں۔ لوگوں کو حرمت رسولؐ کے جذبات کے اظہار کا موقع ملنا بھی چاہیے۔

بہتر تو یہ تھا کہ حکومت اور تمام سیاسی و مذہبی اور سماجی رہنما مل بیٹھ کر عالمی سطح پر احتجاج کا کوئی طریقہ سوچتے اور یورپ سے اس مکالمے کا آغاز کیا جاتا کہ وہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا بند کردے۔ اس بات کی تحقیق کی جاتی کہ تین ماہ بعد اب دھڑا دھڑ تمام یورپی اور عالمی اخبارات میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ کیوں چل نکلا ہے' اس کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما ہیں اور کون سے نقاب پوش اس سازش کو ہوا دے رہے ہیں؟ یہ بھی طے کیا جانا ضروری تھا کہ حکومت اور اپوزیشن اس مسئلے پر ایک دوسرے کے ساتھ سیاست نہیں کریں گے۔ مقصد اگر حرمت رسولؐ اور تقدس پیغمبرؐ کو منوانا ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے کو انتقام کا نشانہ بنانا کہاں سے جائز ہوگیا۔ اپوزیشن رہنماؤں کے ان بیانات پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے' جن میں یہ کہا جاتا ہے کہ مشرف حکومت کے مستعفی ہونے تک یہ تحریک جاری رکھی جائے گی یا موجودہ حکمرانوں کو 23 مارچ کی سلامی نہیں لینے دی جائے گی۔ اگر یہی روش ہر مسلمان ملک میں چل نکلے اور حکومت اور عوام آپس ہی میں ٹکرانا شروع ہو جائیں تو گستاخان رسولؐ کا منہ کون بند کرے گا؟ انہیں تو کھل کھیلنے کا موقع میسر آ جائے گا اور مسلم امہ جگ ہنسائی کا سامان اپنے ہاتھوں پیدا کرلے گی۔

صدر مشرف نے بجا طور پر کہا ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے عالمی سطح پر حکمت عملی تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ حکومت نے اس کے لیے اب سرگرمی سے کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی کوششیں چند ماہ پہلے کر لی جاتیں تو عوام میں اس قدر اشتعال نہ پھیلتا۔ پاکستان اسلامی دنیا کا قلعہ ہے۔ یہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی واحد ریاست ہے اسے آگے بڑھ کر کردار ادا کرنا چاہیے۔ فوری طور پر اسلامی سربراہ کانفرنس کا ہنگامی سربراہی اجلاس طلب کیا جائے' اگر دسمبر میں بغیر کسی مقصد کے یہ اجلاس بلایا جا سکتا تھا تو اب مسلم امہ کو جو سخت امتحان درپیش ہے اور غیر مسلم دنیا جس دیدہ دلیری سے گستاخی پر اتر آئی ہے اور اسے آزادی اظہار کا نام دے کر اپنا بنیادی حق قرار دیتی ہے' اس کے پیش نظر اسلامی سربراہی کانفرنس کا ہنگامی اجلاس بغیر وقت ضائع کیے منعقد ہونا چاہیے اور اس میں ایک زبان ہو کر یورپ سے مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ وہ اپنی گستاخانہ حرکتیں بند کرے اور پر امن بقائے باہمی کے اصولوں پر عمل کرے۔ اقوام متحدہ کی سطح پر جو کوششیں شروع ہوئی ہیں' ان کو منطقی نتیجے سے ہمکنار کیا جائے۔ اسی طرح مسلم دنیا کے عوام کو مطمئن کیا جا سکتا ہے کہ ان کے رہنما نہ تو کسی مصلحت کا شکار ہیں' نہ خواب خرگوش میں مست ہیں' نہ وہ کسی کے دم چھلے بنے

ہوئے ہیں بلکہ مسلم دنیا کی امنگوں اور جذبات کے اظہار میں پیش پیش ہیں' اس طرح اسلامی ممالک کے اندر امن وامان کے ساتھ احتجاجی مظاہرے بھی ہو سکتے ہیں اور غیر مسلم دنیا پر یہ دباؤ بھی بڑھایا جا سکتا ہے کہ وہ توہین رسالتؐ سے باز رہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اقوام متحدہ میں اسلامی کانفرنس تنظیم گروپ نے توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ جنرل اسمبلی میں اٹھانے کا اعلان کیا ہے۔اسلامی ممالک کے سفیروں کے ایک اجلاس میں پاکستان کی طرف سے جنرل اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے تجویز کردہ قرارداد میں ترامیم کا بھی فیصلہ کیا گیا۔اس مقصد کے لیے اقوام متحدہ میں پاکستان' ترکی' آذربائیجان' انڈونیشیا اور سینی گال کے سفیروں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔جس سے خطاب کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں پاکستان کے سفیر منیر اکرم نے کہا کہ اگر ہم نے اپنے دین اور پیغمبر کو بھی نشانہ بنائے جانے پر ردعمل ظاہر نہ کیا تو پھر ایسا کب کریں گے۔ہمیں پورے جذبے کے ساتھ اپنے موقف کا اظہار کرنا چاہیے۔او آئی سی گروپ کے چیئرمین یمن کے سفیر عبداللہ السعیدی نے خاکوں کی اشاعت کے حوالے سے او آئی سی کے وفد کی اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان اور یورپی یونین کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات کے بارے میں بریفنگ دی۔اقوام متحدہ میں تمام مسلم ممالک کے سفیرں نے پاکستانی تجویز کی بھرپور حمایت کی۔ یہاں اس بات سے بھی اتفاق کیا گیا کہ مذاہب اور ثقافتی اقدار کے تحفظ کی ٹھوس ضمانت کے بغیر اقوام متحدہ کی نئی حقوق انسانی کونسل کے قیام کے بارے میں کوئی مصنوعی ڈیڈ لائن قبول نہیں کی جائے گی۔

حضور ختم المرسلین نبی کریم کی ذاتِ اقدس کی توہین پر مشتمل خاکوں کی اشاعت کے نتیجے میں بلاشبہ اس وقت نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ امریکہ اور تمام مغربی ممالک میں شدید احتجاجی مظاہرں کا سلسلہ جاری ہے اور مسلمانوں کے اس ردعمل نے غیر مسلموں بالخصوص کئی مغربی سیاستدانوں اور عیسائی مذہبی رہنماؤں کو بھی پوری امت مسلمہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی غلط حرکت کے اعتراف پر مجبور کر دیا ہے۔پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل ڈان سی میکنن نے اسلام آباد میں وزیراعظم شوکت عزیز اور کئی اپوزیشن رہنماوں سے ملاقات کے بعد اخبارنویسیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مغربی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر شرمندگی ہے۔آزادی صحافت کو حدود کے اندر رہنا چاہیے اس طرح کے واقعات کو روکنے کے لیے ہم مختلف ممالک کی طرف سے شروع کی گئی کوششوں کی حمایت کرتے ہیں۔خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ یہ آزادی صحافت کے سراسر منافی اور اس کا غلط استعمال ہے۔دولت مشترکہ میں 53 ممالک شامل ہیں اور ہم اس پلیٹ فارم سے رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔اس موقع پر وزیراعظم شوکت عزیز نے ان پر واضح کیا کہ بعض یورپی ممالک کے اخبارات میں گستاخی رسولؐ پر مبنی خاکوں کی اشاعت نے پوری امت مسلمہ کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال تہذیبوں کے درمیان تصادم کا باعث بن سکتی ہے۔دریں اثناء ناروے کے مذہبی رہنماؤں' چرچ آف ناروے کے پادری فادر گائیرہ بلے اور فادر کنوٹ کنل کے علاوہ ناروے کی امام کمیٹی کے قائد امام محبوب الرحمٰن' عالمی مذاہب کونسل کے مشیر ڈاکٹر محمد علی سیف نے وزیراعظم کے معاون خصوصی محمد علی درانی کے ہمراہ ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ان خاکوں کی اشاعت کو مسلمانوں اور یورپ کے درمیان تصادم کی سازش قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مذموم حرکت عالمی امن کے لیے بھی ایک سنگین خطرہ ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ناروے کی عیسائی سوسائٹی نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر توہین رسالت کے اقدام کی مذمت کی اور اسے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے یکساں تکلیف دہ قرار دیا۔امریکہ کے سابق صدر کلنٹن بھی اپنے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے اسے بین المذاہب ہم آہنگی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ قرار دے چکے ہیں۔انہوں نے ان خاکوں کی اشاعت پر عالم اسلام میں ہونے والے ردعمل کو بھی جائز قرار دیا اور آزادی صحافت کے غلط استعمال کی بھی مذمت کی۔

جہاں تک پاکستان سمیت اسلامی ممالک میں ہونے والے شدید ترین ردعمل کا تعلق ہے وہ احتجاجی مظاہروں' ریلیوں اور جلسے جلوسوں کی شکل میں جاری ہے۔پاکستان سمیت بعض اسلامی ممالک سے ڈنمارک نے اپنے سفیروں کو واپس بلالیا ہے اور شام' ایران' سعودی عرب اور پاکستان نے بھی ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلالئے ہیں۔کئی اسلامی ممالک کے تجارتی اور کاروباری اداروں نے بھی ڈنمارک سے درآمدات کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ادھر اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین احسان اوگلو نے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلانے کے لیے

رکن ممالک سے رابطے شروع کر دیئے ہیں۔ دریں اثناء او آئی سی کے رکن ممالک کے مستقل نمائندوں کا اجلاس چند ہفتے پہلے جدہ میں ہوا تھا جس میں تازہ ترین صورت حال پر غور کیا گیا۔ ان نمائندوں نے موجودہ بحران سے نمٹنے اور آئندہ ایسے واقعات کو روکنے کے لیے احسان اوگلو کے تجویز کردہ پانچ نکات کی بھی منظوری دی۔

اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر ہونے والے ردعمل سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مسلم عوام حضور خاتم المرسلین کی ذاتِ اقدس کی توہین وتضحیک برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ آپ کی ذات بابرکات سے عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جان ومال اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں اس لیے کہ حضور نبی کریم کی ذات اقدس سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لاینفک ہے اور اس کے بغیر تکمیل ایمان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایمان کا یہی پہلو پوری امت مسلمہ کی طرف سے سامنے آنے والے ردعمل کا ثبوت اور جواز فراہم کرتا ہے۔ لیکن اس سارے معاملے کا ایک توجہ طلب اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر جہاں یورپی یونین میں شامل اکثر ممالک اور کئی دوسرے ملکوں کی طرف سے ان خاکوں کی اشاعت کو آزادی صحافت کا ایک لازمی جزو اور اظہار رائے کی آزادی کا نام دیا گیا وہاں بعض مسلمان ممالک میں عوامی سطح پر ہونے والے ردعمل کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ اسے انتہا پسندی اور قدامت پرستی کا نام دیا گیا۔ یہ گویا یورپی یونین اور بعض دوسرے مغربی ملکوں کی طرف سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی تائید وحمایت ہی تو ہے۔ اب تک ان خاکوں کی اشاعت کے حوالے سے مغربی ممالک کی اکثریت کا جو ردعمل سامنے آیا ہے وہ پوری امت مسلمہ کو لاحق خطرات کی نشاندہی کے لیے کافی ہے۔ یہ اعزاز بھی صرف پاکستان کو حاصل ہے کہ اس نے اسلامی شعائر کے احترام اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے تجاویز پیش کرنے میں پہل کی۔ امت مسلمہ کو اس امر کا احساس کرنا ہوگا کہ ڈنمارک کے ایک اخبار کا یہ اقدام محض اتفاق یا غیر ارادی غلطی پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ ایک دانستہ اقدام تھا۔ اگرچہ بعض مغربی اخبارات نے مسلمانوں سے معذرت کی ہے لیکن کسی بھی حلقے کی طرف سے آئندہ امت مسلمہ کے جذبات کو مجروح کرنے والے ایسے واقعات کے رونما نہ ہونے کی کوئی ٹھوس یقین دہانی نہیں کرائی گئی۔ اگر ان خاکوں کی اشاعت کے فوراً بعد اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے پلیٹ فارم سے ایک مشترکہ اقدام کیا جاتا‘ تمام مسلمان ممالک اپنے اپنے عوام کے جذبات اور ردعمل کو سامنے رکھتے ہوئے ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا کر اس سے تجارتی لین دین ختم کر دیتے تو یہ جذبہ ایمانی کا ایسا مظاہرہ ثابت ہوتا جس سے نہ صرف پوری امت مسلمہ کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا بلکہ ڈنمارک سمیت دوسرے اسلام دشمن حلقوں کو بھی معاملے کی سنگینی کا پوری طرح احساس ہوجاتا اور آئندہ اخبارات سمیت کسی کو بھی آزادی صحافت یا کسی اور آزادی کے نام پر ایسی مذموم حرکت کے ارتکاب کی جرأت نہ ہوتی۔ یورپ‘ امریکہ اور کئی دوسرے ممالک کی طرف سے ڈنمارک کے ساتھ اظہار یکجہتی اور مسلمان ممالک بالخصوص اسلامی کانفرنس کی نمائندہ تنظیم کا اس معاملے میں تساہل صدر جنرل پرویز مشرف کے اس موقف کی تائید کرتا ہے کہ اس کی تنظیم نو کی جائے‘ اس کے کمزور ڈھانچے کو مضبوط موثر بنایا جائے۔ ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس امر کا احساس کرنا ہوگا کہ ہماری بقاء‘ سلامتی اور نجات آخروی صرف محمد عربی کے نام نامی سے ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ نہ صرف ڈنمارک کے اخبار کی اس مذموم حرکت کے خلاف اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے پلیٹ فارم سے فوری اقدام کیا جائے بلکہ آئندہ کسی بھی اسلام دشمن حلقے یا ادارے کی طرف سے ایسی مذموم حرکت کا فوری اور موثر جواب دینے کے لیے ایسا ادارہ تشکیل دیا جائے جو ایسی کسی صورت میں ازخود قدم اٹھا سکے۔ اگر اسلام دشمن قوتیں اسی طرح ہمارا امتحان لیتی رہیں اور ہم ان کا جواب دینے میں لیت ولعل اور تاخیر کا مظاہرہ کرتے رہے تو دشمن اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگا اور دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بن کر رہ جائے گی۔

❁ ❁ ❁

صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ شروع

یولانہ پوسٹن (Jyllands-Posten) ڈنمارک کا مشہور اخبار ہے۔ اس اخبار کا ایڈیٹر پڑھے لکھے طبقے میں بہت مشہور ہے۔ ڈنمارک کے بے شمار لکھاری مصنف اور صحافی اس کے ذاتی حلقے میں شامل ہیں۔ ایڈیٹر کے لکھاری دوست نے پچھلے سال ستمبر میں نبی اکرمؐ کی حیات پر ایک گستاخانہ کتاب لکھی تھی۔ وہ اس کتاب میں (نعوذ باللہ) نبی اکرمؐ کے خاکے شامل کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس نے خاکے بنوانے کیلئے آرٹسٹوں سے رابطے کیے تو تمام آرٹسٹوں نے خاکے بنانے سے انکار کر دیا۔ ان آرٹسٹوں کا کہنا تھا: مسلمان اسے توہین رسالت سمجھتے ہیں اور اگر انہوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو ان کی زندگی خطرے کا شکار ہو جائے گی۔ وہ لوگ ہالینڈ کی مثال دیتے تھے جہاں ایک گستاخ فلم ساز نے ایک برہنہ عورت کے جسم پر آیت لکھ دی تھی بعد ازاں ایک مسلمان نوجوان نے اس فلم ساز کو قتل کر دیا۔ قتل کے بعد جب مقدمہ چلا تو اس نوجوان نے عدالت سے درخواست کی ''مہربانی کر کے مجھے پھانسی کی سزا دے دی جائے کیونکہ اگر میں زندہ رہا اور کسی دوسرے شخص نے میرے سامنے گستاخی کی تو میں اسے بھی قتل کر دوں گا۔' ان آرٹسٹوں کا کہنا تھا: اس قاتل نوجوان کا یہ بیان مسلمانوں کی ذہنیت اور طرز فکر کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مذہب' نبی اکرمؐ کی مقدس و مطہر شخصیت اور صحابہ کرامؓ کی ذات پر کسی قسم کا کمپرومائز (سمجھوتہ) نہیں کرتے چنانچہ ہم لوگ اپنی جان کا رسک (خطرہ) لینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

جب یہ مصنف ہر طرف سے ناکام ہو گیا تو وہ یولاند پوسٹن (Jyllands Posten) کے ایڈیٹر کے پاس آ گیا اور اس نے اس سے شکایت کی: ''ہمارے ملک کے تمام آرٹسٹ بزدل ہیں' یہ لوگ مسلمانوں کے پیغمبر کا خاکہ تیار کرنے پر تیار نہیں ہیں۔'' ایڈیٹر نے مصنف سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ''بزدلی'' کی ساری وجوہ بتا دیں۔ ایڈیٹر نے اس کے جواب میں کہا: ''آرٹسٹ بلاوجہ پریشان ہیں' ڈنمارک ایک لبرل اور سیکولر ملک ہے اور اس میں آباد تمام مسلمان بھی ڈنمارک کے لوگوں کی طرح ہیں۔ یہ لوگ ڈنمارک کے لوگوں کے کلچر میں رنگے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری زبان بولتے ہیں' ہمارے جیسے کپڑے پہنتے ہیں' ہمارے جیسے کھانے کھاتے ہیں اور ان میں بھی وہ تمام بری عادتیں موجود ہیں جو ہمارے لوگوں میں ہیں' لہٰذا ڈنمارک کے مسلمان اس پر کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کریں گے۔'' مصنف نے اس کے جواب میں کہا: ''مسلمان ذرا مختلف قسم کی قوم ہیں۔ یورپ اور امریکہ کا عیسائی آپس میں تقسیم ہے۔ وہ ناروے کا عیسائی' ڈنمارک کا عیسائی اور برطانیہ کا عیسائی ہے چنانچہ ہم سب کے مسائل مقامی اور اپنے اپنے ملک تک محدود ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی آپس میں تقسیم ہیں لیکن بعض ایسی باتیں' بعض ایسے مسائل ہیں جن پر ان لوگوں کی سوچ ایک ہوتی ہے' جن پر ان کا ردعمل یکساں ہوتا ہے۔ یہ لوگ ان باتوں پر نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک ایک ہی قسم کا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔'' مصنف کے جواب پر ایڈیٹر کو بڑی حیرت ہوئی لہٰذا اس نے ٹیسٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اخبار کے کارٹونسٹ کو بلایا' اسے آئیڈیا دیا اور کارٹونسٹ نے گستاخی کا عمل شروع کر دیا۔ اس بدبخت نے نبی اکرمؐ کے (نعوذ باللہ) بارہ خاکے بنائے اور یہ خاکے ایڈیٹر کے حوالے کر دیئے گئے۔ ایڈیٹر نے 30 ستمبر 2005ء کو اخبار میں یہ خاکے شائع کر دیئے۔

یہ خاکے چھپنے کی دیر تھی کہ ڈنمارک کے مسلمانوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ تمام نوجوان جن کے بارے میں ایڈیٹر کا خیال تھا یہ لوگ مغربی ثقافت میں پوری طرح رچ بس گئے ہیں۔ ان کے اندر کا مسلمان فوت ہو گیا ہے اور یہ لوگ اب کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کریں گے' وہ نوجوان شعلہ جوالہ بن گئے اور ان نوجوانوں نے کوپن ہیگن کے تمام اسٹالوں سے اخبارات اٹھائے اور ان تمام اخبارات کو چوک میں رکھ کر آگ لگا دی۔ اس کے بعد وہ اخبار کی عمارت کی طرف بڑھے' اخبار کی انتظامیہ نے فوراً پولیس طلب کر لی' پولیس آئی اور اس نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ نوجوان

وہاں پہنچے تو پولیس نے کے کمانڈوز نے انہیں روک لیا...... یہ لوگ غیر مسلح تھے لیکن اس کے باوجود محسوس ہوتا تھا ان کے اندر آگ لگی ہے اور یہ کسی بھی وقت شعلے بن سکتے ہیں۔ حالات کو یوں خراب ہوتے دیکھ کر اخبار کا ایڈیٹر فرار ہو گیا جبکہ پولیس نے اس اخبار سے وابستہ تمام کارٹونسٹوں کی نقل وحرکت محدود کر دی۔ پولیس کا خیال ہے مسلمان نوجوان تمام آرٹسٹوں کو ہدف بنا سکتے ہیں۔ یہ آگ اگلے دن سویڈن اور ناروے پہنچ گئی اور وہاں کی مسلمان کمیونٹی نے بھی احتجاج شروع کر دیا۔ دس جنوری کو ناروے کے ایک جریدے ''میگزنیت'' نے بھی یہ سارے خاکے شائع کر دیئے جبکہ وہاں کے ایک بڑے اخبار ''راگ بلادت'' نے انہیں انٹرنیٹ پر جاری کر دیا جس کے ردعمل میں وہاں بھی ڈنمارک جیسی صورتحال پیش آ گئی اور پولیس کو اس میگزین اور اس اخبار کی عمارت کے سامنے بھی مورچے لگانا پڑ گئے۔ ڈنمارک اور ناروے کی صورتحال کو عالمی نشریاتی اداروں نے اٹھایا۔ ان کا خیال تھا وہ اس صورتحال کی مدد سے عالم اسلام کو مزید بدنام کر سکیں گے لیکن جوں ہی بی بی سی' سی این این' اے پی سی' واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائم میں یہ خبر شائع ہوئی' یہ ایشو پورے عالم اسلام تک پہنچ گیا اور تمام اسلامی ممالک میں یورپ اور امریکہ کے خلاف احتجاج شروع ہو گئے۔ اس دوران 11 اسلامی ممالک کے سفیروں نے ڈنمارک کے وزیراعظم سے ملاقات کی کوشش کی لیکن انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ جنوری کے وسط تک دنیا کے کسی تجزیہ نگار کو اس شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ امریکہ اور یورپ کے دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا خیال تھا اس ایشو پر عالم اسلام معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرے گا اور ان لوگوں کو انہیں مزید دہشت گرد ثابت کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن اس کا ردعمل اس قدر شدید اور خوفناک تھا کہ یورپ گھبرا گیا اور اس نے صورتحال کے تدارک کی کوشش شروع کر دیں لیکن آنے والے دنوں میں صورتحال مزید بگڑتی چلی گئی۔ تقریباً تمام اسلامی ممالک نے اپنے اپنے ممالک میں موجود ڈنمارک کے سفیروں کو طلب کیا اور ان کے سامنے تحریری طور پر احتجاج کیا۔ سعودی عرب' لیبیا اور شام نے ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا لیے اور او آئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمال الدین احسن ادغلو نے ڈنمارک کے وزیراعظم کو خط لکھا اور اس خط میں ان سے شدید احتجاج کیا۔ انہوں نے لکھا: ''اخبارات میں حضورؐ کی توہین پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت سے تناؤ اور انتشار پھیل سکتا ہے۔ ڈنمارک کے حکام کو چاہیے شان رسالت میں گستاخی کرنے والوں کو باز رکھیں اور ان کی مذمت کا بیان جاری کریں۔'' سیکرٹری جنرل نے کہا کہ شان رسالتؐ میں گستاخانہ اقدامات سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور مسلمانوں نے سمجھ لیا ہے کہ ڈنمارک اور ناروے کے حکام نے گستاخانہ اقدامات کرنے والوں کو روکنے کی بجائے ان کا دفاع کیا ہے۔ سیکرٹری جنرل نے ڈنمارک کے حکام سے کہا کہ وہ مسلم دنیا کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے فوری طور پر معافی مانگیں۔

یورپ کیلئے یہ ایک غیر متوقع صورتحال تھی۔ اسی دوران یورپ کا چرچ اس صورتحال میں داخل ہوا اور اس نے یورپ کے مختلف ممالک کے مختلف اخبارات کو ڈنمارک اور ناروے کے ''متاثرہ'' اخبارات کی مدد کیلئے ابھارنا شروع کر دیا۔ ان کا خیال تھا: ''عالم اسلام ان ایشو پر تیزی سے اکٹھا ہو رہا ہے لہٰذا ہمیں بھی اس وقت اتحاد اور نظم وضبط کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔'' چرچ کی یہ کوششیں یہ رنگ لائیں اور جنوری کے آخر میں اٹلی' فرانس' جرمنی اور اسپین کے اخبارات نے بھی یہ گستاخانہ خاکے شائع کر دیئے' اس کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں میں کھلی جنگ شروع ہو گئی۔

27 جنوری کو جمعہ تھا۔ اس دن حرمین شریفین کے آئمہ کرام نے اپنی تقریروں میں مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں۔ ان تقریروں کے ردعمل میں سب سے پہلے سعودی عرب میں بائیکاٹ شروع ہوا۔ ڈنمارک عرب ممالک کو بڑے پیمانے پر دو اشیاء سپلائی کرتا ہے: ایک حلال گوشت اور دوسری ڈیری مصنوعات۔ عربوں نے 1960ء میں پہلی بار ڈنمارک سے گوشت خریدنا شروع کیا تھا۔ اس دور میں ڈنمارک یورپ کا واحد ملک تھا جو بڑے پیمانے پر گائے اور دنبے پالتا تھا۔ ان کے جانور مخصوص ماحول میں پلنے کے باعث بہت صحت مند اور لذیذ ہوتے تھے لہٰذا عربوں نے ڈنمارک حکومت کے ساتھ سمجھوتہ کیا اگر وہ انہیں حلال گوشت فراہم کرنا شروع کر دیں تو وہ ان کے ساتھ کھلی تجارت شروع کر سکتے ہیں۔ ڈینش گورنمنٹ مان گئی چنانچہ سعودی عرب نے کوپن ہیگن میں مذبح بنائے اور وہاں مسلمان قصاب تعینات کر دیئے جو خود اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرتے اور اس کے بعد اپنی نگرانی میں جانوروں کو صاف کر کے پیک کراتے۔ آنے والے دنوں میں یہ تجارت اس قدر بڑھ گئی کہ

ڈنمارک حکومت نے اپنے تمام ذبیحہ خانوں میں سعودی عرب کے قصاب ملازم رکھ لیے یوں اس وقت ڈنمارک یورپ کا واحد ملک ہے جس میں تمام حلال جانور اسلامی طریقے سے ذبح کیے جاتے ہیں۔ ڈینش حکومت کا اعلان ہے آپ ڈنمارک کی کسی مارکیٹ کی کسی دکان سے مرغی' گائے اور بکرے کا گوشت خرید سکتے ہیں' یہ گوشت حلال ہوگا۔ گوشت کے بعد ڈنمارک کی سب سے بڑی تجارت اس کی ڈیری مصنوعات ہیں' ڈنمارک یورپ کا واحد ملک ہے جو اربوں ڈالر کا دودھ (خشک اور ملک پیک دونوں)' دہی' پنیر' مکھن' لسی اور بالائی برآمد کرتا ہے۔ اس کی ڈیری مصنوعات کی سب سے بڑی کمپنی آرلے (Arly) صرف متحدہ عرب امارات کو ہر سال 3 بلین ڈینش کراؤن کی ڈیری مصنوعات فروخت کرتی ہے جبکہ سعودی عرب ہر سال ڈنمارک سے 350 ملین ڈالر کا مکھن اور دودھ درآمد کرتا ہے۔ اس وقت سعودی عرب کی اسٹورز کی چار بڑی چینز میں ''آرلے'' کے الگ کاؤنٹر اور شیلفیں بنی ہیں لیکن ائمہ کرام کے اعلان کے بعد آرلے کی مصنوعات کا بائیکاٹ ہوگیا اور اسٹورز کے مالکان نے اس کی ساری مصنوعات اٹھا کر باہر پھینک دیں۔ سعودی عوام نے بھی اپنے اپنے فریجوں سے یہ ساری مصنوعات نکال کر باہر پھینک دیں۔ ڈنمارک حکومت کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق صرف ایک ہفتے میں ڈنمارک کی کمپنیوں کو اڑھائی سو ملین ڈالر نقصان ہوا جو ایک بہت بڑی رقم ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق فرانس حکومت کے دباؤ پر فرانسیسی اخبارات کے ایڈیٹر کو نوکری سے برخواست کر دیا گیا ہے۔ یورپ کے تمام اخبارات کے دفتر کی سکیورٹی بڑھا دی گئی ہے۔ 59 اسلامی ممالک میں احتجاج اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے' یورپ کے تمام سفیر اور سفارتی عملے کو اسلامی ممالک میں اپنی سرگرمیاں محدود کرنے کی ہدایات جاری ہو چکی ہیں۔ 22 اسلامی ممالک میں ڈنمارک اور ناروے کے سفارتی عملے نے اپنے اہل خانہ واپس بھجوا دیئے ہیں اور ڈنمارک کے مختلف اہلکاروں نے چھٹی کی درخواست دے دی ہے۔ اسلامی ممالک میں ان تمام گستاخ ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ جاری ہے اور بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے یہ معاملہ ابھی آگے چلے گا۔

اب ہم آتے ہیں اس معاملے کی نفسیاتی جہتوں اور پس منظر کی طرف...... اسلام پر رکیک حملوں کا سلسلہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے دور سے شروع ہوا تھا۔ اس دور میں یہودیوں اور عیسائیوں نے ایک سازش کے تحت شعائر اسلام اور مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کا مذاق اڑانا شروع کیا تھا۔ ان حرکتوں کے ردعمل میں صلیبی جنگیں شروع ہوگئیں اور یہ سلسلہ کئی برسوں تک جاری رہا۔ جنگوں کا یہ سلسلہ مسلمانوں نے جیت لیا تھا لیکن سازشوں کا عمل اسی طرح چلتا رہا۔ شدت پسند عیسائی وقتاً فوقتاً گستاخی کے مرتکب ہوتے رہے اور اس کے جواب میں مسلمانوں کے ردعمل کا مطالعہ کرتے رہے۔ میں نے برسوں پہلے کسی نومسلم کی ایک کتاب پڑھی تھی۔ یہ صاحب اسلام قبول کرنے سے پہلے یورپ کے کسی چرچ کے پادری رہے تھے۔ انہوں نے انکشاف کیا: ''مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کی توہین ایک سازش کے ذریعے کی جاتی ہے اور اس کا مقصد صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ مسلمان کس حد تک مغربی تہذیب میں رنگے جا چکے ہیں اور ان کی برداشت کا لیول کیا ہے؟ یہ لوگ اس قسم کی توہین کے ذریعے مسلمانوں کی برداشت کا امتحان لیتے ہیں۔'' میں نے جب یہ چیز پڑھی تو مجھے یورپ کی وہ تمام حرکتیں یاد آ گئیں جن کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی تھی مجھے اس وقت معلوم ہوا: یہ تمام حرکتیں ایک تجربہ' ایک ٹیسٹ ہوتی ہیں اور ان کا مرکز عموماً یورپ کے ماڈرن معاشرے ہوتے ہیں اور یہ لوگ اس قسم کی حرکتوں کے ذریعہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی غیرت کی کیا پوزیشن ہے؟ مسلمان کس حد تک ''روشن خیال'' اور ''اعتدال پسند'' ہو چکے ہیں؟

مجھے معلوم ہوا اس قسم کی حرکتیں ہر پانچ سات برس بعد ایک تواتر کے ساتھ ہوتی رہی ہیں کبھی یہ سازش امریکہ سے باہر بھی جاتی ہے' کبھی یہ مشرق بعید چلی جاتی ہے اور کبھی اس کا مرکز یورپ ہو جاتا ہے اور کبھی سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی شکل میں عالم اسلام میں بھی ایسے گستاخ پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے بعد چرچ کے بے شمار ادارے ایسی گستاخیوں کے ردعمل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ گستاخانہ خاکوں کے اس سلسلے کا تعلق بھی اسی سازش سے ہے لیکن اس بار پہلی مرتبہ عالم اسلام میں ایک اتحاد اور نظم نظر آ رہا ہے۔ پہلی مرتبہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ عالم اسلام اس سازش کے خلاف ڈٹ جائے گا اور وہ عملی طور پر یورپ کی طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرے گا۔ اس سے قبل بھی بے شمار مرتبہ ایسی گھناؤنی حرکتیں ہوئیں لیکن اسلامی ممالک

http://www.kitaabghar.com

بالخصوص عربوں نے یورپی مصنوعات کے بائیکاٹ کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا لیکن اس بار سب سے پہلے عرب سے بائیکاٹ کا اعلان ہوا اور اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہونا شروع ہو گیا۔

یوں محسوس ہوتا ہے مسلمانوں کا یہ اتحاد یورپ کو بہت جلد پسپائی پر مجبور کر دے گا لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے: کیا واقعی یورپ پسپا ہو جائے گا؟ میرا ذاتی خیال ہے: یورپ کے سفارتی اور سیاسی لشکر تو پسپا ہو جائیں گے لیکن مذہبی حلقے اپنی شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ لوگ آنے والے دنوں میں مزید منصوبہ بندی کے ساتھ عالم اسلام پر حملہ آور ہوں گے اور یہ اس جنگ میں اپنا سارا میڈیا جھونک دیں گے۔ میں جوں جوں ان حقائق پر غور کرتا ہوں، مجھے محسوس ہوتا ہے ہم لوگ صلیبی جنگوں کے ایک بہت بڑے دہانے پر بیٹھے ہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے 2006ء صلیبی جنگوں کے نئے دور کا آغاز ثابت ہو گا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

تہذیبوں کا تصادم ہے کیا؟

امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن سمیت مغرب کے رہنے والے بعض اصحاب کا موقف ہے کہ اسلام کے ساتھ مغرب کی کوئی مخالفت نہیں اگر ہے تو ان مسلمانوں کے ساتھ جو انتہا پسند اور متشدد سوچ کے مالک ہیں' لیکن 1400 سالہ تاریخ ہمیں ایک مختلف کہانی سناتی ہے۔ اسلام اور مغرب کے باہمی تعلقات ماضی میں اکثر اوقات کشیدگی کا شکار ہی رہے۔

آج اسلامی دنیا پر کڑا وقت آن پڑا ہے۔ افغانستان اور عراق امریکی فوج کے قبضے میں ہیں۔ دونوں ملک نہ تو اقتدار اعلیٰ کے مالک رہ گئے ہیں' نہ ہی انہیں آزاد کہا جا سکتا ہے اور اب امریکی بندوقیں ایران کو گھور رہی ہیں۔ اسلام اور مغرب کے درمیان موجودہ فاصلوں کی ماضی میں کوئی نظیر دستیاب نہیں۔

آج یورپ والٹیئر اور اسلام کے درمیان پھنسا ہوا ہے۔ مذہب کی تضحیک مغربی ثقافت کا جز ولاینفک بن چکی ہے۔ مردم بیزاری اور طنز بھی اسی کلچر کا حصہ ہیں۔ آزادی اظہار مغربی جمہوریت کی بنیاد کا پتھر ہے اس کے برعکس مسلمان نہ تو مذہب کا مذاق اڑانے کے عادی ہیں' نہ ہی حضرت محمد مصطفیٰ سمیت وہ پیغمبروں میں سے کسی کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب مسلمانوں کے اس ردعمل کی شدت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے' جو انہوں نے حضور کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر دکھایا۔

غیر مسلموں کے نزدیک ممکن ہے حضرت محمد کی حیثیت عام سی ہو' لیکن مسلمانوں کے نزدیک وہ حد درجہ روحانی اہمیت کے حامل ہیں۔ خاکوں کی اشاعت اور گہرے تنازع کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ مغرب کی بے حسی اور حماقت پر مسلمان غم وغصہ کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔

نہ تو یہ کوئی قانونی معاملہ ہے' نہ ہی ہم اسے حقوق کا مسئلہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا میں صرف اس بناء پر لوگوں کی توہین کرنا شروع کر دوں کہ میں ایسا کرنے کیلئے آزاد ہوں؟ گزشتہ 1400 سال سے مسلمان اس سخت اصول پر قائم ہیں کہ رسول کریم کی خیالی شبیہ بنانا ممنوع ہے۔ پاکستان کے قانون کے مطابق پیغمبر اسلام کے مقدس نام کو بگاڑنا بہت عبرتناک ہے جس قول یا فعل سے اس یگانہ روزگار ہستی کی اہانت کا پہلو نکلتا ہو' اس پر طویل قید یا موت کی سزا سنائی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی توہین ڈنمارک میں کی گئی اور غصے کی آگ ہمارے ہاں بھڑک اٹھی۔ مذہب اسلام پر تنقید مختلف چیز ہے' پیغمبر اسلام کی تضحیک مذہبی اور نسلی تعصب کا نتیجہ ہے جو صدفی صد ناقابل قبول ہے۔

کارٹون جذبات کے اظہار کا طاقتور ذریعہ ہیں' ان میں بنفسہ کوئی خرابی نہیں پائی جاتی۔ کراہت انگیز فعل یہ ہے کہ ان کے توسط سے نبی اکرم کی توہین کا اہتمام کیا گیا اور دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی۔ کیا مسلمانوں کی توہین کر کے آزادی اظہار کے حق کو آزمانا کمینگی اور گھٹیا پن نہیں۔ دراصل مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ''جو چیز تمہارے مذہب میں حرام ہے' دیکھو ہم اسے کس طرح حلال بناتے ہیں' تم دیکھتے ہی رہ جاؤ گے' مگر کر کچھ نہیں سکو گے۔''

حال ہی میں کیرن آرمسٹرانگ نے کہا ہے ''آزادی اظہار رائے بلاشبہ ایک مثالی چیز ہے' لیکن یہ حق ایک بہت بڑا فرض اور ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے۔ ہم ایک تاریک دور میں رہ رہے ہیں جو تعصب یورپ میں 1930ء کی دہائی میں پروان چڑھا' اس کی گہری جھلک ہم آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔'' اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے الفاظ میں: ''آزادی اظہار کا حق قطعی اور لامحدود نہیں ہوتا یہ احساس ذمہ داری اور دانش مندی کا متقاضی ہے۔''

آزادی پسند فرانس کا ہیرو اور ''یورپ کا ضمیر'' والٹیئر صرف اسلام یا پیغمبر اسلام ہی کو اپنی تنقید اور طعن و تشفیع کا نشانہ نہیں بناتا' بلکہ عیسائیت کے تمام روایتی نظریات سے اختلاف رکھتا ہے۔ وہ ''ابتدائی گناہ'' 'تثلیث' تجسیم' عدم برداشت' نفرت اور مذہبی جنونیت کے بھی سخت خلاف ہے۔ والٹیئر کے خیال میں اگر امن عامہ میں خلل نہ آتا ہو تو ہر شخص اظہار رائے کا حق رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ''تم نے ہمیں یہ دل نفرت کرنے کیلئے عطا نہیں کیے۔ ہمارے درمیان موجود ذہنی اختلافات کو نفرت اور ظلم و تعدی کی علامتوں میں تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا بھر کے انسانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' لٰہذا رسول اکرم کی توہین کا جواز پیش کرتے وقت ہمیں والٹیئر کے خیالات کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اس بحث سے اسے الگ ہی رکھیں تو بہتر ہے۔

میں 50 برس قبل ڈنمارک گیا تھا۔ اس وقت یہ ملک اپنی روایات اور اخلاقی قدروں پر فخر کیا کرتا تھا۔ تارکین وطن سے متعلقہ ملکی پالیسیوں کے حوالے سے بھی یہ ریاست مثالی تھی۔ میں نے ڈنمارک کے ڈیرہ فارمز بھی دیکھے' مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے احباب سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ معاشرہ بھی کشادہ دل تھا اور یہ ایک فیاض فلاحی مملکت تھی' خدا جانے نصف صدی پہلے والا ڈنمارک کہاں گیا۔

جب آپ کا ہمسایہ آپ جیسا ہو' آپ ہی کی زبان بولتا ہو' آپ ہی جیسی عادات کا مالک ہو' تو اس کے ساتھ گزارہ کرنا حد درجہ سہل ہے۔ اس کے ساتھ آزاد خیال ہو کر بھی رہا جا سکتا ہے اور قوت برداشت کو بھی کسی امتحان میں نہیں ڈالنا پڑتا۔ آج کا ڈنمارک فلاحی ریاست کی قیمت ادا کرنے پر تو تیار ہے' لیکن اس محمد حسین' احمد علی یا عبداللہ کو برداشت نہیں کرنا' جو پاکستان یعنی 5000 میل دور سے آیا ہے۔ نصف صدی کے دوران بہت کچھ بدل چکا ہے۔

''جلینڈز پوسٹن'' نام کے جس اخبار نے قابل اعتراض اور مذموم گستاخانہ خاکے شائع کیے' اس نے معذرت کی ہے کہ اس کے فعل نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی' تاہم وہ اس بات پر مصر ہے کہ اس کا فعل باجواز اور آزادی اظہار کے تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

وزیراعظم ڈنمارک فوگ ریمسن نے ایک بار پھر زور دے کر کہا ہے کہ وہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر معذرت نہیں کریں گے۔ ڈنمارک کے اخبار کے ساتھ یک جہتی کے اظہار کے طور پر دیگر یورپی اخبارات نے بھی اس کی تقلید میں گستاخانہ خاکے شائع کیے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ پریس کی آزادی کے دفاع میں مزید ''سخت اقدامات'' کرنے چاہئیں۔ برائی کے ارتکاب کیلئے آزادی کو آزادی نہیں کہا جا سکتا۔ آزادی تقریر و تحریر کی ہم بھی قدر کرتے ہیں' لیکن حکومت ڈنمارک کا فرض ہے کہ وہ ان نفرت انگیز اور پر از تعصب خاکوں کی اشاعت کی بھرپور مذمت کرے۔

اسلامی دنیا کا کوئی فرد یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ڈنمارک مسلمانوں کا دوست ملک ہے۔ ڈنمارک کو دروغ گو سے کم کوئی خطاب نہیں دیا جا سکتا' جب وہ کہتا ہے اسے مسلمانوں' اسلام یا پیغمبر اسلام کا دشمن ثابت کرنے کیلئے حالیہ گستاخانہ خاکوں کو ثبوت کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ڈنمارک کی حکومت ''ڈینش پیپلز پارٹی'' کے ایک ووٹ کے سہارے پر قائم ہے' جس کے رہنما برملا اور کھلم کھلا مسلمانوں کو ''سرطان کے خلیات'' (aner ells) قرار دیتے ہیں۔

''ڈینش پیپلز پارٹی'' عوام کو سرعام بتاتی ہے کہ اسلام ایک دہشت گرد مذہب ہے اور پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) ''دھوکے باز'' ہیں۔ ڈنمارک کا دعویٰ ہے کہ دنیا کی فی کس آمدنی میں ان کا حصہ قابل ذکر ہے' دوسری طرف حال ہی میں ڈنمارک کی پارلیمنٹ نے ایک قانون منظور کیا ہے' جس کے تحت کسی ''تشدد زدہ'' شخص کیلئے ڈنمارک کی شہریت کا حصول تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ ''ڈینش پیپلز پارٹی'' کے ایک رہنما پیا گا ارسگارڈ نے حال ہی میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ ''مسلمان ہماری صفوں کے اندر ہمارے دشمن ہیں' وہ ہمارے خفیہ غنیم ہیں' ہم انہیں اسلامی مافیا کہہ سکتے ہیں۔''

کیرن آرمسٹرانگ کے مطابق: ''مغرب میں ہم اسلام کے ساتھ ہم آہنگی کبھی پیدا نہیں کر سکے۔ اس عقیدے (عقیدہ اسلام) کے خلاف ہمارے نظریات کرخت ہیں' ہم اسے پسند نہیں کرتے اور اس کے بارے میں شدید تعصب کا شکار ہیں' لیکن اب ہم انہیں مزید نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنے تعصب کو طول دے سکتے ہیں۔''

1956ء میں کینیڈا کے ایک ممتاز اور معروف سکالر ولفرڈ کینٹ ویل سمتھ نے لکھا تھا: ''اگر مغرب اور اسلامی دنیا 20ویں صدی کی آزمائشوں میں ناکام نہیں رہنا چاہتے تو انہیں ایک بڑی کوشش کرنا ہوگی۔

مسلمانوں کو مغربی معاشرت اور اس کی کامیابیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑے گا' کیونکہ یہ زندگی کے حقائق ہیں' لیکن مغرب کے عوام کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اس سیارے (زمین) پر خود سے کمتر نہیں' بلکہ برابری کے حامل افراد کے ہمراہ رہ رہے ہیں۔ ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں' ہمیں ایک دوسرے کے ہمسائے بن کر رہنا ہے۔

عالمگیریت کی حامل اس دنیا میں مختلف تہذیبوں کے باہمی مراسم فروغ پذیر ہیں۔کوئی بھی مقامی نوعیت کا واقعہ یا حادثہ عالمی سطح پر اثرات مرتب کر سکتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ہم پر امن بقائے باہمی' باہمی احترام اور تحمل و برداشت جیسی صفات اور اقدار کی آبیاری کریں۔ اسلام اور مغرب مشترکہ روایات رکھتے ہیں۔ مسلمان مغرب کی آزادیوں سے حقیقتاً متنفر نہیں ہیں۔ ان کا مغربی طرز زندگی کے ساتھ بھی کوئی جھگڑا نہیں۔ اس کو مسلمانوں نے نبی اکرم کی زندگی میں ہی تسلیم کر لیا تھا' لیکن مغرب اسے قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتا۔

توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت نے دنیا بھر میں ارتعاش پیدا کر دیا ہے۔مسلمانوں کیلئے یہ طوفان ''سونامی'' سے کم شدت کا حامل ہرگز نہیں۔ یہ بحران وسعت پذیر ہے۔ان خاکوں کی اشاعت نے وہ آگ بھڑکا دی ہے جو تمام خطے کو شعلوں کے حوالے کر سکتی ہے۔

پاکستان اس طرح جاگ پڑا ہے' جیسے کوئی سویا ہوا شخص ہڑبڑا کر اٹھتا ہے۔مسلمانوں کی گنگ زبانیں کھل چکی ہیں اور وہ سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔اسی قسم کے واقعات تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

ممکن ہے یہ لوگوں کے ذہن میں کوئی اہم موڑ ثابت ہو۔ پاکستان میں لوگوں نے اپنے خوف پر قابو پا لیا ہے اور سب نفسیاتی رکاوٹوں کو عبور کر لیا ہے' وہ غم و غصے سے بھرے بیٹھے ہیں' کون خواہش رکھتا ہے اور کس میں اتنی صلاحیت ہے' جو ان غصیلے جذبات کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکے؟ یہ وہ تاریخی لمحہ ہے جس کے دوران بعض اوقات کوئی موزوں شخص منظر پر ابھر کر تاریخ کا رخ بدل دیتا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

کیا تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے؟

لگ بھگ نصف صدی کی بات ہے کہ تیسری دنیا کے بہت سے دوسرے ممالک کی طرح ترکی کے علاوہ تمام عالم اسلام مغربی استعمار کے نوآبادیاتی قبضے میں تھا۔ ہمیں یہ بات بہ خوبی سمجھ لینی چاہیے کہ استعمار سے جنگ کل بھی عقائد کی نہیں بلکہ وسائل پر قبضے کی تھی اور آج کے نیم نوآبادیاتی دور میں بھی ساری کشمکش وسائل پر براہ راست یا بالواسطہ قبضے کی ہے۔ مغربی استعمار نوآبادیاتی دور میں بھی مقامی اشرافیہ کو اپنا مطیع بنا کر ان ہی کے ذریعے اپنے قبضے کو طول اور استحکام دیتا آیا ہے' ''آزادی'' کے بعد بھی وہ اپنے ہی حاشیہ برداروں' بادشاہوں' فوجی آمروں کے ذریعے مقامی وسائل کا استحصال کر رہا ہے۔ بہر حال ایک فرق دونوں صورتوں میں یہ واقع ہوا ہے کہ پہلے ہم استعمار کے صرف غلام تھے' آقاؤں کی مضبوطی کا سارا دارومدار غلاموں کی محنت پر ہوتا ہے' غلام اپنی آزادی کیلئے جدوجہد بھی کرتے ہیں اور آقاؤں کیلئے مسئلہ بنے رہتے ہیں' اب ہمارا اور مغربی استعمار کا تعلق مولیٰ اور موالی کا ہے۔ ہم موالی اقوام استعمار کے در پر پڑی رہتی ہیں' اس کی دی ہوئی بھیک اور ان کی خوشنودی پر ہمارا گزارہ ہوتا ہے' کسی بھی حکمران کی ''کامیابی'' کا معیار مغربی استعمار سے ملنے والی بھیک کی مقدار اور ان کی خوشنودی بن چکا ہے۔ وہ اگر نگاہیں پھیر لیں تو پھر ہمارا پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہمارا جیسا کچھ بھی نظام ہے وہ مزید درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اس مولا اور موالی کے باہمی تعلق کو گلوبلائزیشن سے مزید تقویت مل رہی ہے جس میں ہمارے مارکیٹ اور وسائل باضابطہ طور پر مغربی استعمار کے قبضے میں جا رہے ہیں اور ہمارا انحصار ان کی بھیک اور خوشنودی پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

مغربی استعمار نے تیسری دنیا کو ''آزادی'' دیتے وقت ایک کام یہ کیا کہ وہ جاتے جاتے ہر علاقے میں سرحدوں اور اثاثوں کے بہت سے حل طلب مسائل چھوڑ گیا جو اب تک علاقائی تصادم کی وجہ اور بنیاد بنے ہوئے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اگر ایک طرف ان کے بنائے ہوئے ہتھیاروں کی سپلائی جاری رہی ہے اور ہمارے قومی وسائل جنگ کے میدانوں میں برابر ہوتے رہے ہیں تو دوسری جانب بیشتر ملکوں کی اندرونی سیاست میں مسلح افواج کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ تیسری دنیا کے بہت سے ملکوں میں مسلح افواج اور مغربی استعمار کا گٹھ جوڑ اور اس گٹھ جوڑ کے اطراف مقامی مفاد پرستوں کا اجتماع اسی علاقائی تصادم کی صورتحال کا نتیجہ ہے۔ تصادم کے باعث جنگی اخراجات میں اضافی بھی ہوئے جو بیرونی قرضوں سے پورے کیے گئے۔ رفتہ رفتہ ایک ایسی منزل آئی جہاں قرضوں کی ادائیگی پر ہونے والے اخراجات دفاعی اخراجات سے بھی زیادہ ہوگئے۔ ایک بار پھر استعمار کی منت سماجت کرنی پڑی کہ قرضوں کو معاف کیا جائے یا ان کی ادائیگی موخر کی جائے۔ استعمار کی گرفت ملک' معیشت اور آزادی پر مزید سخت ہوگئی۔

''آزادی'' کے بعد کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہونے اور اپنے ضابطے اور قوانین خود ہی بنانے اور خود ہی توڑنے کے اختیار کے باعث حکمران طبقہ بالکل بے لگام ہوگیا۔ اب ان کا کام عوام کی کسی قسم کی خدمت کرنا نہیں بلکہ ان کو لوٹنا اور ظلم کرنا تھا۔ حکومتوں کے ادارے رفتہ رفتہ سماجی شعبے کی تمام تر ذمے داریوں' تعلیم' صحت حتیٰ کہ جرائم کی روک تھام اور امن عامہ کی ذمے داریوں سے بھی دستبردار ہوتے گئے۔ اس طرح 'بری اور عوام دشمن حکمرانی' کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا جس سے باصلاحیت افرادی قوت کی ملک میں تیاری اور کھپ' قومی پیداوار میں فروغ' لوگوں کے معیارِ زندگی میں بہتری جیسے اہم ترین قومی معاملات پس پشت پڑتے چلے گئے۔

یہ تمام باتیں اپنی جگہ لیکن قدرتی وسائل اور افرادی قوت سے بھرپور اسلامی دنیا آگے کی جانب بڑھ رہی ہے۔ سیاسی شعور ایک ایسا ہتھیار ہے

جو اگر ایک دفعہ حاصل ہو جائے تو اس کو واپس چھینا نہیں جا سکتا۔ آزادی کے جذبے کو دلوں سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی حالت کے بدلنے کی امنگ حالات کو خراب دیکھ کر اور زیادہ بیدار ہوتی ہے۔ اسلامی دنیا اپنی نشاۃ ثانیہ کے دور سے گزر رہی ہے اور اس کا یہ سفر فکری، مادی اور سیاسی ہر ایک جہت پر محیط ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی صورتحال کا تجزیہ ہمیں خود ہی کرنا اور اپنے مسائل کا حل ہمیں خود ہی سوچنا ہے۔ مغربی استعمار کے دماغ بھی اس صورتحال کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ موجودہ صورتحال ایک غیر منصفانہ اور فطرت کے تقاضوں سے متصادم صورتحال ہے اور جس سمت میں معاملات جا رہے ہیں۔ اس سے دنیا اسلام کی مارکیٹوں اور ان کے وسائل پر استعماری گرفت کمزور سے کمزور تر ہوتی جائے گی۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ خود مغربی ممالک میں عام لوگوں بالخصوص نوجوان نسل میں ان زیادتوں کے خلاف جذبات بیدار ہو رہے ہیں۔ مغرب کی نوجوان نسل امن چاہتی ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف انصاف پر رکھی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ غیر متوازن عالمی نظام کو زیادہ سے زیادہ طول دینے کیلئے استعمار کے پاس ایک موثر حکمت عملی مذہبی تعصبات کو فروغ دینا اور ایک سیاسی، فکری اور مادی مسئلے کو ایک جذباتی مسئلے میں بدلنا ہے اگر ہم اس نقطہ نظر سے استعمار کی حکمت عملی کو دیکھیں تو ایسا وہ انتہائی چابک دستی سے کر رہے ہیں۔ تہذیبوں کے تصادم کے عجیب وغریب فلسفے کو پیش کرنے اور ہوا دینے سے لے کر حالیہ گستاخانہ حرکت تک جس کی ان کے اپنے 'آزاد' معاشرے تک میں نہ روایت ہے نہ اجازت تمام اقدامات مجھے اس حکمت عملی کا ایک حصہ لگتے ہیں۔

ڈنمارک ناروے، فن لینڈ انتہائی صلح جو، پرامن اور ترقی پسند معاشرے ہیں لیکن استعمار کے پالتو کتے کہاں موجود نہیں ہیں۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آخر وہ کون سے دباؤ ہیں جن کی وجہ سے ڈنمارک کی حکومت اس آتش فشاں کو ٹھنڈا نہیں کر رہی۔ شرافت کا دستور تو یہی ہے کہ اجتماعی تو جانے دیجیے اگر انفرادی سطح پر کسی بات سے کسی کے جذبات مجروح ہوئے ہیں تو معافی مانگی جائے۔ معافی مانگنے میں ہیٹی نہیں بلکہ فضیلت ہے معلوم نہیں کیا منصوبہ بندی کی جا رہی ہے لیکن ڈنمارک اور دوسرے مغربی ممالک جس طرح کا ردعمل دے رہے ہیں اس کا عمومی رخ مذہبی تعصبات کو بڑھانے اور تصادم کو قریب لانے کی جانب ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا استعمار نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس سے پہلے کہ دنیائے اسلام اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو عصبیت کے پردے میں اس پر کاری ضربات لگائی جائیں اور اس کو پچاس ساٹھ سال پیچھے دھکیل دیا جائے؟ تاریخ اور وقت کا رخ ماضی کی جانب نہیں بلکہ مستقبل کی جانب ہے۔ آپ بیرونی طور پر ضربات پہنچا کر اس سفر کی رفتار کو دھیما تو کر سکتے ہیں لیکن اس کو پیچھے کی جانب یا اپنی جگہ پر منجمد نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ استعمار اس سفر کو منجمد کرنے یا پیچھے کی جانب دھکیلنے کے بارے میں نہ سوچ رہا ہو لیکن اگر ہمارا یہ مفروضہ غلط بھی ہے تب بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس ممکنہ خطرے کو نظر انداز کریں اور اپنی حکمت عملی (اگر ہم واقعی کوئی حکمت عملی بنا رہے ہیں) یا ردعمل میں اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر سامنے نہ لائیں۔

سرسید احمد خان یا اس سے پہلے شاہ ولی اللہ کے دور سے استعمار کے خلاف جدوجہد میں ہمارے دو واضح لیکن بالکل مختلف ردعمل سامنے آئے ہیں۔ پہلا ایک جذباتی ردعمل ہے وہ یہ کہ نتائج یا جدوجہد کے طریقہ کار کی پروا کیے بغیر استعمار سے ٹکرا لی جائے۔ 1857ء کی جنگ آزادی، جس میں صرف دہلی کے اطراف میں پانچ لاکھ مسلمانوں کو پھانسی دی گئی، اور جہاں عدالتیں پہلا سوال ہی یہ کرتی تھیں کہ ''ویل تم مسلمان؟'' شاید اس جدوجہد کا نقطہ عروج تھا جس کے فوراً بعد یہ جدوجہد دم توڑ گئی۔ استعمار کے خلاف اس جدوجہد پر کئی اعتراضات کیے جا سکتے ہیں اور کیے گئے ہیں لیکن ان شہیدوں کے جذبہ ایمانی اور جذبہ حریت کے سامنے ہم میں سے ہر ایک کے سر احترام سے جھک جاتے ہیں۔ خدا ان پر اپنی رحمت کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔ دوسرا ردعمل سرسید احمد خاں کا ہے جنہوں نے اپنی دور اندیشی سے اس بات کو سمجھا کہ مغربی استعمار کا مقابلہ ان تمام چیزوں کے حصول کے بغیر جنہوں نے ان کی عددی قلت کے باوجود ان کو برتری دلائی ہے، ناممکن تھا۔ سرسید نے ملت کو ایک عملی پروگرام دیا جس کا نقطہ آغاز جدید علوم کا حصول اور جدید نظریات سے ہم آہنگی تھا۔ تاریخی طور پر ان دونوں نظریات کو مسلم انتہا پسندی اور مسلم قوم پرستی کے دو علیحدہ علیحدہ ناموں

سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پورے عالم اسلام میں ان دونوں نظریات میں فکری اختلاف اور بسا اوقات تصادم کی کیفیت بھی رہی ہے۔

انتہاپسندی کی جانب سے یہ الزام لگائے گئے کہ جدید علوم کی درسگاہوں سے استعمار اپنی فکری ہمنوا اور ایجنٹ پیدا کرے گا لیکن ہم نے دیکھا کہ ان ہی درسگاہوں سے وہ فرزندان ملت سامنے آئے جنہوں نے استعمار سے بھرپور ٹکر لی اور اس کو پیچھے دھکیلا۔ اتاترک، محمد علی، شوکت علی، جناح، احمد سوئیکارنو، جمال ناصر، ذوالفقار علی بھٹو، یاسر عرفات اور کتنے ہی دوسرے جنہوں نے بدترین غلامی کے دور میں اور آزادی کے بعد ملت کی ذمے داریاں سنبھالیں ان ہی جدید تعلیمی اداروں سے نکلے تھے۔ مسلم انتہاپسندی اور جذباتیت کے ساتھ استعمار پھر بھی کوئی بقائے باہمی کا راستہ نکال لیتا تھا، لیکن مسلم قوم پرستی کے رن رہنماؤں کا وہ خون کا پیاسا تھا پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پورے عالم اسلام میں تمام ملکوں کی آزادی کی تحاریک کی قیادت مسلم قوم پرستی نے کی، انتہاپسندی کسی بھی تحریک میں صف اول میں نہیں رہی بلکہ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ اس دلیل پر کہ کیونکہ آزادی کے بعد ان ممالک میں قرون وسطی کا نظام شریعت لاگو کرنے کی کوئی ضمانت نہیں دی جارہی تھی مسلم انتہاپسندی کی جانب سے ان تحاریک کی مخالفت کی گئی اور انتہاپسندی صرف ان تحاریک کی کامیابی کے بعد نظام شریعت نافذ کنے کے نعرے پر میدان میں آئی۔ بہرحال تاریخی طور پر مسلم قوم پرستی کا یہ استدلال کہ استعمار سے ٹکر لینے کیلئے جدید علوم ونظریات کا حصول شرط اول ہے درست ثابت ہوا ہے۔ آج بھی جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اور عالم اسلام کے بہت سے دوسرے ممالک میں جبکہ جدید تعلیم صرف طبقہ بالا تک محدود کی جارہی ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں تب بھی یہ ادارے نوجوانوں کے قوم وملک سے محبت کے جذبے کو ختم کرنے اور خودغرضی کو مزاجوں میں ڈھالنے میں ناکام رہے ہیں جس طرح سے ان اداروں کے بچوں اور بچیوں نے حالیہ زلزلے کے دوران آگے بڑھ کر امدادی کاموں میں حصہ لیا ہے وہ میرے لیے خوشگوار حیرت کا باعث ہے۔ ہمیں قومی تعمیر کے کاموں اور قومی جمہوری جدوجہد میں ان نوجوانوں کی شرکت کیلئے بھرپور مواقع پیدا کرنے چاہئیں۔

جی ہاں جمہوریت وہ اگلا موڑ ہے جو عالم اسلام کو اپنی نشاۃ ثانیہ کے سفر میں مڑتا ہے، اسلامی دنیا کے کئی ممالک اس منزل سے گزر چکے ہیں باقی کی نظروں میں یہ ایک قریبی منزل ہے۔ جب قومیں اور ممالک استعمار کے تھوپے ہوئے حکمرانوں کے بجائے اپنے حکمران جمہوری طریقے سے منتخب کر سکیں گے، قومی وسائل جب عوام کے قبضے اور اختیار میں ہوں گے اور یہ وسائل عوام کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کا معیار زندگی بہتر بنانے کیلئے استعمال ہوں گے، مغربی استعمار کتنا ہی جمہوریت پسندی کا دعویٰ کرے اس کی پوری سپورٹ جمہوریت دشمن طاقتوں کو ہے۔ وہ مذہبی انتہاپسندی کے خلاف کتنی ہی باتیں کیوں نہ کریں ان کی زمینی پوزیشن ہر مذہب اور عقیدے کی انتہاپسندی کی سپورٹ یا ان کے ساتھ بقائے باہمی کی ہے۔ جمہوریت وہ راستہ ہے جو ہمیں سیاسی اور معاشی طور پر مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ ہر مذہب اور عقیدے کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت اور گنجائش رکھتا ہے، جس میں فرقہ وارانہ عصبیتوں کے ذریعے ملت کی تقسیم در تقسیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جو تہذیبوں کے تصادم کے استعماری نظریے کو باطل کر دیتا ہے۔

اس وقت استعمار کے خلاف جدوجہد میں ہمارے سامنے سوال وہی سرسید احمد خاں والا ہے کیا ہم جذباتی تصادم کا راستہ اختیار کریں؟ اگر ہم یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہم وہی کر رہے ہوں گے جو استعمار چاہتا ہے کہ ہم کریں اور تباہ ہو جائیں اور شاید جذباتی اور انتہاپسند راستہ ہماری ناطاقتی کا فطری نتیجہ بھی ہے یا ہم اپنے جائز موقف کو پوری صراحت کے ساتھ عالمی رائے عامہ کے سامنے رکھتے ہوئے زیادتیوں پر شدید احتجاج کرتے ہوئے ہر ملک، مذہب اور عقیدے کے افراد میں اپنے جائز موقف کیلئے حمایت پیدا کرتے ہوئے اپنی توجہ اپنی تعمیر وترقی اور اپنے معاشروں میں حقیقی جمہوریت کے حصول پر مرکوز رکھیں؟ اگر ہم یہ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں تو دنیائے اسلام کی فلاح وبہبود کے ساتھ ساتھ ہم استعماری منصوبوں کو بھی خاک میں ملا رہے ہوں گے۔

استعمار جنگ چاہتا ہے، ہم امن چاہتے ہیں، انتہاپسندی کی بنیاد جبر اور اکراہ کے فلسفے پر رکھی گئی ہے، ہم انسانی حقوق اور آزادیاں طلب کرتے ہیں۔

انتہا پسندی اور استعمار کی جبلت میں تعصب و تشدد ہے' ہم صلح کل اور تشدد سے نفرت کے راستے پر گامزن ہیں۔ استعمار اور انتہا پسندی فرقہ بندی اور تقسیم در تقسیم کا راستہ اختیار کرتے ہیں' ہ نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ پوری انسانیت کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ استعمار عوام کو پس ماندہ رکھنا چاہتا ہے' انتہا پسندی کے جذباتی ایجنڈے میں عوام کی فلاح کا کوئی پروگرام نہیں ہے' ہمارا بنیادی پروگرام اور مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ استعمار اور انتہا پسندی ریاستوں کے زیادہ سے زیادہ وسائل تصادم اور جنگ میں برباد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ریاستیں اپنے زیادہ سے زیادہ وسائل غربت' بھوک اور جہالت کے خاتمے پر خرچ کریں۔ استعمار اور انتہا پسندی تہذیبوں کے تصادم کے راستے پر گامزن ہیں وہ جب مذاہب کے درمیان گفتگو کی بات بھی کرتے ہیں تو اس نظریے کو مستحکم کر رہے ہوتے ہیں کہ جنگ وسائل کی نہیں بلکہ عقائد کی ہے۔ ہم قومی وسائل پر قوموں کے اختیار کو مرکزیت دیتے ہیں اور رسد و طلب اور دولت کو چند ہاتھوں میں محدود اور منجمد کرنے کے استحصالی نظریات کی جگہ دولت کی عادلانہ تقسیم اور سرمائے کے مسلسل گردش کرتے رہنے کے حامی ہیں۔ ہم تہذیبوں کے تصادم کو نہ تو ناگزیر سمجھتے ہیں اور نہ ہی استعمار اور انتہا پسندی کی طرح اس کی جانب گامزن ہیں۔ ان دونوں طاقتوں میں جو دنیا کو تہذیبوں کے تصادم کی جانب دھکیل رہی ہے' ہمارے نزدیک اگر فرق ہے تو اتنا ہے کہ استعمار چالاک دشمن ہے اور انتہا پسندی نادان دوست۔ ہمیں یقین ہے کہ چالاک دشمن شکست سے دوچار ہوگا کیونکہ تاریخ کا بہاؤ ہمارے ساتھ ہے لیکن اس کیلئے ایک ابتدائی ضرورت یہ ہے کہ نادان دوست حقیقتوں کا درست ادراک کریں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچایا جائے

بعض یورپی اخبارات میں پیغمبر اسلام کے بارے میں توہین آمیز اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت نے دنیا کو انتہائی ہیجانی اور اشتعال انگیز صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ اضطراب اور بے چینی کی ایسی فضا پیدا ہو گئی ہے جس کا خاتمہ ہوتا قریب قریب نظر نہیں آتا' اگر اس کشیدہ صورتحال کو اسی طرح بے قابو رہنے دیا گیا تو پرامن بقائے باہمی کا تصور خطرے میں پڑ جائے گا اور اگر اس سے پیدا ہونے والے بگاڑ کا مداوا نہ کیا گیا تو اس امر کا امکان ہے کہ نہ صرف تہذیبیں آپس میں متصادم ہوں گی' بلکہ یہ تصادم مذاہب اور معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اس مضمون کا مقصد معاملے کو صحیح تناظر میں رکھتے ہوئے حقیقت پسندانہ اور قابل عمل اقدام تجویز کرنا ہے جس سے سلجھاؤ کی کوئی صورت نکل سکے۔

فی الوقت ملوث اخبارات آزادی اظہار کے حق کو اس قبیح اشاعت کا جواز بنا رہے ہیں۔ اس کے دفاع میں وکالت کرنے والے آزادی تقریر کی تقدیس پر زور دے رہے ہیں جس کا علم بلند رکھنا ان کے نزدیک ضروری ہے چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں' تاہم فی الحقیقت معاملہ آزادی اظہار کا نہیں کیونکہ یہ کوئی مطلق حق نہیں' نہ ہی کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ حقوق اپنی نوعیت کے اعتبار سے باہم معکوس ہوتے ہیں اور ان کی تنقید کا دارومدار باہمی طور پر دیگر بنیادی حقوق پر ہوتا ہے۔ اس بات پر اصرار کرنا غلطی ہوگا کہ کوئی حق مطلق ہوتا ہے اس لیے کہ اس حق کی زد دوسروں کے بنیادی حقوق پر پڑ سکتی ہے۔ مہذب اور جمہوری دنیا کا حصہ ہونے کے دعویدار ہر ملک نے اظہار کی آزادی پر اپنے معاشرے کے مفاد میں کچھ حدود اور پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تاکہ ایک خاص سطح کے انسانی طرز عمل کو برقرار رکھا جا سکے۔ ایسی پابندیاں بعض اوقات مقامی رسم و رواج اور معاشرتی روایات پر مبنی ہوتی ہیں تو بعض اوقات ثقافتی اقدار اور مذہبی تعلیمات ان کی بنیاد بنتی ہیں۔ اس کی روح یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاقی' تہذیبی' سماجی اور معاشرتی اقدار اور وقار کے تحفظ کے داعی بنیں لہٰذا اس شور و غوغا کا بلند کرنا کہ مسلمانوں کے احتجاج اور مظاہروں سے آزادی تقریر و تحریر پامال ہو رہی ہے۔ حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ مثال کے طور پر بچوں میں ہیجان پیدا کرنے والی آزادانہ فحش نگاری یا مذہبی و نسل پرستانہ نفرت کی تشہیر کرنے پر بجا طور پر بہت سے ممالک میں پابندی لگی ہوئی ہے۔ بہت سے یورپی ملکوں میں عالمی جنگ کی تباہی سے انکار ایک جرم تصور کیا جاتا ہے۔ آسٹریا' بلجیم' چیک ریپبلک' فرانس' جرمنی' اسرائیل' ایتھوپیا' پولینڈ' رومانیہ' سلواکیہ اور سوئٹزر لینڈ میں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس کی سزا جرمانوں اور قید کی صورت میں دی جاتی ہے۔ ایک برطانوی اخبار 27 جنوری 2003ء نے اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون کا کارٹون شائع کیا جس میں دکھایا گیا کہ وہ ایک فلسطینی بچے کا سر کھا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ''اس میں کیا برائی ہے! تم نے اس سے پہلے کسی سیاستدان کو نومولود بچوں کو کبھی چومتے ہوئے نہیں دیکھا''۔ اس کارٹون نے اسرائیل سمیت دنیا بھر کی یہودی آبادیوں میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ خاکہ حقیقت کے چاہے کتنا ہی قریب ہو یہ ردعمل اس قوم کا اپنے لیڈر کیلئے ایک فطری بات تھی۔ سگریٹ نوشی کی طرف راغب کرنے والے فلمی کرداروں پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ حال ہی میں اٹلی کے وزیراعظم نے جب یہ بیان دیا کہ وہ رومی سیاست کے یسوع مسیح ہیں تو کلیسائے روم اور اطالوی سیاستدانوں نے اس پر گہرے غم و غصے کا اظہار کیا۔ کلیسائے روم کے اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ جملہ ازراہ تفنن کہا لیکن اس طرح کے جملے مذاق میں بھی نہیں کہنے چاہئیں یہاں بھی معاملہ آزادی اظہار پر پابندی کا نہیں بلکہ تہذیبوں کی مقدس ہستیوں اور علامات کی گستاخی اور بے ادبی کے عنصر کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔ (Daily Telegraph 13-2-06 www.telegraph.o.uk)

دنیا کے کم و بیش تمام ممالک میں ہرجانہ کے دیوانی قانون کے تحت ہتک عزت کا قانون نافذ ہے جس کے تحت کسی فرد کو کسی کی حق تلفی یا شہرت

کے نقصان پر ہرجانہ ادا کرنے کی سزا دی جاسکتی ہے۔اس طرح آزادانہ اظہار کے مطلق حق کی تعزیر کسی فرد کے حقوق کو توازن عطا کرنے کیلئے عمل میں لائی جاتی ہے۔بعینہ اگر کسی کا کوئی عمل ایک خاص قوم یا ملت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا باعث بنتا ہے تو آزادی تقریر کی آڑ میں اسے کبھی جائز نہیں گردانا جاسکتا' مزید برآں بہت سے ملکوں میں مخصوص قومی اداروں کے دستور کو تضحیک و توہین قانونی طور پر قابل گرفت ہے اور اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ان قومی اداروں میں فوج' قانونی عدالتیں یا پارلیمنٹ شامل ہیں' اس طرح دنیا بھر میں توہین عدالت کا قانون موجود ہے جو آزادی تقریر پر سخت پابندیاں عائد کرتا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے پر قید کی سزا دی جاسکتی ہے اگر مطلق آزادی اظہار کا قانون موجود ہے تو ان قوانین پر اعتراضات کیوں نہیں اٹھائے جاتے؟ کسی فرد کی عزت و آبرو کا تحفظ ایک بنیادی انسانی حق ہے جس میں نازیبا کلمے اور گستاخانہ الفاظ کہنے اور لکھنے کی ممانعت' ہتک عزت پر پابندی اور مذہبی آزادی کا تحفظ شامل ہے۔اقوام متحدہ کا منشور اور بہت سے ممالک کے دساتیر اور قوانین میں ان حقوق کے تحفظ کی شق موجود ہے۔

UNO چارٹر کے (ii) کے مطابق اقتصادی' سماجی' ثقافتی انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کی حوصلہ افزائی کرنا' سب کیلئے بلا امتیاز نسل' جنس' زبان و مذہب کی آزادی انسانی حقوق کو تسلیم کیا گیا۔اپنے مذہب یا عقائد کی آزادی کو ظاہر کرنے پر صرف ایسی حدود عائد کی جائیں گی جو جمہوری معاشرے میں عوام کے اجتماعی تحفظ' عوامی نظم و نسق کی بحالی' صحت یا اخلاق عامہ یا دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کی حفاظت کیلئے ضروری ہوں اور ان کیلئے قانونی ضابطے موجود ہوں۔

''کانگریس مذہب کو قائم کرنے یا اس کی آزادی میں رخنہ اندازی کرنے یا تقریر اور پریس کی پابہ زنجیر کرنے' یا لوگوں کے آزادانہ اجتماع کے حق کی پاسداری اور حکومت کو شکایات کے حوالے سے روکنے کیلئے کوئی قانون وضع نہیں کرے گی۔''

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا دستور' ترمیمی بل برائے حقوق:''کانگرس مذہب کو قائم کرنے یا اس کی آزادی میں رخنہ اندازی کرنے' تقریر اور پریس کی آزادی کو پابہ زنجیر کرنے یا لوگوں کے آزادانہ اجتماع کے حق کی پاسداری اور حکومت کو شکایات کے ازالے سے روکنے کیلئے کوئی قانون وضع نہیں کرے گی''بعض امریکی ریاستوں نے گستاخانہ تضحیک و تنقید کی روک تھام کے حوالے سے قوانین اپنی قانون کی کتابوں میں درج کر رکھے ہیں۔(باب 272' سیکشن 360)''جو کوئی بھی خدا کے پاک نام پر دانستہ گستاخانہ اور بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے یا خدا کے بارے میں بدزبانی' بیہودہ' گستاخانہ زبان درازی اور یاوہ گوئی سے کام لیتا ہے یا اس کی مخلوق مملکت یا حتمی انصاف کرنے والی ہیئت مقتدرہ کو ہدف بناتا ہے یا یسوع مسیح یا مقدس روح کی تضحیک کرتا ہے' مقدس صحیفوں میں درج خدائی فرامین کی ہتک اور توہین کرتا ہے اسے جیل میں قید کی سزا دی جائے گی۔''

گستاخانہ کلمات اور بے ادبی کی سزا اور حوصلہ شکنی کیلئے درج ذیل ممالک میں قوانین موجود ہیں۔

آسٹریا (آرٹیکل 189,188 کریمینل کوڈ) فن لینڈ (سیکشن 10 چیپٹر 17 پینل کوڈ) جرمنی (آرٹیکل 525 کریمینل کوڈ) نیدرلینڈ (آرٹیکل 147 کریمینل کوڈ) سپین (آرٹیکل 525 کریمینل کوڈ) آئرلینڈ (آئرلینڈ کے دستور کے آرٹیکل 40,6,11 کے مطابق کفریہ مواد کی اشاعت ایک جرم ہے۔منافرت ایکٹ 1989 کے امتناع میں ایک گروہ یا جماعت کیلئے مذہب کے خلاف نفرت بھڑکانا بھی شامل ہے۔کینیڈا (سیکشن 296 کینیڈین کریمینل کوڈ) عیسائی مذہب کی تنقیص تضحیک ایک جرم ہے۔نیوزی لینڈ (سیکشن 123 نیوزی لینڈ کرائمز ایکٹ 1961 مثال کے طور پر عیسائی دنیا میں گرجوں کی تقدیس کو قانون کا درجہ حاصل ہے' بعض یورپی ممالک کے دساتیر میں ان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے' ڈنمارک کے دستور کی سیکشن 4 (سٹیٹ چرچ) کی مثال موجود ہے جس میں کہا گیا ہے۔

''اوینجیلیکل لوتھرن (پروٹسٹنٹ) چرچ ڈنمارک کا ریاستی قائم کردہ چرچ ہوگا اور اس کی مدد و اعانت ریاست کے ذمہ ہوگی۔''

مذکورہ بالا قوانین سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آزادی تقریر ایک بنیادی حق تو ہے مگر یہ ایک مطلق حق نہیں' ماضی میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی کتابیں اور اخباری مضامین شائع ہوئے ہیں۔جن میں سلام کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تضحیک کوشش کی گئی ہے مگر

مسلمانان عالم نے کبھی اس عالمانہ بحث مباحثے پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ یہ بات بخوبی ان کے علم میں ہے کہ یہ اسلام پر جاری بحث مباحثے کا حصہ ہے اور یہ آزادی اظہار کے ضابطوں کے زمرے میں آتا ہے۔ لاتعداد اخبار مقالوں اور مضامین میں اسلام کو بالکل غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ صریحاً جھوٹ اور بالغہ آمیز کہانیوں پر مبنی مواد اسلام کے حوالے سے پریس میں چھاپا جاتا ہے لیکن مسلمانوں نے کبھی تحمل اور برداشت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا' اسلام کے علماء اور محققین نے ہمیشہ ایسے اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جواب دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ وہ یہ بات بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے معاشروں میں رہ رہے ہیں جو آزاد اور حریت پسند جمہوریتوں کا حصہ ہونے کی داعی ہیں تاہم جب کبھی آزادی اظہار کے حق کا غلط اور بیجا استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کی دیدہ دانستہ توہین کی جاتی ہے تو پھر اس معاملہ پر بے چینی' اضطراب اور غم وغصے کا پیدا ہونا ایک فطری اور قابل فہم امر ہے۔ پیغمبر اسلام نبی اکرم کو چاقو لہراتے ہوئے دکھانا اور دستار میں بم چھپائے ہوئے ظاہر کرنا ایک بین گستاخی اور توہین آمیز اقدام ہے اور اس تنازعہ کو غلط رخ دے کر اس تاثر کو ہوا دینا ہے کہ وہ اور ان کے پیروکار (معاذ اللہ) پر تشدد' دہشت گرد اور امن عالم کے دشمن ہیں' یہ عمل عدل وانصاف کے تمام مسلمہ ضابطوں کی دھجیاں بکھیرنے کے مترادف ہے۔ ایک دوسرے کے خاکے میں یوں عکاسی کی گئی ہے کہ وہ مردانہ خودکش بمباروں کی حمایت میں یہ کہہ رہے ہیں ''ٹھہریئے ٹھہریئے ہمارے پاس حوریں کم پڑ گئی ہیں'' اسے خاکوں کی تشہیر کو کیسے اور کیونکر آزادی صحافت اور آزادی تقریر کی آڑ میں جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ مزید برآں ان خاکوں کی اشاعت رواداری میں نہیں ہوئی بلکہ وہ مسلمانوں کے خلاف تعصب اور جانبداری کے خاص ماحول میں شائع کیے گئے ہیں اور نہ صرف ڈنمارک میں پائی جانے والی فضا بلکہ یورپ بھر کی آبادیوں میں مسلمانوں کے خلاف تناؤ اور مخاصمت پورے عروج پر ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ڈنمارک کی ملکہ کے یہ متنازعہ جملے اخبار میں چھپے ہیں۔ ''ہمیں اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے اس امر کی کوئی پروا نہیں اگر ہمارے خلاف ناپسندیدہ لیبل بھی چسپاں کر دیئے جائیں کیونکہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کیلئے ہمیں تحمل اور برداشت سے کام نہیں لینا۔''

مزید برآں بیشتر ملکوں نے دہشت گردی کے خلاف قانون سازی کرتے ہوئے افراد کی شہری آزادیوں پر سخت ناروا پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ یہ قانون سازی اس طرح کی گئی ہے کہ ان کا خاص نشانہ وہاں کی مسلمان آبادی کو بنایا گیا ہے۔ اس سے ان میں یہ شدید احساس پایا جاتا ہے کہ ذرائع ابلاغ میں ایک بہت بڑی اقلیت سے مسلسل بلا روک ٹوک زیادتیاں کی جاتی ہیں اور اس کی ایسی منفی تصویر کشی کی جاتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں پھر ان کی شہری آزادیوں کو پابندیوں کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کی روزمرہ زندگی کو اجیرن بنا دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تقریر کی آزادی اور قومی مفاد کے نام پر روا رکھا جاتا ہے۔ یہ امر موجب حیرت ہے کہ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کو آزادی تحریر وتقریر کے نام پر تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ان کی طرف سے اس کا شدید ردعمل ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا مقصد مسلمانوں کی دل آزاری' ان کے جذبات کو مجروح کرنا اور ان کے مذہب اور ثقافت کو تضحیک کا نشانہ بنانا ہے۔ آزادی تحریر وتقریر کے بارے میں اس سوچ کو جگہ دینا کہ اس آزادی کی کوئی حدود وقیود نہیں ایک غلط مفروضہ ہے۔ کوئی قول اور فعل جو کسی طبقہ کی اخلاقی اور مذہبی اقدار کو ٹھیس پہنچاتا ہے اور جس سے اس کی سلامتی' بقا اور تقدیس پر ضرب لگانے سے امن کیلئے سنگین خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے آزادی تحریر وتقریر کا حق نہیں گردانا جاسکتا۔ اسلام تحمل ورواداری' بقائے باہمی اور جیو اور جینے دو کے اصول کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کے معبودوں' مذہبی علامتوں کو برا کہنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور انسانیت کے احترام کا سبق دیتا ہے (الانعام 8,6 10) اسلامی قانون نے بلا امتیاز دیگر مذاہب کی سلامتی' وقار واحترام اور ان کے عقائد کے احترام پر بہت زور دیا ہے اگر بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ بقائے باہمی اور تحمل وبرداشت کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے' اخلاقی اور مذہبی اقدار کی توہین وتضحیک کی جائے تو اس صورت میں موجودہ کشیدگی میں مزید اضافہ ہوگا اور تناؤ کی فضا اور بھی سنگین ہو جائے گی۔ یورپ اپنے آپ کو ایک تعلیم یافتہ اور مہذب معاشرہ سمجھتا ہے لیکن یہ بات ماورائے فہم ہے کہ اس کا ردعمل اپنی ایک بڑی اقلیت کے مذہب کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے بارے میں اس قدر بے حسی اور بے عملی کا مظہر وعکاس ہوگا۔

شاتم رسول کی سزا اور اس کی معافی

نبی کریم کی عظمت وتوقیر مسلمان کے ایمان کا بنیادی جزو ہے اور علمائے اسلام دور صحابہؓ سے لے کر آج تک اس بات پر متفق رہے ہیں کہ آپؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت میں سخت عذاب کا سامنا کرنے کے علاوہ اس دنیا میں بھی گردن زونی ہے۔ خود نبی رحمت نے اپنے اور اسلام کے بے شمار دشمنوں کو (خصوصاً فتح مکہ کے موقع پر) معاف فرما دینے کے ساتھ ساتھ ان چند بدبختوں کے بارے میں جو نظم ونثر میں آپؐ کی ہجو اور گستاخی کیا کرتے تھے، فرمایا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو انہیں واصل جہنم کیا جائے، یہ حکم (نعوذ باللہ) آپؐ کی ذاتی انتقام پسندی کی وجہ سے نہ تھا کہ آپؐ کے بارے میں تو حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرامؓ کی شہادت موجود ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، بلکہ اس وجہ سے تھا کہ شاتم رسول دوسروں کے دلوں سے عظمت وتوقیر رسول گھٹانے کی کوشش کرتا اور ان میں کفر ونفاق کے بیج بوتا ہے، اس لیے توہین رسول کو ''تہذیب وشرافت'' سے برداشت کر لینا، اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوسروں کے ایمان چھن جانے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ نیز ذات رسالت مآبؐ چونکہ ہر زمانے کے مسلمان معاشرہ کا مرکز ومحور ہے اس لیے جو زبان آپؐ پر طعن کیلئے کھلتی ہے، اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو قلم آپؐ کی گستاخی کیلئے اٹھتا ہے، اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ فساد بداعتقادی اور بدعملی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ امام ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں، نبی کریم کو (نعوذ باللہ) نازیبا الفاظ کہنے والا ساری امت کو گالی دینے والا ہے اور وہ ہمارے ایمان کی جڑ کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

نبی کریم نے اپنے لیے نہیں بلکہ مسلمانوں کا ایمان اور غیرت بچانے کیلئے ہجو نگاروں کی گستاخیوں کی پاداش میں ان کا قتل روا رکھا۔ ان میں سے ایک ملعون کا نام ابن خطل تھا، وہ حضور اکرم کی شان کے خلاف شعر کہتا اور اس کی دو لونڈیاں یہ غلیظ شعر اسے گا گا کر سناتیں۔ فتح مکہ کے دن وہ حرم مکہ میں پناہ گزین تھا۔ ابو برزہؓ صحابی نے نبی کریم کے حکم کے مطابق اسے وہیں جہنم رسید کر دیا۔

عام طور پر غزوات اور جنگوں میں آپؐ کا حکم ہوتا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے، لیکن توہین رسالتؐ اسلامی شریعت میں اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی مرتکب عورت بھی قابل معافی نہیں چنانچہ آپؐ نے ابن خطل کی مذکورہ دو لونڈیوں کے علاوہ دو اور عورتوں کے بارے میں بھی جو آپؐ کے حق میں بدزبانی کی مرتکب تھیں، قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ اس طرح مدینہ میں ایک نابینا صحابہ کی ایک چہیتی اور خدمت گزار لونڈی جس سے ان کے بقول ان کے موتیوں جیسے دو بیٹے بھی تھے، رسول اکرم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کا ارتکاب کیا کرتا تھی۔ یہ نابینا صحابیؓ اسے منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک شب وہ بدزبانی کر رہی تھی کہ انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا جب یہ معاملہ نبی کریم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا لوگو! گواہ رہو اس خون کا کوئی تاوان یا بدلہ نہیں ہے۔ (ابو داؤد، نسائی)

جب حضرت عمرؓ نے گستاخ رسول کے نابینا قاتل کے بارے میں پیار سے کہا دیکھو اس نابینا نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، تو آپؐ نے فرمایا، اے اعمیٰ (نابینا) نہ کہو، بصیر وبینا ہو کہ اس کی بصیرت وغیرت ایمانی زندہ وتابندہ ہے اور جب ایک اور گستاخ ملعونہ اسماء بنت مروان کو اس کے ایک اپنے رشتہ دار غیرت مند صحابیؓ نے قتل کیا تو آپؐ نے فرمایا لوگو! اگر تم کسی ایسے شخص کی زیارت کرنا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول کی نصرت وامداد کرنے والا ہے تو میرے اس جانثار کو دیکھ لو۔ یہ غیرت مند صحابی عمیر بن عدیؓ جب اس ملعونہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو ان کے قبیلہ کے بعض سرکردہ افراد نے ان سے پوچھا تھا کہ تم نے یہ قتل کیا ہے؟ انہوں نے بلا تامل کہا، ہاں اور اگر تم سب گستاخی کا وہ جرم کرو جو اس نے کیا تھا کہ تم سب کو بھی قتل کر دوں گا۔ (الصارم المسئول لابن تیمیہؒ)

ایک اور شاتم رسول یہودی ابورافع کو اس بدگوئی کو سزا دینے کیلئے رسول اکرم نے عبداللہ بن عتیقؓ کی سرکردگی میں ایک گروپ بھیجا۔ یہ ملعون ایک محفوظ قلعہ میں رہتا تھا، مگر عبداللہ بن عتیقؓ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس کے سر پر جا پہنچے اور اسے واصل جہنم کیا۔ جلدی میں واپسی کیلئے مڑے تو ایک سیڑھی سے گر کر ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اسے اپنے عمامہ سے باندھا اور قلعہ کے دروازے سے باہر نکل آئے مگر انتہائی تکلیف کے باوجود وہیں بیٹھ کر اپنے مشن کی تکمیل کی خوشخبری ملنے کا انتظار کرتے رہے جب ابورافع کی موت کا اعلان سنا تو اطمینان ہوا اور واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے ساری بات سن کر ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر دست شفقت پھیرا تو وہ اس طرح درست ہوگئی جیسے کبھی ٹوٹی نہ تھی۔ (بخاری)

ابوعفک اور کعب بن اشرف دو اور بدبخت یہودی تھے، جو مسلسل نبی کریم کی شان میں گستاخی کرتے۔ ابوعفک کو سالم بن عمیر نے قتل کیا اور کعب بن اشرف کو آپؐ کی اجازت اور حکم سے محمد بن مسلمہؓ نے۔ (بخاری و مسلم) جب یہودیوں نے کعب کے قتل کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا، اس نے جو تکلیف دہ گستاخیاں کی تھیں، اگر تم میں سے کوئی اور کرے گا تو اس کی بھی یہی سزا ہوگی۔

عہد نبویؐ میں شاتمان رسولؐ کے بھیانک انجام کی ان متعدد مثالوں کے پیش نظر ہر دور کے مسلمان علماء کا فتویٰ یہی رہا ہے کہ نبی اکرم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ موجودہ حالات میں بھی عالم اسلام کے عالمی و روحانی مرکز سعودی عرب کے مفتی اعظم کے علاوہ متعدد مسلمان ملکوں کے عالی مرتبت علماء نے بھی شاتم رسول کے قتل کا فتویٰ دیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ شاتم رسول جب معاشرے میں اپنی گندگی پھیلا چکے تو قتل کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ سچی توبہ کرنے سے وہ آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، مگر دنیا میں بہرحال اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہی پڑیں گے۔

بعض لوگوں کیلئے شاید یہ امر باعث حیرت ہو کہ اسلام نے بڑے سے بڑے گناہ گار کیلئے توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا پھر شاتم رسول توبہ کے باوجود کم از کم دنیاوی سزا سے کیوں نہیں بچ سکتا؟ امام ابن تیمیہ نے اس موضوع پر اپنی مبسوط کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم رسول'' میں خوب روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہلحدیث امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شاتم رسول کی توبہ اسے قتل کی سزا سے نہیں بچا سکتی جبکہ امام شافعیؒ سے اس سلسلہ میں توبہ کے قبول و عدم قبول کے دونوں قول منقول ہیں البتہ امام ابوجعفرؒ کے نزدیک اگر وہ سزا سے پہلے توبہ کرلے تو سزا سے بچ سکتا ہے۔ خود امام ابن تیمیہؒ اکثر محدثین و فقہاء کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ شاتم رسول توبہ کے باوجود قتل کی سزا کا مستحق ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب کے مختلف مقامات پر جو زوردار دلائل دیئے ہیں ان کا خلاصہ اور وضاحت حسب ذیل ہے:

1- شاتم رسول فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے اس بگاڑ اور فساد کی تلافی اور ازالہ نہیں ہوتا جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔

2- اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو اسے اور دوسرے بدبختوں کو جرات ہوگی کہ وہ جب چاہیں توہین رسول کا ارتکاب کریں اور جب چاہیں توبہ کرکے اس کی سزا سے بچ جائیں۔ اس طرح غیروں کو موقع ملے گا کہ وہ مسلمانوں کی عزت ایمان کو بازیچہ اطفال بنالیں۔

3- نبی کریم کی گستاخی کے جرم کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی حقوق اللہ تو اللہ چاہے تو خود معاف کر دیتا ہے، مگر حقوق العباد میں زیادتی اس وقت تک معاف نہیں ہوتی جب تک متعلقہ مظلوم اسے معاف نہ کردے، نبی اکرم اپنی حیات مبارکہ میں اگر کسی کا یہ جرم معاف کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، مگر اب اس کی کوئی صورت نہیں، امت مسلمہ یا مسلمان حکام آپؐ کی طرف سے اس جرم کو معاف کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

4- قتل، زنا، سرقہ جیسے جرائم کے بارے میں بھی اصول یہی ہے کہ ان کا مجرم سچی توبہ کرنے سے آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے، مگر دنیاوی سزا سے نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ قاتل، زانی یا چور گرفتار ہو جائے اور کہے کہ میں نے جرم تو کیا تھا، مگر اب توبہ کرلی ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے، اسی طرح شاتم رسول بھی ارتکاب جرم کے بعد توبہ کا اظہار کرے تو دنیاوی سزا سے نہیں بچ سکتا اور اس کا جرم مذکورہ جرائم سے بدتر اور زیادہ سنگین

ہے۔

ان دلائل کے پیش نظر درست یہی ہے کہ شاتم رسول کی سزا قتل ہے اور اس کی سچی یا جھوٹی توبہ اسے اس سزا سے نہیں بچا سکتی۔اس سلسلہ میں مسلمانوں کو مغرب اور اس کی نام نہاد تہذیبی اقدار سے مرعوب ہو کر اپنے موقف میں کسی طرح کی لچک پیدا نہیں کرنی چاہیے اگر برطانیہ وامریکہ میں آزادی تحریر وتقریر کے باوجود ملک اور اس کے آئین میں حضرت عیسیٰؑ اور ملکہ کی توہین جرم ہے اور اگر روس میں لینن کو گالی دینا قابل تعزیر ہے تو ہمیں اپنے آقا کی توہین کے جرم کی سزا کے بیانگ دہل اعلان سے کون روک سکتا ہے؟ ہماری تو متاع ایمان کی بقا کی ضمانت ہی نبی کریمؐ کی ذات والا سے محبت اور آپؐ کی عظمت وتوقیر ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

مذموم مقاصد اور امت کا لائحہ عمل

ڈنمارک اور اس کے بعض مغربی ممالک کے اخبارات میں حضور کی شان اقدس میں توہین آمیز اور شرانگیز خاکوں کی اشاعت کی ناپاک جسارت 140 کروڑ فرزندان توحید کیلئے ناقابل برداشت صدمے کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ لمحہ فکریہ بھی ہے' ہر مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ روز آخرت کس منہ سے شافع محشر کی شفاعت کا حقدار ہوگا۔ ایسا نظر آ رہا ہے کہ بنیاد پرست عیسائیوں اور انتہا پسند یہودیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صرف 54 لاکھ آبادی والے ملک ڈنمارک اور اس کے ایک اخبار کو استعمال کیا ہے۔ ڈنمارک کی حکومت کو بہرحال امریکہ سمیت ان مغربی طاقتوں کی حمایت حاصل ہے جہاں کی حکومتیں ان بنیاد پرست اور انتہا پسند عناصر کے زیر اثر ہیں وگرنہ ڈنمارک جیسا چھوٹا ملک ان طاقتوں کی پشت پناہی کے بغیر اس مسئلے پر مسلمان ملکوں کے سفیروں سے ملنے کی درخواست مسترد کرنے کی جسارت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ امت مسلمہ اجتماعی بصیرت ومشاورت سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے اغراض ومقاصد کا تعین کرے اور اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) کے پلیٹ فارم سے ایک متفقہ لائحہ عمل اختیار کرے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان شرانگیز خاکوں کے مقاصد میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

1- اسلامی ملکوں اور یورپی یونین کے موجودہ خوشگوار تعلقات کو خراب کرنا' یورپی یونین کے اہم ملکوں نے عمومی طور پر عراق پر امریکی حملوں کی مخالفت کی تھی۔ اس بات کا امکان رہا ہے کہ امریکہ کی ایران کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کی یورپی یونین مزاحمت کرے گی' امریکہ کی استعماری پالیسیوں سے بیشتر اہم یورپی ممالک چین اور روس بھی پریشان نظر آ رہے ہیں چنانچہ اس بات کا امکان ہے کہ اسلامی ممالک ان ملکوں کے ساتھ مل کر اگلی دو یا تین دہائیوں میں امریکہ مخالف ایک طاقتور بلاک تشکیل دے سکتے ہیں' ان خاکوں کی اشاعت سے یورپی یونین اور عالم اسلام کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی ہے جو کہ امریکہ کے مفاد میں ہے۔

2- یہودیوں کے مذموم مقاصد کے حصول میں معاونت کرنا' ان قابل نفرت خاکوں کی اشاعت سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات بڑھے ہیں جبکہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان تصادم کی راہ ہموار ہونے کی سمت میں پیشرفت کے بھی خطرات بڑھے ہیں۔

3- یورپی یونین اور عالم اسلام میں کشیدگی پیدا کر کے امریکہ کے اس عزم کو تقویت پہنچانا جس کے تحت وہ اس صدی میں اپنی واحد سپر پاور کی پوزیشن کو ہر حال میں برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

4- او آئی سی کا ایک مرتبہ پھر امتحان لینا کہ وہ اس قسم کی شرانگیزی کے خلاف موثر اقدامات اٹھانے کی سکت رکھتی ہے یا نہیں تاکہ آئندہ اس قسم کی مزید حرکتیں کرنے یا نہ کرنے کی منصوبہ بندی کی جا سکے۔

5- ان خاکوں کی اشاعت سے اسلامی دنیا میں ہونے والے جذباتی اور ممکنہ طور سے کہیں کہیں پرتشدد احتجاجی مظاہروں کی بڑے پیمانے پر تشہیر کرنا خصوصاً مغربی ملکوں کے عوام کو ایک مرتبہ پھر یہ باور کرانا کہ مسلمان تو ہوتے ہی دہشت گرد ہیں' واضح رہے کہ نائن الیون کے بعد سے یہ مذموم مہم جاری ہے۔

6- مسلمان ملکوں میں مایوسی و بددلی پیدا کرنا اور بہت سے اسلامی ملکوں کی حکومتوں اور ان کے عوام کے درمیان اعتماد کے بحران کو مزید سنگین بنانا یہ بات کوئی راز نہیں کہ اس قسم کے معاملات میں مسلمان ملکوں کے عوام' مذہبی جماعتوں اور کچھ سیاسی جماعتوں کا ردعمل انتہائی شدید اور جذباتی ہوتا ہے جبکہ بیشتر اسلامی ملکوں کے حکمران خود او آئی سی مختلف وجوہات کی بناء پر مصلحت پسندی اور بے عملی کا شکار رہے ہیں۔

7- یورپ اور امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے ممکنہ طور پر ہونے والے احتجاجی اقدامات کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف کارروائیاں کرنے کی راہ ہموار کرنا یا ان کیلئے ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ خود ان ممالک سے رخت سفر باندھ لیں۔

امت مسلمہ کے ہر فرد' مسلمان ممالک کی حکومتوں اور او آئی سی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے انفرادی یا اجتماعی فعل یا ردعمل سے ان مقاصد کی جزوی تکمیل کا بھی دانستہ یا غیر دانستہ ذریعہ نہ بنیں امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کے ضمن میں او آئی سی کا کردار غیر موثر رہا ہے۔ او آئی سی کے سربراہی اجلاس کے بعد 8 دسمبر 2005ء کو "اعلان مکہ" جاری کیا گیا تھا اس سے امت مسلمہ کو عمومی طور سے مایوسی ہوئی تھی کہ دہشت گردی کی متفقہ تعریف کرنے' افغانستان سے اتحادی افواج کے انخلا ان کی جگہ اسلامی ملکوں کی فوج کی تعیناتی اور عراق سے اتحادی افواج کی واپسی کے نظام الاوقات کا اعلان کرنے کا کوئی مطالبہ شامل نہیں تھا۔ ستمبر 2005ء میں توہین رسالت پر مبنی خاکے ڈینش زبان میں چھپنے والے ڈنمارک کے ایک اخبار میں شائع ہوئے تھے لیکن او آئی سی نے اس کا نوٹس نہیں لیا چنانچہ ڈنمارک اور یورپ کے کچھ اخبارات میں ان اشتعال انگیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں کہیں کہیں تشدد کا جو عنصر شامل ہوا ہے اس کی وجہ او آئی سی اور مسلمان حکومتوں کی بے عملی اور بے حسی سے پیدا ہونے والی بددلی اور مایوسی بھی ہے۔ اب یہ ازحد ضروری ہے کہ احتجاج پر وقار اور پر امن ہوں۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ایک موثر اور قابل عمل حکمت عملی وضع کرنا ہوگی' چنانچہ یہ ضروری ہے کہ نہ صرف ان توہین آمیز خاکوں کے ضمن میں مغرب کی آراء...... بلکہ اسلامی دنیا و یورپی یونین کے درمیان معاشی و اقتصادی روابط اور عالم اسلام کی معاشی' اقتصادی اور سیاسی صورتحال کو مدنظر رکھا جائے' چند مثبت آراء یہ ہے:

(1) آسٹریا کے صدر نے جو اس وقت یورپی یونین کے صدر بھی ہیں کہا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو مسلمانوں کے توہین رسالت کے نظریہ کی پاسداری کرنا چاہیے۔ (2) سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ مذہبی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہیں۔ انہوں نے متعلقہ ممالک پر زور دیا کہ وہ ان خاکوں کو شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔ (3) پاکستان میں متعین جرمنی کے سفیر نے کہا کہ یورپ میں اخبارات کنٹرول کرنے کا کوئی نظام یا قانون نہیں ہے جس کی وجہ سے اخبارات قابل اعتراض مواد بھی چھاپ دیتے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اقوام متحدہ کی اصلاح کی جائے اور اسلامی ملکوں و تیسری دنیا کے ملکوں کو زیادہ منصفانہ نمائندگی دی جائے۔ انہوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ او آئی سی اور یورپی یونین مل کر اس نمائندگی کو یقینی بنا سکتے ہیں تاکہ بہت سے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔ (4) دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل کر کہنا ہے کہ دولت مشترکہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا میں آزادی اظہار ہونا چاہیے مگر اس کے ساتھ ذمہ داری کا احساس بھی یقینی طور پر ہونا چاہیے تاکہ کسی فرد' قوم یا مذہب کی ہتک نہ ہو۔ (5) ناروے جن کرسچن ایڈ نے کہا کہ ہے کہ ناروے کے عیسائیوں نے سب سے پہلے توہین آمیز گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی مذمت کی تھی۔ واضح رہے کہ ناروے کی حکومت نے اپنے ملک کے اخبار میں ان خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگ لی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ضمن میں منفی اور جارحانہ بیانات میں سے کچھ یہ ہیں:

1- یورپی یونین نے کہا ہے کہ ڈنمارک پر حملہ یورپی یونین کے تمام ملکوں پر حملہ تصور ہوگا جبکہ یورپی کمیشن کے صدر نے تنبیہ کی کہ کچھ مسلمان ملکوں کی جانب سے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ دراصل یورپ کی مصنوعات کا بائیکاٹ تصور ہوگا۔

2- اسلام آباد میں متعین ڈنمارک کے سفیر (جو ڈنمارک کا سفارت خانہ عارضی طور پر بند ہونے سے پاکستان سے جا چکے ہیں) نے کہا تھا کہ ڈنمارک سے مسلم ممالک کو کی جانے والی برآمدات ان کے ملک کی برآمدات کا صرف 3.2 فیصد ہیں۔ اس لیے مسلم ممالک کی جانب سے ان کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ڈنمارک پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

3- یورپی یونین کی اسمبلی نے 16 فروری 2006ء کو ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آزادی اظہار اور آزادی صحافت ایک

عالمگیر حق ہے اور اس حق پر اس وجہ سے قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ اس سے کوئی فرد یا گروپ ناراض ہوتا ہے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی شکایت یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کے ازالہ کیلئے عدالت سے رجوع کرے۔

4- یورپی یونین کے صدر نے ڈنمارک کے وزیراعظم کے خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں سے معافی نہ مانگنے کے فیصلے کی حمایت کی ہے۔

5- وہائٹ ہاؤس کے ترجمان نے کہا ہے کہ کچھ مسلمان ملکوں میں پرتشدد احتجاجی مظاہروں سے مسلمانوں کے اس دعوے کی تردید ہوگئی ہے کہ وہ امن پسند ہیں۔

دنیا کی مجموعی آبادی میں اسلامی ملکوں کا حصہ 22 فیصد' مجموعی رقبے میں 24 فیصد اور تیل وگیس کی پیداوار میں 70 فیصد ہونے کے باوجود دنیا کی مجموعی جی ڈی پی میں ان کا حصہ تقریباً 5 فیصد اور مجموعی تجارت میں حصہ تقریباً 7.5 فیصد ہے۔ مسلمان ملکوں کی آپس میں تجارت کا حصہ صرف تقریباً 13 فیصد ہے جبکہ 87 فیصد تجارت وہ غیر ملکوں کے ساتھ کرتے ہیں جس میں یورپی یونین کے ساتھ تجارت کا حصہ تقریباً 60 فیصد ہے گزشتہ مالی سال میں پاکستان کی بیرونی تجارت کا حجم 35 ارب ڈالر کی تجارت کا حجم بھی شامل ہے۔ (4.1 ارب ڈالر کی برآمدات اور 3.1 ارب ڈالر کی درآمدات) پاکستان کی بیرونی تجارت کا تقریباً 21 فیصد یورپی یونین کے ساتھ ہے۔ وطن عزیز کے بڑے بڑے صنعتی وتجارتی ادارے بشمول کثیر القومی (ملٹی نیشنل) ادارے اور صنعت وتجارت سے وابستہ لیڈر صاحبان مذہبی جماعتوں کی جانب سے یورپی یونین کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے مطالبہ سے پریشان نظر آتے ہیں اگرچہ ان کا کوئی باقاعدہ ردعمل سامنے نہیں آیا۔ یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً 50 لاکھ ہے۔ گزشتہ تین برسوں میں امریکہ سے 3.8 ارب ڈالر اور برطانیہ سے 1.0 ارب ڈالر کی ترسیلات پاکستان آئیں۔ امریکہ میں تقریباً 10 لاکھ پاکستانی رہائش پذیر ہیں۔ جن کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تقریباً 40 ارب ڈالر سالانہ ہے جبکہ یہ لوگ تقریباً 8 ارب ڈالر سالانہ بچاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مغربی ممالک کے بینکوں وغیرہ میں تقریباً 1100 ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں جبکہ مسلمان ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں سمیت مختلف ملکوں سے صرف تقریباً 850 ارب ڈالر کے قرضے لیے ہوئے ہیں گویا...... مسلمانوں کی جمع شدہ رقوم کا ایک حصہ بطور قرض دے کر یا عالمی مالیاتی اداروں سے دلوا کر مغربی استعماری طاقتیں خصوصاً امریکہ مسلمان ملکوں سے اپنی سیاسی ومعاشی شرائط منواتے رہے ہیں۔

امت مسلمہ مذہب سے دور ہوتی جارہی ہے اور مسلم حکمران اسلامی تعلیمات کے ضمن میں معذرت خواہانہ رویہ اپناتے نظر آتے ہیں' اسلامی نظام معیشت سے فرار اور سودی نظام پر اصرار کیا جارہا ہے جبکہ اسلامی بینکاری کو سودی نظام کے نقش قدم پر چلایا جارہا ہے۔ اسی پر بس نہیں بہت سے ملکوں میں اسلامی بینکاری کے نام پر جمع شدہ رقوم کو مغرب میں رکھا جارہا ہے امت مسلمہ انتشار کا شکار ہے اور ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے کچھ اسلامی ملکوں کے حکمران اپنے اقتدار کو طول دینے اور کچھ سیاستدان اقتدار میں آنے کیلئے مغرب کی مدد کے طالب نظر آتے ہیں۔ تعلیم اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہونے کی وجہ سے بہت سے اسلامی ممالک اپنے دفاع کیلئے بھی مغرب پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ان خاکوں کو شائع کرنے والے ممالک کے ساتھ مغربی طاقتوں کی یکجہتی اور اشتعال انگیز بیانات' امت مسلمہ کی حالت زار اور ان خاکوں کے مذموم مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اسلامی ممالک او آئی سی کے پلیٹ فارم سے بصیرت اور مشاورت سے کام لیتے ہوئے ایک موثر لائحہ عمل فوری طور سے اختیار کریں۔ او آئی سی نے مستقبل میں توہین رسالت کے واقعات کو روکنے کیلئے جو حکمت عملی وضع کی ہے۔ وہ قطعی ناکافی ہے مگر پھر بھی یہ یورپی یونین کو منظور نہیں ہوگی اس حکمت عملی میں بہرحال یہ مطالبہ شامل نہیں ہے کہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ممالک مسلمانوں سے معافی مانگیں۔ او آئی سی کو ایک ایسا طاقتور ٹی وی چینل بنانا ہوگا جو مختلف زبانوں میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے اور اسلام کے تشخص کو مسخ کرنے' اسلام کو ''جہادی'' مذہب اور مسلمانوں کو ''دہشت گرد'' کے طور پر پیش کرنے کی سازشوں کو ناکام بنائے۔ یہ چینل مغربی ممالک کے عوام تک یہ بات پہنچائے کہ کچھ مغربی طاقتیں اقتصادی دہشت گردی میں ملوث ہیں کیونکہ مسلمان ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں سے لوٹی ہوئی دولت کیلئے مغربی ممالک کے بینکوں میں ''محفوظ جنت'' فراہم کرنا بھی اقتصادی دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔

http://www.kitaabghar.com

یہ بات بھی کہی جانی چاہیے کہ کچھ مغربی طاقتیں افغانستان اور عراق سمیت بہت سے علاقوں میں ریاستی دہشت گردی میں ملوث ہیں جبکہ ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور خاکے شائع کرنے وال ممالک کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا اور ان کی پشت پناہی کرنا یقینی طور سے انٹلیکچوئل دہشت گردی کے زمرے میں آتے ہیں' امت مسلمہ کو یہ ذمہ داری فوری طور سے قبول کرنا ہوگی۔

او آئی سی اور مسلمان ملکوں کو واضح طور سے دنیا کو یہ بتا دینا چاہیے کہ وہ ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے مگر امریکہ کی سرکردگی میں دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں صرف اس وقت تعاون کریں گے جب (الف) اس جنگ کا حقیقی مقصد صرف دہشت گردی کا خاتمہ ہو چنانچہ دہشت گردی اور آزادی کی تحریکوں میں فرق روا رکھتے ہوئے دہشت گردی کی جامع تعریف کی جائے۔ شوکت عزیز صاحب کا بہرحال یہ کہنا ہے کہ پاکستان اور امریکہ دہشت گردی کے خلاف مشترکہ سوچ رکھتے ہیں۔ (ب) اقتصادی دہشت گردی کے خلاف بھی اسی طرح جنگ کی جائے جس طرف عرف عام میں سمجھی جانے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے۔ دریں اثنا توہین آمیز خاکوں کی اشاعت (انٹلیکچوئل دہشت گردی) کے خلاف عالم اسلام میں پر وقار اور پر امن احتجاج جاری رہنا چاہیے۔ یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ مسلمان ملکوں کے علمائے کرام اور اسلامی فقہ اکیڈمی یہ فتویٰ جاری کرنے پر غور فرمائیں کہ اسلامی ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں اور مسلمان حکومتوں کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی رقوم مغربی ممالک میں جمع کرائیں کیونکہ یہ دولت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے استعمال کی جا رہی ہیں حالانکہ یہ دولت مسلمانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ ملک کے اندر رہائش پذیر پاکستانیوں کی بیرونی ملکوں میں اندازاً 35 ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں' اب وقت آ گیا ہے کہ ملک میں رہائش پذیر پاکستانیوں کو قانوناً پابند کر دیا جائے کہ وہ بیرونی بینکوں میں کھاتے نہیں رکھ سکتے۔

اگر یورپی یونین توہین آمیز خاکوں کے ضمن میں امت مسلمہ کے مطالبات پر ہٹ دھرمی کا رویہ برقرار رکھتی ہے تو متعلقہ ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کرنے' ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے اور تیل کو کسی نہ کسی شکل میں بطور ہتھیار استعمال کرنے کے ہمہ گیر اثرات و مضمرات پر او آئی سی کو انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا اور اسلامی ترقیاتی بینک و اسلامک چیمبر آف کامرس سے بھی مشاورت کرنا ہوگی یہ معاملہ ابھی تک او آئی سی کے ایجنڈے پر نظر نہیں آیا۔ امت مسلمہ اور مسلمان حکمرانوں کو اس بات کا ادراک کرنا ہوگا کہ اس ضمن میں مومنانہ بصیرت اور مشاورت سے فیصلے کرنے اور مندرجہ بالا سفارشات پر عمل کرنے کے بجائے اگر توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا معاملہ اقوام متحدہ میں لے جایا گیا تو یہ معاملے کو سرد خانے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا اور اس سے امت کے مفادات کو زک پہنچے گی۔

توہین آمیز کارٹون......دعوت غور وفکر

(ممتاز دانشور ڈاکٹر مہدی حسن کی وقار ملک سے گفتگو)

آج کل دنیا بھر میں ڈنمارک کے ایک اخبار میں پیغمبرؐ اسلام کے بارے میں بارہ کارٹون نما سکیچز شائع کرنے کے خلاف احتجاج کی لہر جاری ہے، جس سے بعض ملکوں میں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، متعدد افراد ہلاک ہوئے اور کئی مسلمان ممالک میں ڈنمارک اور بعض دیگر مغربی ممالک کے سفارت خانوں پر توڑ پھوڑ اور آگ لگانے کے واقعات بھی رونما ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ رکتا دکھائی نہیں دے رہا۔ صورت حال کی اس سنگینی کو دیکھتے ہوئے ڈنمارک کے متعلقہ اخبار کی انتظامیہ نے یہ اعلان کیا کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی اتنی ہی تعداد میں کارٹون شائع کرے گی تا کہ مسلم دنیا کو یہ یقین ہو سکے کہ ان کا یہ فعل بدنیتی پر مبنی نہیں تھا، بلکہ محض آزادی، تحریر اور آزادی فکر کے استعمال کے زمرے میں آتا ہے، جبکہ مسلمانوں کی تمام انبیائے کرام کے بارے میں اپروچ یکسر مختلف ہے، ان پر تمام پیغمبروں کا احترام دل و جان سے فرض ہے، جس کی بناء پر مذکورہ اخبار کا اگلا فعل بھی ان کے دینی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی بجائے انہیں مزید ہوا دینے کا باعث بنے گا۔ ڈنمارک اور پھر اس کے بعد فرانس، ناروے ،اٹلی، سپین اور جرمنی کے اخبارات میں توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت سے مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے مابین نفرت کی ایک ایسی بنیاد رکھ دی گئی ہے، جسے اگر جڑ سے اکھاڑا نہ گیا تو پھر ان تہذیبوں کا ٹکراؤ ناگزیر ہو جائے گا اور پھر یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے ایک ایسی عالمی جنگ میں بدل سکتا ہے، جو دنیا میں وہ تباہی لائے گی، جس کے تصور سے ہی انسان پناہ مانگتا ہے۔ اگر چہ اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں مسلمان سیاسی بنیادوں پر زیر عتاب ہیں۔ ان کے اس زوال کی متعدد وجوہ ہیں، جن میں تعلیم کی کمی، جمہوریت کا فقدان اور مسلمان حکمرانوں کی ذاتی مجبوریوں کی بناء پر امریکہ حامی پالیسیاں سرفہرست ہیں، مگر کسی بھی جگہ معاملہ اس قدر دینی لگاؤ اور غیرت وحمیت کے امتحان کا نہ تھا۔ مذکورہ بالا کارٹونوں کی اشاعت پر مغربی ممالک میں مقیم ان کی تہذیب میں رچے بسے مسلمانوں کی طرف سے بھی جو ردعمل سامنے آیا ہے، اس سے یقیناً ساری دنیا کی آنکھیں کھل جانی چاہیئں کہ مسلمان نبی کریم ﷺ سے کس قدر گہری جذباتی وقلبی وابستگی رکھتے ہیں، جبکہ امریکہ کے حامی مسلمان حکمرانوں کے بیانات بھی اس بات کا اعلان قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ یہ وہ معاملہ ہے، جس پر کوئی کمپرومائز ممکن نہیں۔ مقام افسوس ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے شدید احتجاج کے باوجود ناپاک سازش کے مرتکب افراد نہ صرف یہ کہ معذرت کے لئے تیار نہیں ہو رہے، بلکہ بعض یورپی پبلشرز ان کارٹونوں کو کتابوں میں شائع کرنے کی بھی باتیں کر رہے ہیں۔ ایسی فضا میں احتجاج کے نتیجے میں محض اپنی جانوں کا نذرانہ، املاک کا ضیاع اور فلک شگاف نعرے مسئلے کا حل نہیں، بلکہ اس بات پر غور وفکر کرنے کا وقت ہے کہ ان اخبارات نے مذکورہ کارٹون کن مقاصد کے لئے شائع کئے تھے اور کہیں ہم اپنے احتجاج سے ان مقاصد کی تکمیل کی راہ تو ہموار نہیں کر رہے۔ اس صورت حال میں دنیا کی مہذب اور باضمیر اقوام کو کیسے ہمنوا بنایا جا سکتا ہے؟ اور مسلمانوں کے لئے عالمی سطح پر کون سے ایسے اقدامات کرنے ضروری ہو گئے ہیں، جن کی وجہ سے کوئی بھی ملک مستقبل میں اس قسم کی ناپاک حرکت کا مرتکب نہ ہو سکے۔ آیئے قارئین دیکھتے ہیں کہ ممتاز دانش اور ڈاکٹر مہدی حسن درج بالا سوالات کے حوالے سے اس اہم اور حساس مسئلے پر کیسے روشنی ڈالتے ہیں؟

☆...... اخبار میں کارٹون بنانے کا سلسلہ تقریباً دو سو سال سے رائج ہے۔ کارٹون کو تصویری طنز کہا جاتا ہے، جس میں کارٹون بنانے والا کم سے کم خطوط کھینچ کر کوئی اہم بات طنزیہ انداز سے قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اچھا کارٹون وہ سمجھا جاتا ہے، جس کو بنانے کے بعد اس کے نیچے کوئی عبارت لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو، بلکہ سکیچ بذاتِ خود خیال کی تشریح کرتا ہے۔ برصغیر کی صحافت میں بھی کارٹون بنانے کی روایت بہت پرانی ہے۔

انیسویں صدی میں بعض معروف رسالے ایسے بھی موجود تھے، جو انگریز حکومت کی پالیسیوں اور کارگزاریوں کے خلاف کارٹونوں کے ذریعے ہی طنز کرتے تھے اور اپنی ان کارٹونوں کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔ ڈنمارک کے اخبار میں قابل اعتراض بارہ کارٹونوں کی اشاعت کے بعد ساری دنیا میں اس وقت اس بحث کا آغاز ہو گیا ہے کہ کیا کسی اخبار میں شائع ہونے والے کسی سکیچ یا مضمون کے خلاف کسی قوم یا بہت سی اقوام کو اعتراض اور احتجاج کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بہت سے مغربی مبصرین کارٹونوں کی اشاعت کو جائز قرار دینے کے لئے آزادی اظہار کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی اخبار نویس یا کارٹونسٹ کے خیال کے خلاف احتجاج کرنا اس کے آزادی اظہار کے حق کو سلب کرنے کے برابر ہے۔ مغربی جمہوریت میں آزادی اظہار کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور آزادی اظہار کی اہمیت اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی بہت نمایاں ہے۔ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر آرٹیکل 19 ہر شہری کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس اظہار رائے کے حق میں قومی سرحدیں بھی رکاوٹ نہیں بنتیں۔ تاہم جب اظہار کی آزادی کا حق کسی کے مذہبی عقائد یا کسی کی نجی زندگی کی حدود کو پھلانگنے لگے تو ہمیشہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آزادی اظہار کی کوئی حدود بھی ہیں یا نہیں؟ مغربی جمہوریت میں جہاں ذرائع ابلاغ کی سرگرمیوں کو مانیٹر کرنے کے لئے کوئی خصوصی قوانین موجود نہیں ہیں، وہاں عرصہ دراز سے ضابطہ اخلاق اور معاشرتی ذمہ داریوں کے نام پر ذرائع ابلاغ سے متعلق افراد خود یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سے تحریر یا تصویر قارئین یا ناظرین تک پہنچنی چاہیئے اور کس اطلاع کو روک لینا معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے مناسب ہوگا۔ ان کے اس فیصلے کو ابلاغ عام نظریے میں گیٹ کیپر یا چوکیدار کا نام دیا جاتا ہے۔ گیٹ کیپر کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ اگر اطلاع یا تصویر حقائق پر مبنی بھی ہو، لیکن اس سے کسی کی نجی زندگی میں دخل اندازی یا کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا خدشہ ہو تو ایسی اطلاع کو روک لے۔ اہل مغرب نجی زندگی میں دخل اندازی کے اصول کو عام طور پر مدنظر رکھتے ہیں اور ایسی اطلاعات یا تصاویر، جن کا تعلق عوام سے نہیں ہوتا، شائع کرنے سے احتراز کرتے ہیں، تاہم مذہب کے معاملے میں اہل مغرب کا انداز فکر اس سے مختلف ہے، کیونکہ گزشتہ تقریباً تین سو سال کے عرصے میں مغربی تہذیب میں مذہب کی حیثیت انفرادی عقیدے کی ہو کر رہ گئی ہے اور مذہب کا عام طور پر معاشرتی کردار ختم ہو چکا ہے۔ مذہب کے بارے میں اس رویے کو مغربی جمہوریت میں سیکولرازم کا نام دیا گیا ہے۔ مغربی ممالک میں بائیبل، توریت اور زبور کے واقعات پر مبنی فلمیں عام بنائی جاتی ہیں، جس میں بنی اسرائیل کے مختلف پیغمبروں کو بھی دکھایا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب میں پیغمبر کی حیثیت وہ نہیں ہے، جو مسلمانوں کے نزدیک تمام انبیائے کرام کی ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک کسی بھی پیغمبر کی تصویر بنانا، خواہ وہ نیک نیتی پر ہی مبنی کیوں نہ ہو، جائز نہیں ہے۔ گزشتہ سو سال کے عرصے میں ایسے متعدد واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں، جب ہندوستان اور دنیا کے دیگر رسائل نے پیغمبر اسلامؐ کی تصویر بنانے کی جسارت کی، اس پر مسلمانوں نے ہمیشہ احتجاج کیا اور وہ تصانیف اور رسائل و جرائد ضبط کر لئے گئے، جن میں ایسی خیالی تصاویر شائع کی گئیں۔ جہاں تک کسی مذہبی شخصیت کے بارے میں جس کو دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ مسلمان انتہائی عزت و توقیر کا درجہ دیتے ہوں، ان کے بارے میں کارٹونوں کی اشاعت ایک ایسا فعل ہے، جس کو اگر دو تہذیبوں کے درمیان فساد کرانے کی سازش نہ بھی سمجھا جائے تو یقیناً اسے اخبار کے ایڈیٹر، کارٹونسٹ اور اخبار کے دیگر کارکنوں کی بیوقوفی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ پانچ سال کی امریکی پالیسیوں کی وجہ سے مغربی تہذیب اور اسلام کے درمیان جو تضاد دنیا کے سامنے آ رہا ہے، مغرب کے دانش ور، ذرائع ابلاغ کے ماہرین اور سیاست دان، جن میں مغرب کے حکمران بھی شامل ہیں، اس کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں، اگرچہ خود امریکہ نے کمیونزم کے خلاف اپنی پراپیگنڈہ مہم کو کامیاب کرنے کے لئے بیسویں صدی میں مسلمانوں اور اسلام کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور مسلمانوں کو اس بنیاد پر اپنا فطری اتحادی قرار دیا تھا کہ کمیونسٹ نظریے میں خدا، پیغمبروں اور مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، بلکہ وہ مذہب سے انکار کرتے ہیں اور دہریے سمجھتے جاتے ہیں۔ اس تمام عرصے میں امریکہ خود مغربی بلاک کے لیڈر کے طور پر بعض اسلامی اداروں، تنظیموں اور سکالروں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا رہا ہے۔ موجودہ مسئلہ گزشتہ پانچ سال کی پیداوار ہے، جب امریکی پالیسیوں کی وجہ سے ایسا تاثر قائم ہوا کہ جھگڑا امریکہ اور کچھ انتہا پسند مسلمان تنظیموں کا نہیں، بلکہ پوری اسلامی دنیا اور مغربی تہذیب کے درمیان جنگ جاری رہے۔ موجودہ بین

http://www.kitaabghar.com

الاقوامی سیاسی حالات کی یہ تشریح درست نہیں ہے۔ مغربی دانشوروں اور ذرائع ابلاغ کے ماہرین کو اسلام کو اس نظریے سے سمجھنے کی ضرورت ہے، جس نظریے سے مسلمان اس کو سمجھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا کر اسے آزادی اظہار کے گھسے پٹے نعرے کے ذریعے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اہل مغرب کا ہی مشہور محاورہ ہے کہ ہر شخص کی آزادی کی حد وہاں ختم ہو جاتی ہے، جہاں سے دوسرے کی ناک شروع ہوتی ہے۔ موجودہ کارٹونوں کا مسئلہ تو ایک ارب بیس کروڑ ناکوں کا ہے، جو نقصان مسلمان ملکوں اور مغربی ممالک کے تعلقات کو اس واقعہ سے پہنچ چکا ہے، اس کے ختم ہونے میں ایک لمبی مدت درکار ہے، تاہم غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان تعلقات کو مزید بگڑنے سے روکنے کے لئے آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ موجودہ عالمی سطح کی احتجاجی مہم سے مغربی ملکوں کے سوچنے سمجھنے والے عناصر کو یہ احساس تو ضرور ہو گیا ہوگا کہ مسلمان اپنے مذہب کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، لہٰذا امید کی جا سکتی ہے کہ آئندہ اس قسم کے خطرناک اور قابل اعتراض اقدامات کو کبھی نہیں دہرایا جائے گا۔ اس سلسلے میں ایک چیز اور قابل غور ہے، جس پر مسلمان ممالک اور یورپی ممالک کو غور کرنا چاہیے کہ امریکہ کی موجودہ انتظامیہ اس مسئلے کو بھی اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس عالمی احتجاج کو انہوں نے صرف ایران اور شام کے کھاتے میں ڈال کر اپنے پالیسی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ احتجاج صرف ایران اور شام کے کھاتے میں ڈال کر اپنے پالیسی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ احتجاج صرف ایران اور شام کی طرف سے نہیں، بلکہ تمام مسلم دنیا کی طرف سے ہے، لہٰذا یہ احتیاط لازم ہے کہ کسی مفاد پرست لیڈر یا گروہ کو خواہ اس کا تعلق مسلمانوں سے ہو یا اہلِ مغرب سے ہو، اس واقعہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم جس میں دنیا کے تمام مسلمان ممالک شامل ہیں، اس سلسلے میں مشترکہ لائحہ عمل اختیار کر سکتی ہے اور سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر کے قلیل المدت اور طویل المدت دونوں طرح کے منصوبے بنا سکتی ہے، تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کو روکا جا سکے۔ وہ یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ اس قسم کی حرکت کرنے والے ملک کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل کے طور پر مسلمان ملک کیا اقدام کریں گے اور اس وقت جو بدمزگی مسلمان ملکوں اور مغربی ملکوں کے درمیان پیدا ہو چکی ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے کیا تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں۔ جہاں تک تجارتی بائیکاٹ یا اس قسم کے دیگر اقدامات کا تعلق ہے، یہ بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہوں گے، جب تک تمام مسلمان ممالک متحد ہو کر ان اقدامات کا فیصلہ نہیں کرتے۔ دیکھنا یہ بھی ہے کہ ان اقدامات سے کیا دنیا کی فضا کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ مسلمان ممالک کو ان کے سیاسی، اقتصادی اور مذہبی شعبوں میں کوئی فائدہ بھی حاصل ہوگا یا نہیں؟ ☆

ڈنمارک کا بائیکاٹ......

یہ ضروری نہیں کہ واقعات کے تسلسل اور حاصل شدہ یا اخذ کردہ نتائج کو ہمیشہ ایک ہی منطق کے تناظر میں دیکھا جائے، نہ ہی وہ ہمیشہ کسی مشترک منطق کے رہین منت رہتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ (پیغمبر اسلام کا ترجمہ کرنا چاہیں تو آپ ''پیغمبر امن'' بھی لکھ سکتے ہیں، کیونکہ اسلام کے لغوی معنی ''امن'' ہی ہیں) کے توہین آمیز اور اشتعال انگیز کارٹونوں کی اشاعت پہلے ہی متعدد پر تشدد واقعات کا باعث بن چکی ہے، جن کی بازگشت مستقبل میں سنائی دیتی رہے گی۔ مثلاً کسی بھی ''روزنامہ'' میں صرف ایک مرتبہ یہ چھپنا کافی ہوگا کہ افغانستان میں غیر ملکی افواج کی موجودگی ہلکے پھلکے عوامی اضطراب کا باعث بن رہی ہے، اس طرح ''ہلکے پھلکے اضطراب'' کو شدید غم و غصے میں بدلنے کی وجہ ہاتھ آجائے گی۔ ڈنمارک کے ایک غیر ذمہ دار اخبار نے عقیدہ اسلام کے پیروکاروں (مسلمانوں) کو اکسانے اور اشتعال دلانے کی جو شعوری کوشش ہو چکی ہے، اس پر بہت سے سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں۔ شاید ڈنمارک کی حکومت بھی ان سوالات کا کافی اور درست جواب دے سکے، تاہم ایک بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس کے ناقابل فہم رویے نے ''جلتی پر تیل'' کا کام کیا۔ پہلا سوال ہر صورت حد درجہ سادہ ہونا چاہئے اور وہ سوال ہے۔ ''کیوں''؟ یعنی ایسا کیوں ہوا؟ اس سوال کے ایک سے زیادہ جواب دیئے جاسکتے ہیں۔ زیر بحث اخبار کا ایک مدیر یورپی ٹیلی ویژن کی سکرین پر آیا۔ اس کا لہجہ صاف چغلی کھار ہا تھا کہ وہ ایک تصنع پسند شخص ہے۔ اس نے کہا کہ کارٹونوں کی اشاعت کا مقصد مسلمانوں کی دلآزاری ہرگز نہ تھا۔ صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ مسلمان بڑی تعداد میں دہشت گرد بن چکے ہیں۔ یہ دلیل یا وضاحت کسی ایسے شخص کو ہی قائل کرسکتی ہے، جس کا ذہن خود فریبی کا شکار ہو۔ اگر مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنا ہی مقصود تھا تو یہ کام اسامہ کی تصویر یا کارٹون سے کیوں نہ لیا گیا؟ اس مذہب کے پیغمبرؐ کا خاکہ کیوں شائع کیا گیا، جس مذہب میں تصویر کشی کا ملا ممنوع ہے اور جو بت پرستی کو سختی سے مسترد کرتا ہے؟ اسامہ کے کارٹون ہمارے اخبارات میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں، لیکن ان پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ مندرجہ بالا دلیل میں وزن پیدا کرنے کے لئے ایک اور دلیل کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی۔ یورپ کا بین البراعظمی میڈیا آخر الذکر دلیل کی مسلسل توثیق کر رہا ہے اور وہ دلیل کیا ہے؟ پریس کی آزادی....... یہاں تک کہ ''لی ماندے'' جیسا معروف اخبار وہ خاکے دو مرتبہ شائع کر چکا ہے۔ لیکن آج تک کوئی ایسا ملک یا معاشرہ میری نظر سے نہیں گزرا، جہاں آزادی اظہار رائے کو اس حد تک بے لگام کر دیا جائے کہ کوئی شخص پریس کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ ہی نہ کرسکے، یعنی یعنی اگر پریس آزادی کی آڑ میں کسی کو رسوا کرنے کی کوشش کرے تو متاثرہ شخص، ادارہ یا عقیدہ (یعنی کسی متاثرہ عقیدے سے تعلق رکھنے والا شخص) اپنی رسوائی کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی نہ کرسکے۔ ہمارے ایک ایڈیٹر نے نئی دہلی میں ڈنمارک کے سفارتخانے سے رابطہ کیا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا ان کے ملک میں ایسے قوانین موجود ہیں، جن کے تحت آزادی اظہار رائے کا ڈسا ہوا کوئی شخص داد فریاد کرسکے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہمیں جلد ہی اس سوال کا جواب دیں گے۔ ہم ابھی تک ان لوگوں کی طرف سے جواب کے منتظر ہیں، لیکن یہ انٹرنیٹ کا دور ہے، معلومات جس قسم کی بھی ہوں، ان کا حصول دشوار نہیں رہ گیا۔ میں یہاں ڈنمارک کی تعزیرات کی دفعہ 266 بی کا حوالہ دینا چاہتا ہوں، جس کے مطابق: ''اگر کوئی شخص سر عام یا ارادتاً بہت سے لوگوں کے علم میں لاکر کوئی اس قسم کا بیان دے یا ایسی معلومات مہیا کرے، جن میں سے کسی مخصوص طبقے کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، وہ بیان دھمکی آمیز ہو، نسلی تعصب کو ہوا دے، کسی کے عقیدے پر حرف آتا ہو یا کسی مخصوص طبقے کے جنسی رجحانات کو اعتراض اور تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہو تو اسے جرمانہ کیا جاسکتا ہے یا دو سال تک قید محض کی سزا سنائی جاسکتی ہے''۔

مزید برآں ''دفعہ 140'' کے تحت جس مذہب کے پیروکار اس ملک میں قانونی طور پر مقیم ہیں، ان کا مذاق اڑانا یا طریق عبادت کی تضحیک کرنا

جرم ہے۔ جس کی پاداش میں ملزم کو جرمانہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اسے 4 ماہ قید کی سزا بھی سنائی جاتی ہے۔ یورپ میں محولہ بالا قانون سازی کی وجہ یہ ہر گز نہیں کہ مسلمانوں یا اسلام کو تنقید و توہین سے بچایا جائے، نہ ہی یہ کہ یورپ میں اخلاقیات کی بہت زیادہ خیال کیا جاتا ہے۔ دراصل یہود مخالف سرگرمیوں سے یورپ کی تاریخ اٹی پڑی ہے۔ دراصل ایک زمانہ تھا کہ وہاں یہودیوں کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جو قوانین یہودیوں کے حق میں یا انہیں بے جا مخالفت سے بچانے کے لئے وضع کیے گئے، میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آج کل صورت حال یہ ہے کہ یہودیوں کے ''ہولو کاسٹ'' سے انکار یا اس پر شبہ کرنے والے کسی بھی شخص کے لئے جیل یاترا لازمی ہو جاتی ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں برطانیہ کا ایک بے چارہ مورخ آج کل آسٹریا کی ایک جیل میں بند ہے، بہت خوب۔ تو پھر ڈنمارک کے وزیراعظم اینڈرزفوگ راس مسن بے بسی کا اظہار کیوں کر رہے ہیں، انہوں نے کسی کو خود تو جیل نہیں بھیجا، نہ ہی وہ ایسا کر سکتے ہیں، لیکن وہ یہ معاملہ بآسانی اپنے ملک کی عدلیہ کے سپرد کر سکتے تھے اور عدلیہ کوئی نہ کوئی فیصلہ سنا دیتی۔ زیر بحث خاکوں کی اشاعت کو کئی ماہ گزر چکے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی توہین ہضم کرنے اور پُرسکون ہونے کے لئے یہ عرصہ کافی تھا۔ خاکے پہلی مرتبہ 30 ستمبر کو شائع ہوئے۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر اور تقریباً جنوری تک کوئی عوامی ردعمل سامنے نہیں آیا، تاہم سرکاری سطح پر ردعمل کا اظہار ضرور کیا گیا۔ سعودی عرب اور لیبیا کی حکومتوں نے ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلوا لئے۔ ڈنمارک کے وزیراعظم جو آج کل پرامن مذاکرات کی ضرورت پر حد درجہ زور دے رہے ہیں، اس وقت تو انہوں نے پریس کانفرنس تک طلب نہ کی۔ 11 اسلامی ملکوں کے سفیر ان سے بات کرنا چاہتے تھے، جسے انہوں نے اپنی تحقیر پر محمول کیا۔ مسلمانوں کی ناراضگی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ خواہ مخواہ متعصّبانہ رویہ روا رکھا جاتا ہے۔ ہم برطانیہ کے روزنامہ ''گارڈین'' کے شکر گزار ہیں، جس نے ایک سٹوری شائع کی اور ہمیں پتہ چل گیا کہ ڈنمارک کے جس اخبار نے پیغمبر اسلام کے توہین آمیز خاکے شائع کئے، اس نے تقریباً 3 سال قبل متوقع اور شدید عوامی ردعمل کے پیش نظر حضرت عیسیٰؑ کے تضحیک آمیز کارٹون شائع کرنے سے معذرت کر لی تھی، کیونکہ وہ کارٹون خاصے جارحانہ نوعیت کے تھے۔ وہ ایک درست فیصلہ تھا۔ جرمنی کے ایک جریدے ''ڈائی ویلٹ'' (Die Welt) کے ایڈیٹر کا ایک بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ ''اس طرح کے خاکوں کی اشاعت ہماری ثقافت کا حصہ ہے'' لیکن اسے ایک ایسا کارٹون شائع کرنے کی ہمت نہ ہوئی، جس میں اسرائیلی وزیراعظم کو فلسطینیوں کے بچے کھاتے دکھایا گیا تھا، حالانکہ وہ کارٹون برطانوی اخبار ''انڈی پینڈنٹ'' میں جنوری 2003ء میں شائع ہو چکا تھا۔ ایک صحافی ہونے کے ناطے میں بھی اس قسم کا کوئی خاکہ شائع کرنے سے انکار کر دوں گا، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یورپ کے ایڈیٹر صاحبان کو اچانک کوئی دورہ پڑ گیا ہے اور وہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف کارٹونوں کی اشاعت پر تنقید کو برداشت ہی نہیں کر پا رہے۔ حضرت یسوع مسیحؑ حتیٰ کہ اسرائیلی وزیراعظم کے خاکے تو شائع نہ کئے جاسکے۔ پریس کی آزادی کو اس شرانگیز فعل کا جواز تو نہ بنایا جاسکا، پھر اب ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سب دھوکے بازی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ ڈنمارک کے اخبار ''جلینڈز پوسٹ'' (Jyllands Posten) جس نے متنازعہ خاکے شائع کئے، اس کے مدیر ثقافت فلیمنگ روز کا ایک بیان 9 فروری کے ''انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبون'' میں شائع ہوا، جس میں اس نے کہا کہ اس کا اخبار ''ہولوکاسٹ'' کے تضحیکی خاکے شائع کرنے کے لئے بھی تیار ہے۔ ایران کا ایک غیر ذمہ دار اخبار بھی ان خاکوں کی اشاعت پر مصر ہے، لیکن دو غلطیوں کو باہم ملا دینے سے ایک درست فعل کا معرض وجود میں آنا ممکن نہیں۔ اس کے فوراً بعد ڈنمارک کے اخبار نے ایک وضاحت شائع کر دی کہ وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، یعنی اس نے ''ہولوکاسٹ'' کے خاکے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ گزشتہ ہفتے جن دنوں یہ طوفان متشکل ہو رہا تھا، میں برطانیہ میں تھا۔ میرے خیال میں برطانوی اخبارات دیگر یورپی ممالک کے اخبارات کے مقابلے میں آزادی اظہار کی کم خواہش نہیں رکھتے، لیکن بہت زیادہ دباؤ کے باوجود انہوں نے وہ کارٹون شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ بی بی سی نے اپنے روایتی فریب سے کام لیتے ہوئے ان خاکوں کی ایک جھلک دکھا دی اور پھر وہ سکرین سے غائب ہو گئے۔ اس طرح اس نے دونوں فریقین کو خوش کر لیا، یعنی خاکے کی اشاعت کا مطالبہ کرنے والے بھی معترض نہ ہوئے اور مخالفت کرنے والوں نے بھی اس جھلک پر اعتراض نہ کیا، تاہم بی بی سی کا وہ انداز کسی کو پسند نہ آیا، نہ ہی اس سے کوئی متاثر ہوا، حالانکہ آبزرور کا تعلق بائیں بازو سے ہے اور سنڈے ٹیلی گراف دائیں بازو والوں کا حامی ہے۔ اس نظریاتی بُعد کے باوجود دونوں اخبارات نے دوسروں

کے عقائد کے احترام پر زور دیا اور اس حوالے سے طویل مضامین بھی شائع کئے۔ برطانوی میڈیا کو دنیا بھر میں جرات مند بلکہ جارحانہ اوصاف کا حامل خیال کیا جاتا ہے، لیکن کیونکہ وہ قانوناً پابند تھا کہ متنازعہ بیانات یا خاکوں کی اشاعت سے مکمل گریز کرے، لہٰذا وہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کیا اور برطانوی مسلمانوں کا لگاؤ بھی برطانیہ کے ساتھ بڑھ گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے جب ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا تو ڈنمارک کے وزیراعظم کو گھبراہٹ کے باعث پسینہ آ گیا۔ ''تجارت ان کا خدا ہے''۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی زبان کو سمجھتے ہیں، جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ انتقام پُرتشدد کارروائیوں میں مضمر ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ تشدد بذات خود غلط چیز ہے، جس کے بے بہا نقصانات ہیں، جبکہ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ حد درجہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے۔ ڈنمارک کے مکھن، پنیر یا دیگر اشیاء سے دور رہ کر بھی زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ یہ ''یہ آپ کا شکریہ'' کہنے کا بہترین انداز ہے۔ ڈنمارک کے وزیراعظم جوابات کی تلاش میں ہیں، لیکن درست جواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ درست سوال کریں۔ ڈنمارک کے وزیراعظم کے لئے ایک تجویز ہے۔ ''ڈنمارک نے اپنے دشمن بنائے، ان پر فکر مند نہ ہوں۔ صرف ان دوستوں کے بارے میں فکر مند ہوں، جو ڈنمارک ''گنوا بیٹھا ہے''۔ (بشکریہ: ''خلیج ٹائمز''...... ترجمہ: شفیق الرحمٰن میاں) ☆

❁ ❁ ❁

کتاب گھر کی پیشکش

http://www.kitaabghar.com

عالم اسلام سراپا احتجاج

پاکستان کے ایوان بالا سینیٹ نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر ایک متفقہ قرارداد مذمت منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ یورپی ذرائع ابلاغ خصوصاً ڈنمارک کے اخبار نے یہ حرکت دانستہ کی ہے جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایمان اور جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔قرارداد میں کہا گیا کہ سب سے تشویشناک بات یہ ہے کہ ڈنمارک کے اخبار نے یہ ''کیری کیچرز'' خصوصی طور پر بنوائے ہیں۔سینیٹ کے مطابق یورپی اخبارات مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود مسلسل ان ''کیری کیچرز'' کو دوبارہ چھاپ رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف اپنا اشتعال انگیز رویہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔سینیٹ نے پاکستانی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس مسئلے پر تمام یورپی ممالک جہاں کے اخبارات میں یہ کیری کیچرز چھپے ہیں ان کے سفیروں کو بلا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروائیں۔سینیٹ کی قرارداد کے بارے میں بات کرتے ہوئے متحدہ مجلس عمل کے پارلیمانی لیڈر پروفیسر خورشید نے کہا کہ پاکستان کو احتجاجی طور پر ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لینا چاہیے۔انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد سے اسلام' قرآن مجید اور پاکستان کو یورپی ممالک نے تضحیک کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔سینیٹ کے قائد ایوان وسیم سجاد نے کہا کہ حکومت پاکستان کو ان کیری کیچرز کی اشاعت کی مذمت کرنی چاہیے۔واضح رہے کہ پاکستانی دفتر خارجہ نے ان کیری کیچرز کی اشاعت کے بعد اسلام آباد میں تعینات ڈنمارک کے سفیر کو دفتر طلب کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا تھا۔

پاکستان بھر میں ان کیری کیچرز کی اشاعت کے خلاف مظاہرے ہوئے اور مظاہرین نے کہا کہ کیری کیچرز کی اشاعت سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی توہین ہوئی ہے۔مسلم دنیا کے ردعمل میں شدت آرہی ہے۔یورپ کے کچھ اخبارات میں پیغمبر اسلام کے بارے میں متنازع گستاخانہ خاکوں کی از سر نو اشاعت سے مسلم دنیا میں ردعمل بڑھتا جا رہا ہے اور مسلم ممالک نے اس کی شدید مذمت کی ہے۔ادھر شدت پسندوں نے فلسطین میں ڈنمارک' ناروے اور فرانس کے سفارت خانوں کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی ہے۔مسلح فلسطینیوں نے غزہ شہر میں یورپی یونین اتحاد کے دفتر کو عارضی طور پر گھیرے میں لے لیا۔ناروے نے غرب اردن میں اپنے مشن کو بند کر دیا ہے۔

مذہبی رہنما نہ صرف یورپی مصنوعات کے بائیکاٹ اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہرے کرنے کی حمایت کی ہے۔مصر کے صدر حسنی مبارک نے کہا کہ آزادی اظہار کی آڑ میں مذہب کی توہین نہیں کی جا سکتی۔انہوں نے کہا کہ اگر صورتحال کو درست انداز سے قابو میں لانے کی کوشش نہ کی گئی تو انتہا پسند اس کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔انڈونیشیا میں وزارت خارجہ نے اسی قسم کا بیان دیا ہے۔

شیطانی ذہن کا مالک ایڈیٹر برطرف:

دوسرے کئی ملکوں کے ساتھ فرانس کے اخبار فرانسو سواغ میں پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکوں کو شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر کو برطرف کر دیا گیا ہے۔

اخبار فرانسو اسواغ کے ایڈیٹر کو اخبار کے مالک نے برطرف کیا ہے اور برطرفی کے فیصلے کے اعلان میں کہا گیا ہے' اس اقدام کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ اخبار کے مالک لوگوں کی ذاتی اعتقادات اور مذہبی شخصیات کی دل سے عزت و تکریم کرتے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے اخبار کے ایڈیٹر کو پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکے شائع کرنے کی سزا کے طور پر ملازمت سے برطرف کیا ہے۔ اخبار کے مالک ریمون لاکا نے اے ایف پی کو بتایا کہ ہم مسلمان اور تمام لوگوں سے معذرت کرتے ہیں جن کو گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے صدمہ

پہنچا۔

فرانس کے علاوہ اٹلی، جرمنی اور ہسپانیہ کے اخباروں نے بھی پیغمبر اسلام کے وہ گستاخانہ خاکے شائع کیے تھے جن پر مسلمان ممالک میں احتجاج کیا جارہا ہے۔

کئی عرب ممالک نے ڈنمارک سے گستاخانہ خاکے شائع کرنے والوں کے لیے سزا کا مطالبہ کیا تھا۔ سعودی عرب اور شام نے متنازعہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا لیے تھے۔

جن اخباروں میں یہ گستاخانہ خاکے شائع ہوئے ہیں ان میں پیرس سے شائع ہونے والا اخبار فرانسواسواغ کے علاوہ جرمنی کا ڈائی ویلٹ، اٹلی کا لاسٹیمپا اور ہسپانیہ کا ایل پیریڈیکو شامل ہیں۔ مذکورہ یورپی ممالک کے اخباروں میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا بنیادی مقصد ڈنمارک کے اخبار کے ساتھ اظہار یکجہتی قرار دیا گیا تھا۔ پیرس سے شائع ہونے والے اخبار فرانس سواغ کا کہنا تھا کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ایک سیکولر معاشرے میں مذہبی کٹر پن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شام میں سفارتخانے نذر آتش/ تنازعہ شدت اختیار کر گیا:

ڈنمارک کے سفارتخانے کو آگ لگانے کے بعد مظاہرین اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے ناروے کے سفارتخانے پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے آنسو گیس کے استعمال سے مظاہرین کو منتشر کرنے کی کوشش کی تاہم سکیورٹی اہلکار مشتعل مظاہرین کو روک نہ سکے۔ اسلام میں پیغمبر اسلام کی کسی طرح بھی شبیہ بنانا جائز نہیں ہے۔ اردن کے ایک اخبار میں متنازعہ گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے بعد اخبار کے برطرف کیے گئے مدیر کو ایک گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اردن کے ذرائع ابلاغ کے قوانین کے مطابق اخبار کے مدیر جہاد مومائی پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ اردن میں یہ گستاخانہ خاکے شائع کرنے والا پہلا اسلامی ملک ہے۔ اردن کے شاہ عبداللہ نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے اسے آزادی اظہار کا غیر ضروری اور غلط استعمال قرار دیا تھا۔ اخبار کے مدیر کو شاہ عبداللہ کے بیان کے بعد گرفتار کر لیا گیا تھا۔ عراق، ترکی، مصر اور انڈونیشیا کے علاوہ دنیا بھر میں کارٹونوں کی اشاعت پر شدید احتجاجی مظاہرے جاری ہیں۔ کئی عرب ممالک نے ڈنمارک کے اس اقدام کے بعد بائیکاٹ، موت کی دھمکیاں اور سفارتی پابندیوں کی دھمکی ہے۔ غزہ اور غرب اردن میں فلسطینی مظاہرین احتجاجی مظاہرے کر رہے ہیں جبکہ لندن میں ڈنمارک کے سفارتخانے کے باہر بہت سے مظاہرین جمع ہیں۔ ایران نے کہا ہے کہ وہ ان ممالک سے کاروباری اور تجارتی تعلقات ختم کرنے پر غور کر رہا ہے جہاں یہ گستاخانہ خاکے شائع کیے گئے ہیں۔

رومن کیتھولک چرچ نے بھی گستاخانہ خاکے شائع کرنے کے خلاف اپنی آواز بلند کی ہے۔ ویٹی کن کے ایک ترجمان کا کہنا ہے کہ آزادی اظہار کا مطلب کسی کے مذہبی عقائد و جذبات مجروح کرنا نہیں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ پر امن طور پر رہنے کے لیے ضروری ہے کہ قومیں ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھیں۔

شام میں مشتعل عوام روزانہ ہی ڈنمارک کے سفارتخانے کے آگے دھرنا دے رہے تھے۔ چند روز پہلے شام نے ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا تھا۔ سینکڑوں مظاہرین نے پہلے ڈنمارک کے سفارتخانے پر پتھراؤ کیا اور پھر ناروے کے سفارتخانے کا رخ کیا۔ مظاہرین نعرے بلند کر رہے تھے اے اللہ کے رسول ہم اپنے خون اور روح سے آپ کا دفاع کریں گے" کچھ افراد نے ڈنمارک کے جھنڈے کی جگہ دوسرا جھنڈا نصب کر دیا جس پر کلمہ لکھا ہوا تھا' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ سفارتخانہ بعد میں بند کر دیا گیا تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ آیا مظاہرے کے وقت اس میں کوئی موجود تھا یا نہیں۔ نذر آتش کیے جانے کے بعد سفارتخانے سے کالے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے جس کے فوری بعد جائے وقوعہ پر ایمبولینس پہنچ گئیں۔

کوپن ہیگن میں حکومت نے اپنے شہریوں سے کہا کہ وہ فوراً شام سے واپس آجائیں۔ چند روز تنازعہ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ڈنمارک کے

http://www.kitaabghar.com

وزیراعظم نے مسلمان سفیروں کے سامنے اس معاملے پر اپنی پوزیشن واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔

اسلامی ممالک میں شدید احتجاج اور مظاہرے' امریکہ و برطانیہ کی طرف سے مذمت:

برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکوں کو دوبارہ شائع کرنے کے فیصلے پر تنقید کی اور کہا کہ آزادی اظہار رائے کی سب قدر کرتے ہیں' لیکن دانستہ اشتعال کی کوشش غلط ہے اور دوبارہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت غیر ضروری تھی۔

امریکی محکمہ خارجہ نے گستاخاکوں پر اپنا ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح مذہبی اور لسانی منافرت کو ہوا دینا قطعی ناقابل قبول ہے۔ مسلم ممالک میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد پیغمبر اسلام کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج کیا جا رہا ہے۔ کئی ممالک میں مظاہرے ہوئے ہیں اور مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے پہلے ڈنمارک اور پھر یورپ کے کچھ ممالک کے اخباروں میں ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف شدید مذمت کی ہے۔ پاکستان سمیت کئی ملکوں میں مظاہرین نے احتجاجی بینرز اٹھا رکھے تھے۔ جن پر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف غم و غصے کا اظہار تھا۔ انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق مظاہرین کچھ دیر کیلئے ڈنمارک سے سفارتخانے میں گھس گئے۔

دریں اثناڈنمارک کے وزیراعظم اینڈرسن فوگ نے کوپن ہیگن میں اسلامی ممالک کے سفیروں سے ملاقات کی ہے تاکہ وہاں پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکے شائع ہونے کے بعد مسلم دنیا میں جو غم و غصہ جاری ہے اس کو ختم کیا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلے کی اصل وجہ ثقافتی اور سماجی اختلافات ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے ایک عربی ٹی وی پر آ کر ایک مرتبہ پھر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے مسلمانوں کی دل آزادی پر معذرت کی ہے تاہم انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی ذمہ دار نہیں۔ ادھر فرانس کے وزیر داخلہ نکولس سر نے فرانسیسی اخبار کی طرف سے پیغمبر اسلام کے بارے میں متنازعہ گستاخانہ خاکوں کو دوبارہ شائع کرنے پر حیرت کا اظہار کیا' لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تنقید کا حق جمہوریت کا لازمی جزو ہے اور اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ فرانس اور اردن میں ان اخباروں کے ایڈیٹر مستعفی ہوگئے جنہوں نے ان متنازع گستاخانہ خاکے چھاپے تھے۔ اردن میں ایک روزنامہ ایشیا نے تین متنازعہ گستاخانہ خاکے یہ کہہ کر چھاپے کہ مسلمانوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کس چیز کے خلاف احتجاج کررہے ہیں۔ اخبار کے ایڈیٹر نے دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ گستاخانہ خاکوں کے معاملے پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ذمہ داری کا مظاہرہ کریں۔ اخبار مالک نے ایڈیٹر کو چند گھنٹوں بعد ہی ملازمت سے نکال دیا گیا۔ ڈنمارک کی حکومت نے سعودی عرب اور شام میں اپنے سفیروں کو واپس کوپن ہیگن میں بلالیا ہے تاکہ ان سے پیغمبر اسلام کے گستاخانہ خاکوں سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور کیا جاسکے۔ ڈنمارک کی کمپنیوں کو مسلمانوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے نقصان ہونا شروع ہوگیا ہے۔ ڈنمارک کی ڈیری فرم' ارلہ نے اعلان کیا تھا کہ اس نے ایک سو پچیس ملازموں کو برخاست کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ گاہک کم ہونے کی وجہ سے ان کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ یورپین ٹریڈ کمشنر پیٹر مینڈلسن نے کہا کہ جن اخباروں نے ان گستاخانہ خاکوں کو دوبارہ شائع کیا ہے۔ انہوں نے بھڑکتی ہوئی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا ہے۔

ملائیشیا کے وزیراعظم عبداللہ بداوی نے پیغمبر اسلام کی توہین پر مبنی گستاخانہ خاکے چھاپنے پر ملائیشیا کے ایک اخبار کی بندش کا حکم جاری کیا تھا۔ ایک ڈینش اخبار میں ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد پوری مسلم امہ میں زبردست احتجاج ہوا ہے اور احتجاج کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ افغانستان میں ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر ہونے والے پرتشدد احتجاجی مظاہروں میں درجن بھر افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ اپنے ایک خطاب کے دوران عبداللہ بداوی نے کہا: ''اسلام اور مغربی دنیا میں ایک دوسرے کی کردار کشی ترک کر کے انتہا پسندی کی روک تھام اور اعتدال پسندی کی حوصلہ افزائی کیلئے اقدامات کرنے چاہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسامہ بن لادن اسلام اور اس کے پیروکاروں کا ترجمان ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک ناقابل تردید امر ہے کہ مغربی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر زہر افشانی کی جاتی ہے لیکن مسلمانوں کو اپنے تئیں

عیسائیوں‘ یہودیوں اور مغربی دنیا کے بارے میں مذمت سے گریز کرنا چاہیے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ملائیشیا اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی کا موجودہ سربراہ ہے۔‘‘

یمن کے ایک اخبار کے مطابق اس کے مدیر محمد الاسدی کو پیغمبر اسلام کے توہین آمیز گستاخانہ خاکوں کے کچھ حصے شائع کرنے پر گرفتار کرلیا گیا ہے۔ چند روز قبل یمن ابزرور کا لائسنس اس وقت معطل کر دیا گیا تھا جب اس میں اداریے کے ساتھ متنازعہ گستاخانہ خاکے کے کچھ مبہم حصے چھاپ کر اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ آزادی صحافت اور ذمہ داری کے موضوع پر بحث کروائی جانی چاہیے۔ گرفتار ہونے والے مدیر کے وکیل کو حکام کی جانب سے بتایا گیا ہے کہ گرفتاری ان کی حفاظت کے پیش نظر کی گئی ہے تاہم ان کی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔ اخبار کی انٹرنیٹ پر اشاعت باقاعدہ طور پر بند نہیں کی گئی ہے اور اس وقت یہ اخبار انٹرنیٹ کے ذریعے شائع ہو رہا ہے۔ اخبار پر پابندی اور مدیر کی گرفتاری کا فیصلہ یمنی وزیراعظم کے دفتر کی ہدایت پر کیا گیا ہے۔ یمن کے دو اخباروں ’الرائے العام‘ اور ’الحریہ‘ کے لائسنس بھی گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے باعث منسوخ کر دیئے گئے۔ اطلاعات کے مطابق دیگر ہفت روزہ جرائد کے مدیران بھی اسی الزام کے تحت حراست میں ہیں اور ان پر مقدمات چلائے جائیں گے۔ ان جرائد کے لائسنس بھی منسوخ کر دیئے گئے ہیں اور مقدمات میں جرم ثابت ہونے کی صورت میں انہیں توہین رسالت کے جرم میں پانچ سال تک سزا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے ساری دنیا میں احتجاجی جلسے جلوسوں اور مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ آپ ؐ کی رسالت کا اقرار کرنے والے متحد ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کے مقابلے میں کونسا لائحہ عمل اختیار کرتے ہیں کہ آئندہ کسی بھی فرد کو بھی یہ جرات نہ ہو کہ وہ اسلام کے خلاف شیطانی حرکات کا ارتکاب کرنے کی کوشش کرے۔

پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے ڈنمارک‘ ناروے اور یورپی ممالک کے اخبارات میں پیغمبر اسلام کے بارے میں چھپنے والے کارٹونوں کی اشاعت کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کو مزید تقویت ملے گی۔

اسلام آباد میں نجی ٹی وی چینلز کے نیوز ڈائریکٹرز اور اخباروں کے کچھ ایڈیٹرز سے بات کرتے ہوئے پاکستانی صدر نے کہا کہ وہ ان ’’کیری کیچرز‘‘ کی اشاعت پر پرزور مذمت کرتے ہیں اور انہیں اس بات کا افسوس ہے کہ ان ’’کیری کیچرز‘‘ کو بعض یورپی اخبارات دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان ’’کیری کیچرز‘‘ کو چھاپنے والوں نے اربوں مسلمانوں کے احساسات کا خیال کیے بغیر یہ ’’کیری کیچرز‘‘ چھاپے ہیں اور یہ آزادی صحافت کا بالکل غلط استعمال ہے۔

❁ ❁ ❁

http://www.kitaabghar.com

یورپ کی ذہنی خباثت اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داری

توہین رسالتؐ پر مبنی خاکوں نے عالمی سطح پر کشیدگی میں اضافہ کر دیا ہے‘ استعماری طاقتوں نے کروسیڈ کو ایک نئی شکل میں خونریزی کا سامان بنانا شروع کر دیا ہے‘ کچھ عرصہ سے تہذیبوں کے تصادم پر‘ امن پسند حلقوں میں جو پریشانی اور اضطراب پایا جاتا تھا اس میں اس بنا پر کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے کہ نام نہاد مہذب طاقتوں نے اس تصادم کو مزید خطرناک بنا ڈالا ہے۔ امریکہ کے صدر بش نے ڈنمارک کے وزیراعظم کی علانیہ حمایت سے اسلامیان عالم کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔ امریکہ نے دہشت گردی ختم کرنے کے عذر کے تحت جو عالمگیر دہشت گردی شروع کر رکھی ہے‘ اب یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے۔ پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ سینٹ کو وفاقی وزیر صحت ڈاکٹر نصیر خان نے بتایا کہ جن ممالک میں نبی پاکؐ کی ذات کے حوالے سے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے ہیں‘ حکومت نے ان ممالک سے ادویات کی درآمد روک دی ہے اور آئندہ ان ممالک سے کسی قسم کی کوئی دوائی درآمد نہیں کی جائے گی۔

ادھر مغرب میں مسلمانوں کے خلاف تعصب اور اشتعال انگیزی کے ''مظاہرے'' بھی جاری ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے مسلمانوں کی دراندازی میں اضافہ کرتے ہوئے ایران اور شام کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں ملک گستاخانہ خاکوں کے مسئلے کو مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ ایران نے سرکاری طور پر اس بیان کو سو فیصد جھوٹ قرار دیا ہے۔

مغربی ''رہنما'' اس نازک مسئلہ پر خاموش رہتے تو شاید اشتعال انگیزی کم کرنے میں مدد ملتی مگر لگتا ہے کہ وہ دانستہ صورتحال بگاڑنے کے درپے ہیں اور خاکوں کی اشاعت کو آزادی صحافت کا تقاضا قرار دے رہے ہیں۔ او آئی سی کے مطابق پیغمبروں کی توہین آزادی اظہار کا غلط استعمال ہے۔ قندھار سے موصولہ ایک اطلاع کے مطابق طالبان نے کہا ہے کہ توہین آمیز خاکے بنانے والے کو قتل کرنے والے کو 100 کلو سونا دیا جائے گا۔ طالبان کے سینئر کمانڈر ملا داد اللہ نے نامعلوم مقام پر ایک غیر ملکی نیوز ایجنسی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ طالبان فورس کے 100 خودکش حملہ آور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا بدلہ لینے کیلئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ توہین آمیز خاکے بنانے والے شخص کو قتل کرنے والے کو 100 کلو سونا دیا جائے گا‘ جبکہ افغانستان میں تعینات ڈنمارک‘ جرمنی اور ناروے کے کسی ایک فوجی کو ہلاک کرنے والے کو پانچ کلوگرام سونا دیا جائے گا۔

ڈینش اخبار جیلانڈرز پوسٹن کے ایڈیٹر فلیمنگ روز نے پوری دنیائے اسلام کے جذبات کو مزید مجروح کرتے ہوئے اپنے موقف پر قائم رہنے کا اظہار کیا ہے۔ ایڈیٹر نے کہا ہے ''گستاخانہ خاکے چھاپنے کا مقصد یہ دکھانا ہرگز نہیں کہ تمام مسلمان دہشت گرد ہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسلام کو انتہا پسندی کیلئے یرغمال بنا رکھا ہے۔'' نیوز ویک سے انٹرویو میں ایڈیٹر نے کہا کہ ''کسی ایک مذہب کے پیروکاروں پر کسی دوسرے مذہب کے تحت پابندیاں عائد کرنا مناسب نہیں‘ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ سعودی عرب یا دوسرے ممالک کے لوگ ڈنمارک کے شہریوں کی سوچ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں‘ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا ''ان خاکوں کی اشاعت سے کسی کی توہین کی کوشش نہیں کی گئی‘ اس سوال پر کہ ''کیا اخبار اپنے اس عمل پر معافی مانگے گا؟'' ایڈیٹر نے کہا ''معافی کس بات کی''، اس طرح تاحال اشتعال انگیزی ختم کرنے کی جانب کوئی بھی مثبت پیش قدمی دکھائی نہیں دے رہی بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ فی الواقع منصوبہ بندی اور سازش کے تحت ہوا ہے اور شیطانی قوتیں اشتعال بڑھانے میں مصروف ہیں۔

ڈنمارک کے ایک اخبار میں توہین آمیز گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد اگر اخبار کا ایڈیٹر متعلقہ کارٹونسٹ اور ڈینش حکومت مسلمانوں سے معذرت کر لیتی تو عالم اسلام اسے فرد واحد کی غلطی یا احمقانہ غیر اخلاقی حرکت قرار دے کر نظر انداز کر دیتا اور کسی کو علم نہ ہوتا کہ یہ گستاخانہ خانہ متعلقہ اخبار نے محض غلطی سے شائع نہیں کیے بلکہ کئی ماہ قبل کارٹونسٹوں کو باضابطہ دعوت دی گئی اور مقابلے میں بیہودہ' گھٹیا اور دلآ زار گستاخانہ خاکے منتخب کر کے اخبار میں شائع کیے گئے۔ ڈنمارک کے اخبار میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر مقامی مسلمان احتجاج کر ہی رہے تھے کہ ناروے کے اخبار نے انہیں شائع کر کے اپنے پچاس ہزار سے زائد مسلمان شہریوں کو اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمانوں کے احتجاج کے بعد یہ سلسلہ رک جاتا مگر ایک طرف تو فرانس' اٹلی' ہالینڈ' آئر لینڈ' سپین اور دیگر کئی ممالک کے اخبارات نے ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے ساتھ اسے آزادی اظہار کا مسئلہ بنا کر پیش کیا' دوسری طرف مختلف صحافتی تنظیموں نے کارٹونسٹ اور اخبار کے دفاع میں بیان بازی شروع کر دی جو یہ ثابت کرنے کی کوشش تھی کہ یورپی ذرائع ابلاغ' دانشور اور اخبار نویس اسلام دشمنی کے مسئلہ پر متحد ہیں اور انہیں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی کوئی پروا نہیں۔

مسلمانوں کے عقائد اور رسول اللہ سے والہانہ عقیدت و محبت کا ہر پڑھے لکھے یہودی اور عیسائی دانشور اور صحافی کو علم ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ناموس رسالت پر مال ہی نہیں اولاد اور جان قربان کرنا ہر مسلمان سعادت سمجھتا ہے۔ اس بنا پر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہو یا آزادی اظہار کے نام پر اس کا دفاع یہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی نظر آتی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے ردعمل کے ذریعے ان کے جذبہ ایمان کو پرکھنا اور صدر بش کے جاری کردہ کروسیڈ کی کامیابی کا اندازہ لگانا آتا ہے ہر مسلمان اس حقیقت سے واقف ہے کہ دنیا میں جہاں بھی رسول اللہ کی توہین اور مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی واقعہ ہو امریکہ و یورپ کے حکمران سیاستدان' ذرائع ابلاغ اور دانشوران واقعات کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اسی لیے امریکہ اور یورپ کی آنکھ کا تارہ ہیں اور اس بنا پر ایک گھٹیا قسم کی کتاب کے مصنف سلمان رشدی کو وائٹ ہاؤس میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

امریکہ و یورپ کی اپنی تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ ایرانی صدر احمد نژاد کے اس بیان پر کہ یہودیوں کے خلاف نازی مظالم میں افسانہ طرازی کی گئی ہے اب تک تنقید کی جا رہی ہے انہیں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر گردن زنی قرار دیا جا رہا ہے اور جرمنی کی چانسلر اسرائیل کی ہاں میں ہاں ملانے میں مصروف ہیں۔ فرانس جیسے آزادی اظہار اور انسانی حقوق کے چیمپئن ملک میں کوئی اخبار نویس یا مصنف یہ تک نہیں لکھ سکتا کہ یہودیوں کے خلاف ہٹلر کے اقدامات اس حد تک سنگین نہیں تھے جتنا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے عالمگیر احتجاج کو یورپی کمیشن اور بعض یورپی ممالک نے مسترد کرتے ہوئے ڈنمارک سے اظہار یکجہتی کیا ہے اور دیگر ممالک سمیت امریکی اخبار فلاڈلفیا انگار کراڈ نے بھی خاکے شائع کر دیئے ہیں' جبکہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان ابھی تک مسلمانوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ تشدد سے گریز کریں' برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر اور فرانس کے صدر ژاک شیراک نے فون کر کے ڈنمارک کے صدر سے اظہار یکجہتی کیا جہاں تک امریکہ و یورپ کا تعلق ہے ان کے بارے میں تو مسلمانوں کی یہ غلط فہمی ختم ہو جانی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات و احساسات اور عقائد و شعائر کا احترام کریں گے۔ 9/11 کے بعد وہاں مسلمانوں کے حوالے سے جو سوچ پیدا ہوئی۔ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اس کا مظہر ہے۔ بش کی اسلام دشمن پالیسی اسی لیے آگے بڑھ رہی ہے کہ قوت کفر متحد ہے اور مسلمانوں کے روح و بدن سے عشق مصطفیٰ اور جذبہ جہاد کو دیس نکالا دینے کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ 56 اسلامی ممالک اور ان کی علاقائی عالمی اور مقامی تنظیمیں بھی زبانی جمع خرچ سے آگے بڑھنے کیلئے تیار نہیں۔ رسول اللہ کی اس اہانت پر ایران کے سوا کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ڈنمارک سے تعلقات معطل کرنے کے علاوہ ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کا موثر فیصلہ کرے۔ سعودی عرب' لیبیا اور کویت کی مارکیٹوں میں ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ جاری ہے البتہ عوام نے ہر جگہ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں مقبوضہ فلسطین کے علاوہ امریکہ کے زیر قبضہ افغانستان' عراق و پاکستان کے عوام بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

http://www.kitaabghar.com

صدر جنرل پرویز مشرف ان گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی مذمت کر چکے ہیں جبکہ وزیر اعظم شوکت عزیز نے انہیں تہذیبوں کے مابین جنگ کے خطرے سے تعبیر کیا ہے لیکن بات اب بیانات سے آگے نکل چکی ہے کوئی مانے یا نہ مانے تہذیبوں کی کشمکش کا آغاز ہو گیا ہے اور اس کا ذمہ دار یورپ ہے جس کا ثبوت گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہے۔ یورپ اسے آزادی کا اظہار کا مسئلہ بنا کر پیش کر چکا ہے جبکہ مسلمانوں اجتماعی ردعمل ظاہر کرنے اور ٹھوس اقدامات میں کامیاب نہیں ہو سکے' مشکل یہ ہے کہ مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اسی طرح عزت کرتے ہیں جس طرح دوسرے پیغمبران کرام کی۔ وہ بدلہ نہیں لے سکتے لیکن مسلم ممالک کی حکومتیں اس مرحلہ پر بھی سیاسی مصلحتوں کا شکار ہیں اور انہوں نے یورپ کو واضح طور پر اس طرح کی حرکتوں کے سیاسی' سفارتی اور اقتصادی مضمرات سے آگاہ نہ کیا تو ان کے حوصلے بڑھتے رہیں گے اور جس طرح سلمان رشدی کے بعد کئی اور سلمان رشدی پیدا ہو گئے ہیں اس طرح کے دلآزار گستاخانہ خاکوں اور مضامین کی اشاعت معمول بن جائے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ او آئی سی کا غیر معمولی اجلاس بلا کر مضبوط و موثر لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم او آئی سی کے دفتر جا کر وضاحت کرنے کا جو ارادہ رکھتے ہیں وہ شعلجموں سے مٹی جھاڑنے کے مترادف ہے جب تک وہ کھل کر یہ نہیں کہتے کہ متعلقہ اخبار اور کارٹونسٹ نے مجرمانہ حرکت کی اور آئندہ کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جن دوسرے اخبارات نے یہ حرکت کی اور جن ممالک اور اداروں نے اسے آزادی اظہار کا مسئلہ بنا کر دفاع کیا وہ بھی مسلمانوں کے معافی کے خواستگار نہیں ہوتے۔ اس وقت تک انفرادی معذرت قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا بھر میں اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اداروں اور تنظیموں کو بھی متفقہ حکمت عملی وضع کر کے کروسیڈ کی اس نئی شکل کا موثر جواب دینا چاہیے تا کہ آئندہ کسی کو جرات نہ ہو' پاکستان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

http://www.kitaabghar.com

ناموس رسالتؐ کی جنگ شروع!

ہم مسلمانوں کی یہ مجبوری ہے کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں کے پیغمبروں کے خلاف بات کر نہیں سکتے۔ ہم تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر مانتے ہیں۔ اس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ بات یہودی اور مسیحی جانتے ہیں مگر وہ حضرت محمد کو نہیں مانتے۔ یہ سب پیغمبر حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور مسلمان۔ ہم دین ابراہیمؑ کے لوگ ہیں۔ ہم ہر نماز میں پیغمبر عالم حضرت محمد پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان پر سلامتی ہو جیسی کہ اے اللہ آپ نے حضرت ابراہیمؑ پر کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے' حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت محمدؐ اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں اور دوسرے پیغمبر اسحٰق کی اولاد ہیں۔ یہ بھی ایک رنج ان کے دلوں میں ہے۔

ہر دفعہ مغرب اور امریکہ مسلمانوں کے محبوب پیغمبرؐ کے لیے گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کے لیے گستاخانہ کارٹون نہیں چھاپے۔ مسلمانوں کو اس لیے بھی دکھ ہوگا۔ یہ دکھ یہودیوں سے کم نہیں ہوگا۔ یہی کیفیت یسوع مسیح کے لیے ہے۔ مگر یہودیوں اور مسیحیوں کو اس کا احساس نہیں ہے۔ کاش انہیں اپنے اپنے پیغمبر کی اصل تعلیمات اور ہدایات پر غور کرنے کی توفیق ملتی۔

ایک بار یسوع مسیح کے حوالے سے ایک فلم بنی تھی۔ ''دی لاسٹ آف ٹیمپٹیشن آف کرائسٹ'' وہ اپنے پیغمبر یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور خدا مانتے ہیں۔ آزادیٔ اظہار کی تبلیغ دوسروں کو کرنے والے لبرل اور روشن خیال مغربیوں اور امریکیوں نے اس فلم کے بعض قابل اعتراض مناظر پر زبردست احتجاج کیا۔ ہمیں بھی خوشی ہوئی کہ ان میں غیرت نہ سہی غیرت ایمانی کی بجھتی ہوئی چنگاری تو موجود ہے۔ مسلمانوں نے بھی مسیحیوں کے ساتھ مل کر احتجاج کیا۔ کئی سینما گھروں کو جلا دیا گیا۔ کئی بندے ہلاک ہوئے۔ فرانس میں کچھ آدمی احتجاج کے دوران مر گئے۔ تب اس ردعمل کو انتہا پسندی نہیں کہا گیا تھا۔ اب مسلمانوں کی طرف سے اپنے آقا و مولا محبوب و محترم پیغمبر عالم محسن انسانیت حضرت محمد کے ماننے والوں نے احتجاج کیا ہے تو اسے انتہا پسندی کا نام دیا جا رہا ہے۔ یہ دوغلا پن یہ دوہرا معیار امریکہ اور مغرب کی پالیسی ہے۔ تب ویٹی کن سٹی کی طرف سے بھی احتجاجی بیان دیا گیا تھا۔ ویٹی کن سٹی کی طرف سے اب بھی احتجاجی بیان آیا ہے مگر اب اس کا کوئی اثر نہیں لیا جا رہا۔ تب یہ فلم بین کر دی گئی تھی اب متعلقہ حکومتیں اور اخبار معافی مانگنے کے لیے تیار نہیں۔

ویٹی کن سٹی نے امریکہ کو عراق پر حملہ کرنے سے بھی منع کیا تھا مگر اس نے حملہ کیا۔ صدر بش' پوپ کے انتقال پر اپنی بیوی کے ساتھ گیا۔ روتا بھی رہا۔ وہ خود بہت بڑا بنیاد پرست اور انتہا پسند ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انتہا پسند اسلام کا مخالف ہوں۔ اسے اسلام کو قسموں میں تقسیم کرنے کا حق نہیں۔ اسلام سلامتی ہے اور پیغمبر اسلام رحمت اللعالمین ہیں۔ سارے جہانوں کے لیے محبت اور امن کا پیغام' زمین پر رہنے والے سب انسانوں تک پہنچایا اور تا ابد سارے زمانوں تک یہ خوشبو پہنچتی رہے گی۔ ساری دنیا کے ظالم مل کر بھی اس کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ...... ''**فعنالک ذکرک** (ترجمہ)۔ ہم نے تیرے ذکر کو بلند سے بلند کر دیا) یہ سربلندی حضرت محمد کو حاصل ہے اور ہمیشہ حاصل رہے گی۔ ایک مسیحی دانشور اور تاریخ دان مائیکل ہارٹ نے ایک کتاب لکھی ہے'' دی ہنڈرڈ'' (سو بڑے آدمی)۔ اس میں پہلا نام پیغمبر عالم حضرت محمد کا ہے۔ اور یہ بات مائیکل ہارٹ کی کئی دنوں کی سوچ بچار کے بعد عمل میں آئی ہے۔ وہ اس کے بعد بھی مسیحی رہا۔ اس نے اپنے پیغمبر یسوع مسیح کا نام تیسرے نمبر پر رکھا اور یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا نام پندرھویں نمبر پر ہے۔ یہ آزادیٔ اظہار صداقت' اظہار اور جرأت اظہار کا ایک شاہکار ہے مگر یہ مغربیوں' امریکیوں' مسیحیوں اور یہودیوں کو پسند نہیں۔ اس کے باوجود یہ کتاب ان کے اپنے ہاں مقبول ترین کتاب رہی ہے اب بھی ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں

میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ جب بھی ان میں سے کسی کا ضمیر جاگے گا ان کے دل میں سچائی زور کرے گی اور وہ انصاف پر مجبور ہوں گے تو یہی کچھ کریں گے۔ امریکی اور مغربی عوام دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔ وہاں بھی حضورؐ کی گستاخی پر احتجاج ہونا چاہیے وہ جو غیر مسلم ہیں وہ بھی احتجاج کریں۔ انہوں نے عراق پر حملے کے خلاف بھی احتجاج کیا ہے۔ مگر امریکی اور یورپی حکام اور متعصب میڈیا کے لوگ مسلمانوں سے اس قدر خائف ہیں کہ وہ ان کے خلاف اس طرح کی گندی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ وہ کمیونزم سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا اسلام سے ڈرتے ہیں۔ کمیونسٹ بھی اپنے آپ کو نظریاتی کہتے اور سمجھتے تھے۔ چین اور روس کے لیے کوئی فیصلہ کرنے کا بھی موقعہ ہے پھر وقت گزر جائے گا۔ کمیونزم سے زیادہ خطرناک چیز ان کے لیے مساوات محمدیؐ ہے۔ ان کے لیے اسلامی سوشلزم کی اصطلاح بھی خوفناک تھی۔ وہ مسلمانوں سے ڈرتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی انسان خودکش حملہ بھی کر سکتا ہے۔ بزدل لوگ خودکشی تو کر سکتے ہیں مگر خودکش حملے کا تصور نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے اپنی جان لینا آسان ہے اپنی جان دینا بہت مشکل ہے۔ قربانی کا یہ جذبہ عشق رسولؐ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب عقیدہ اور عقیدت یکجا ہو جاتے ہیں اور پھر زندگی کے میدان میں وہ یکتا بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ موت کو قبول کرتے ہیں کہ موت کو زندگی سے افضل سمجھنے لگے ہیں۔ اس راہ میں مرنے والوں کے لیے مسلمانوں نے شہید کا لفظ ایجاد کیا ہے۔ شہید زندہ ہوتا ہے وہ گواہ ہوتا ہے موت کے لیے امر ہونے کی گواہی اس کے پاس ہوتی ہے جبھی تو جنرل حمید گل نے اعلانیہ کہا ہے کہ میں بھی مستقبل کا خودکش حملہ آور ہوں۔ ہر مسلمان خودکش حملہ آور بن گیا تو امریکی اور مغربی کیا کریں گے۔

سنو لوگو اب یہ جنگ ناموس رسالتؐ کی جنگ ہے۔ یہ معرکہ عشق ہے۔ عشق رسولؐ کا امتحان ہے۔ مسلمان اس امتحان میں سرخرو ہو گئے تو پھر وہ دنیا پر غالب آجائیں گے۔ مواحد حسین نے کہا کہ...... ''یہ کارٹون مسلمانوں کے لیے ایک ٹیسٹ کیس ہیں۔ یہ واقعہ مسلم امہ کو یکجا کر سکتا ہے۔ تمام مکتبہ فکر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں یہ عشق رسولؐ کا پلیٹ فارم ہے۔ N.A. کی محفل میں ہمایوں احسان نے ولولہ انگیز بات کی' بات قیوم نظامی نے شروع کی تھی۔ ہمایوں صاحب نے کہا کہ ''یہ وقت جان بچانے کا نہیں' ہماری جان بچ بھی گئی تو پھر ہمیں بحیثیت قوم بچنے کا حق نہیں۔''

رہ رہ کر مجھے خیال آتا ہے کہ یہ جنگ عظیم کی تیاری ہے۔ انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس عشق رسولؐ کی جو آگ ہے وہ ہمیں بھسم کرنے کے لیے کافی ہے۔ مسلمانوں کے دشمن دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمان اس بے غیرتی کو کس حد تک برداشت کر سکتے ہیں انہیں مسلمان حکمرانوں سے کوئی خطرہ نہیں کہ وہ ان کے غلام ہیں مگر وہ غلامان محمدؐ یعنی مسلمانوں عوام کے غیظ و غضب کو آزمانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے افغانستان اور عراق میں یہ تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ ان کے لیے ہزیمت ہی ہزیمت ہے۔ یہاں امریکہ اور یورپ ذلیل و خوار ہونے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کر سکے۔ وہ ایران میں بھی اس سے زیادہ شکست اور شکست خوردگی کا شکار ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

http://www.kitaabghar.com

عالم کفر متحد ہوسکتا ہے تو عالم اسلام کیوں نہیں؟

مرنگ ایک پہاڑی قوم ہے' ان کا لباس اتنا مختصر ہوتا ہے کہ لباس کے متعلق آپ جتنا مختصر سے مختصر سوچ سکتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مختصر۔ شہری زندگی ان لوگوں کو پسند نہیں' ہمیشہ پہاڑوں اور وہ بھی دشوار گزار اور مشکل چڑھائی والے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ مکان بھی ہمیشہ سادہ بناتے ہیں اور کھانا بھی تکلف سے خالی ہوتا ہے۔ کھیتی باڑی کر کے وہ گزارہ کرتے ہیں اور بعض گھریلو استعمال کی چیزیں تیار کر کے بیچتے ہیں۔ سؤر کا شکار اور اس کا گوشت ان کو مرغوب ہے۔

کتے کا خون خاص طریقہ سے استعمال کرتے ہیں جو ظالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی قلبی شقاوت کی غمازی بھی کرتا ہے۔ وہ یہ کہ زندہ کتے کو رسیوں سے لٹکا دیتے ہیں اور اس کے نیچے چاولوں سے بھرا ٹب رکھ دیتے ہیں۔ پھر اس کتے میں چھرا گھونپتے ہیں جس سے کتے کے بدن سے خون کے فوارے نکل کر ان چاولوں پر گرتے ہیں۔ پھر اسی خون سے وہ چاول تیار کر کے کھاتے ہیں۔ اور کتے کا گوشت بھی' بلکہ وہ تو سانپ اور ہر قسم کے جانور' درندوں کا گوشت تک کھاتے ہیں۔ ان میں کتا کھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کتے کو خوب چاول کھلاتے ہیں پھر اس چاول کے ہضم ہونے سے پہلے ہی اس کتے کو جلا کر سیخ نما بناتے ہیں' اس طرح چاول' گوشت بیک وقت تیار کرتے ہیں اور پھر مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔

ان کی بری عادتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب ان کے ہاں کسی کی موت کا وقت قریب ہو جائے اور گھر والوں کو اندازہ ہو جائے کہ اب یہ مرنے والا ہے تو اس کو گھر میں تنہا چھوڑ کر سارے گھر والے نکل جاتے ہیں اور جب تک مرنے کا یقین نہیں ہو جاتا ' واپس نہیں آتے۔ ان کا کہنا ہے کہ آدمی کو اس کی مرضی کے موافق مرنے دینا چاہیے۔ اس لیے ہم نکل جاتے ہیں تا کہ جس طرح مرنا چاہے مرے ' ہم لوگوں کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

جب سے میں نے اس قوم کی یہ حالت سنی تھی مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا اور ان کی اس سخت دلی پر ہمیشہ حیرت ہوتی تھی کہ جس طرح اس مصیبت زدہ شخص کو (جو اپنے ہی گھرانہ کا فرد ہے) اس کرب میں چھوڑ کر چلے جانے کو دل کرتا ہے اور اپنی مسلم قوم پر بڑا فخر محسوس کرتا تھا کہ مسلمان اپنے بھائی کی مدد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے نبی نے کس طرح ایک دوسرے کی مدد کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کس محبت سے مسلمان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں' پھر اس کے کتنے فضائل مسلمانوں کے دین میں موجود ہیں۔ ادھر واقعات بھی سامنے تھے کہ مسلمان کسی تڑپتے کو یوں تن تنہا چھوڑ کر اسے اپنی مرضی سے مرنے کے لیے نہیں چھوڑ دیتے بلکہ آخر وقت تک اس کی دلداری اور اس کو تسلی دیتے رہتے ہیں۔

واقعتاً تاریخ نے مسلمانوں کے وہ دور بھی ضرور دیکھے ہیں جب سارے مسلمان ایک ہی جسم کی مانند تھے' دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی مسلمان کو تکلیف پہنچنے پر مسلم قوم تڑپ جایا کرتی تھی اور اس دشمن کے خلاف متحد ہو جاتی تھی۔ بیعت رضوان سے لے کر محمد بن قاسم کی سندھ آمد تک کے واقعات پر آپ نظر ڈال لیجیے' ہر واقعہ مسلمانوں کی ہمدردی' یگانگت' الفت اور ایک دوسرے کے غم میں شریک ہونے کی بہترین مثال ہے' لیکن جوں جوں مسلمان اپنے نبی کی تعلیم سے دور ہوتے جا رہے ہیں' مال و دولت کی محبت ان میں جگہ پا رہی ہے اور وہ دین سے دور ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں اس الفت و محبت اور ہمدردی سے بھی محروم ہو رہے ہیں۔

چنانچہ آج ہماری حالت بھی اس مرنگ قوم کی طرح ہوتی جا رہی ہے بلکہ اس سے بھی بدتر کیونکہ وہ لوگ مرتے وقت کسی کو تسلی نہیں دیتے تو کم از

کم مارنے کا سامان بھی فراہم نہیں کرتے مگر ہم تو اپنے ہی مسلمانوں کو مارنے کے لیے اپنا کندھا تک مہیا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور تڑپتی لاشیں مغموم چہرے اور خون کے آنسو روتی آنکھیں دیکھ کر بھی ہمیں ترس نہیں آتا اور اگر کبھی کسی کے متوجہ کرنے سے یا سوئی ہوئی انسانیت کے متنبہ کرنے سے خیال بھی پیدا ہوتا ہے تو جھوٹی تاویل سے اپنے آپ کو تسلی دے کر سلا دیتے ہیں۔

آج جبکہ عالم کفر مسلم قوم کے خلاف متحد ہو کر ہر محاذ پر مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہے اور ہر میدان میں مسلمانوں کو مات دینے کے در پے ہے، مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اور ہر سطح پر مسلمانوں کی مدد اور اس کی نمائندگی کی ضرورت ہے، مگر ستم یہ ہے کہ وہ کفار ہم ہی مسلمانوں کو اپنے ہی مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور ہم دنیاوی عہدہ دار اور مال کی حرص میں اندھے پن اور بے حسی کا مظاہرہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

کاش! مسلمان بالخصوص ان کا بااثر طبقہ کفار کی سازش انہیں کی طرف موڑنے میں اپنا کردار ادا کرے تو ان شاء اللہ بہت جلد مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت پھر سے بحال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

مسلمانوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیے؟

ڈنمارک کے ایک اخبار میں گستاخانہ کارٹونوں کی اشاعت نے نہ صرف عالم اسلام بلکہ دنیا بھر میں ایک کہرام مچادیا ہے۔ اگرچہ اب ناروے، فرانس، اٹلی، جرمنی اور سپین کے اخبارات بھی اپنے انداز میں ڈنمارک کے اخبار کی اس کارروائی کو سپورٹ کیا ہے، مگر فرانسیسی اخبار کے مالک کا رویہ قدرے بہتر تھا۔ اس نے اپنے ملازم ایڈیٹر کو اس مذموم حرکت پر ملازم سے فارغ کر دیا جبکہ دوسرے ممالک کے اخبارات نے اس معاملے کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھنے کی بجائے، آزادی اظہار کی عینک سے دیکھا اور ڈنمارک کے اخبار کی حمایت میں وہ کچھ کر دکھایا، جو ان کے نزدیک بنیاد پرست اور انتہا پسند مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔

مقام افسوس یہ ہے کہ آزادی اظہار کی آڑ میں اشتعال انگیزی اور منافرت کی اینٹوں سے ایسی بنیاد رکھ دی گئی ہے، جس کو اگر اکھاڑا نہ گیا تو یہ دنیا میں ٹکراؤ کو جنم دے گی، اور تہذیبوں کے تصادم کو کنٹرول کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں رہے گا۔ اطمینان بخش بات یہ ہے کہ دین سے دوری کے اس دور میں بھی دنیا کے ہر خطے میں مسلمانوں نے احتجاج میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ کسی ملک نے اپنے سفیروں کو واپس بلالیا، تو کسی نے ان ممالک کے سفیروں کی خوب جواب طلبی کی۔ بعض ممالک نے ان ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا تو کچھ ممالک نے اپنے تاریخی مظاہروں سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ وہ نبی کریم کی شان میں گستاخی کے مرتکب کسی بھی فرد یا حکومت کو کسی قیمت پر معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کئی ممالک کے غیور مسلمان اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ مگر چند ممالک میں مظاہرین نے احتجاج کے دوران توڑ پھوڑ کرتے ہوئے کئی قیمتی املاک کو بھی شدید نقصان پہنچایا۔ توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کا یہ سلسلہ ایک اہم اور حساس معاملہ ہے، جو بہت سے سوالات کو جنم دینا ہے۔ اس وقت بات صرف عقیدت اور جذبات نہیں، بلکہ حالات و واقعات کے تناظر میں سوچ بچار کی بھی ہے۔

اس صورت حال میں چند اہم سوالات اپنی جگہ جواب طلب ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کارٹونوں کی اشاعت کا اصل مقصد کیا تھا؟ اور مذکورہ اخبار وہ مقصد حاصل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے؟ کیا مسلمانوں کی طرف سے وہی ردعمل سامنے آیا جو آنا چاہے تھا یا پھر حکومتوں اور عوام کی سوچ میں اس حوالے سے بھی کوئی تضاد محسوس ہوا؟ آزادی تحریر و فکر کے موجودہ دور میں کسی ملک کی اپنی اقدار پر مبنی اس قسم کی حرکت کو مہذب دنیا کیا نام دے گی؟ اگر مغربی معاشرہ اپنی سرکردہ شخصیات کو ہدف تنقید بنا سکتا ہے تو ان کے لیے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے؟ مسلمانوں کو موجودہ حالات میں ایسی کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے، جس سے نہ صرف اس مذموم حرکت کا تدارک ہو سکے، بلکہ آئندہ بھی کوئی ایسی حرکت کا سوچ نہ سکے؟ ان توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے حوالے سے احتجاج کے لیے آئینی اور قانونی راستہ کیا ہو سکتا ہے؟ اگر انسانی حقوق کی پامالی پر اقوام متحدہ ازخود مداخلت کر سکتی ہے، تو دنیا کے ایک ارب تیس کروڑ مسلمانوں کے دینی جذبات مجروح کرنے پر وہ خاموش کیوں ہے؟...... آیئے قارئین دیکھتے ہیں کہ ممتاز دانشور اور ماہر قانون ایس ایم ظفر درج بالا سوالات کے تناظر میں کیا تجزیہ پیش کرتے ہیں؟

☆...... چند روز قبل ڈنمارک کے اخبار جٹ لینڈ پوسٹ میں بارہ کارٹون پیغمبر اسلام سے متعلق چھپے، جن میں انہیں مختلف پیرائے میں پیش کیا گیا جبکہ مشترکہ بات یہ تھی کہ ان تمام کارٹونوں میں تضحیک اور طنز کا پہلو موجود تھا۔ امر واقع یہ ہے کہ جب لینڈ پوسٹ کے ایڈیٹر نے ازخود اپنے اخبار سے متعلقہ کارٹونسٹوں سے یہ کہا کہ وہ حضرت محمد کے کارٹون بنائیں، جن میں وہ اپنی سوچ کے مطابق کہ انہیں کون کون سی باتیں عوام تک پہنچانی ضروری ہیں، ان کا تصور پیش کریں اور بہت سارے بنائے ہوئے کارٹونوں میں سے بارہ کارٹونوں کو منتخب کرنے کے بعد جٹ لینڈ پوسٹ میں ان کی

اشاعت ممکن ہوئی۔ ان کارٹونوں کے نیچے یہ تحریر درج تھی کہ مسلمان ہمارے درمیان رہتے ہیں لیکن مغربی اقدار کو قبول نہیں کر رہے' جبکہ ہم آزادئ تحریر کے سلسلے میں اس آزادی کو ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی مذہب کے متعلق جو بھی چاہیں لکھ سکیں۔ اس تمام کارروائی اور تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کارٹون اچانک شائع نہیں ہوگئے بلکہ ان کے پیچھے کچھ محرکات تھے' جب ڈنمارک کے مسلمانوں نے اس کثیر الاشاعت اخبار کے خلاف احتجاج کیا تو ڈنمارک کے وزیراعظم نے جواباً یہ کہا کہ ہمارے ملک میں پریس آزاد ہے' اس لیے حکومت کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ناروے کے ایک اخبار اور پھر فرانس کے بہت بڑے اخبار Frane Soir میں بھی انہی کارٹونوں کو دوبارہ شائع کیا گیا۔ اس بار یہ تحریر درج تھی کہ ہم اپنے عوام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان کن کارٹونوں پر اتنا احتجاج کر رہے ہیں۔ اس کے بعد پورے فرانس بلکہ سارے یورپ میں مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔

فرانس کے اخبار نے تو فوراً ہی واپسی کا قدم اٹھالیا اور اس نے اپنے اس ایڈیٹر کو جس نے یہ کارٹون مندرجہ بالا تحریر کے ساتھ شائع کیے تھے' فارغ کر دیا۔ برطانیہ کے سیکرٹری خارجہ جیک سٹرا نے سات اکتوبر کے واقعات' جو لندن میں ہو چکے تھے' ان کے پس منظر میں یہ ضروری سمجھا اور فوراس ہی بیان دیا کہ مسلمانوں کے جذبات کو اس طرح بھڑکانا ڈنمارک کے اخبار کی زیادتی تھی۔ بل کلنٹن نے بھی جب وہ قطر پہنچے تو اسی قسم کا بیان دیا۔ اس عرصے میں مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں اور تاجروں نے ڈنمارک کی ان اشیاء کا بائیکاٹ کر دیا جو ان ملکوں سے درآمد ہوتی تھیں۔ ڈنمارک کی چند بڑی کمپنیوں کو لاکھوں ڈالر کا ماہانہ نقصان ہوا تو اس پر ڈنمارک نے وزیراعظم نے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے مشروط قسم کا معذرت خواہانہ بیان دیا۔ ہم ان سب کے بیانات کو جنہوں نے کسی نہ کسی وقت غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے واپسی کا قدم اٹھایا ہے۔ ''دیر آید درست آید'' کے مصداق درست ہی قرار دیتے ہیں' لیکن اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ویٹی کن کے نمائندے نے بڑی تفصیل سے ڈنمارک کے اخبار اور دیگر ایسے تمام اخبارات کی مذمت کی جو نبی کریم کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے۔

سب سے پہلے ہم اس امر کا تجزیہ کرتے ہیں کہ ڈنمارک کے اخبار کے ایڈیٹر نے ایسا کیوں کیا؟ اور اس کا یہ موقف کہ اس کو یہ حق آزادی تحریر کی بناء پر ملتا ہے' درست ہے یا نہیں۔ دکھائی یہ دیتا ہے کہ مغرب کو ابھی تک مسلمانوں کی سوچ اور ساخت کا ٹھیک طرح سے اندازہ نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمان نہ صرف ذہنی طور پر اسلام کی تعلیم سے متاثر ہیں' بلکہ ان کا دل عشق رسول سے لبریز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم سیرت رسول کو سمجھنے اور اس پر عمل کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ مغرب یہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ماوزے تنگ جو کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر تھا اس کا پورے چین میں احترام تھا' مگر اب خود چینی لوگ اس پر تنقید کر رہے ہیں یا جس طرح لینن اور دوسرے قائدین پر انگلی اٹھائی جا رہی ہے' اسی طرح محمد پر تنقید کیوں نہیں کی جا سکتی؟ اس کے لیے انہیں یہ بات سمجھنا ہوگی کہ رسول اللہ کی زندگی مسلمانوں کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے' جبکہ ماوزے تنگ اور دیگر اہم بین الاقوامی شخصیات کی شخصی زندگیاں ایسا عملی نمونہ نہیں۔ بلاشبہ یہ سب شخصیات کسی ایک خاص شعبے میں اہم مقام رکھتی ہیں' لیکن رسول اکرم کی زندگی ہر لحاظ سے کامل ہے۔ اسی لیے انہیں انسان کامل کا لقب دیا جاتا ہے۔ بہرحال اس واقعہ سے مغرب کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ باوجود مغربی ماحول میں رہنے کے وہاں کے مسلمان اپنے پیغمبر سے اسی طرح لگاؤ رکھتے ہیں' جیسے ان کی مذہبی تعلیمات میں سمجھا جاتا ہے۔

اب ہم آتے ہیں ان کے اس مؤقف کی جانب کہ کیا مغربی اخبارات کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک کی مروجہ اقدار کے مطابق کسی پر بھی تنقید کر سکتے ہیں اور اسے وہ آزادی' تحریر کا نام دیتے ہیں۔ بلاشبہ آزادی' تحریر انسانی حقوق کے چارٹر کا ایک حصہ ہے بلکہ آزادئ فکر اور آزادئ تحریر مسلم سوچ کے بھی بنیادی عنصر ہیں۔ ہم آزادئ تحریر و فکر کو تسلیم کرتے ہیں لیکن آزادی کا استعمال اسے درست یا غلط بناتا ہے جب آزادی کا مقصد کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا ہو تو پھر آزادی کا استعمال ہر اعتبار سے ناجائز بن جاتا ہے۔ اگر آزادی کا یہ ناجائز استعمال اپنے سے کمزور کے خلاف ہو تو پھر محض یہ ناجائز استعمال ہی نہیں رہ جاتا بلکہ یہ تشدد کے زمرے میں آ جاتا ہے' چونکہ مسلمان یورپ میں اقلیت میں ہیں اور ان کی حیثیت کمزور ہے' اس لیے ان کے پیغمبر کے متعلق تضحیک آمیز کارٹون بنانا نہ صرف آزادئ اظہار کا ناجائز استعمال ہے' بلکہ تشدد بھی ہے' جس کی ہر لحاظ

سے مذمت ہونی چاہیے۔

اب رہی یہ بات کہ اس صورت حال سے آج اور مستقبل میں کیسے نبٹا جائے؟ باوجود شدت جذبات کے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ املاک کو نقصان پہنچانے' سفارت خانوں پہ حملے کرنے اور اپنی جانیں ضائع کرنے جیسی کارروائیوں سے اجتناب نہایت ضروری ہے تاکہ مغرب کے ان قائدین کو جو تہذیبوں کا تصادم ناگزیر سمجھتے ہیں' یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ مغرب اور اسلام اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ بہترین طریقہ بائیکاٹ کا ہے۔ سفارت کاروں کو بلا کر اپنا مؤقف بیان کرنے کا ہے اور ہر مسلم مملکت اپنے طور پر یہ فیصلہ بھی کرسکتی ہے کہ وہ اپنے سفیر کو واپس بلالے' لیکن اس سے زیادہ ضروری ہے کہ تمام مسلمان ممالک ایک ایسی بین الاقوامی قانون اور فقہی سوچ کو ترتیب دلوانے کی کوشش کریں جو اقوام متحدہ کے ذریعے بین الاقوامی کنونیشن کا حصہ ہے' جس کے مطابق سب ممالک مشترکہ طور پر پابند ہوں کہ وہ کسی مذہب کے بانی کے خلاف اشتعال انگیز تحریر یا گفتگو سے اجتناب کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس مملکت کے خلاف' جہاں اس قسم کی کارروائی ہوئی ہو' عدالتی کارروائی ہو سکے۔ مثال کے طور پر اگر انسانی حقوق کی سخت خلاف ورزی ہو تو وہاں اقوام متحدہ کمیشن بھیج سکتی کہے اور مزید کارروائی کرسکتی ہے۔ اس قسم کا ایک مربوط کنونشن بنانے کے لیے او آئی سی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

۞ ۞ ۞

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

خاکوں کے خلاف مسلم اُمہ کے اجتماعی اقدامات
پائنا کے زیراہتمام راؤنڈ ٹیبل کانفرنس

خاکوں کا مکمل پس منظر اور ڈینش مسلمانوں کی داستان عزیمت اسلامی دنیا میں اٹھنے والے طوفان کے پس منظر میں تجزیوں اور مشترکہ حکمت عملی پر مشتمل رپورٹ

ترتیب: الطاف حسن قریشی، محمد اقبال قریشی

۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء میں ایک ڈینش اخبار نے سرور کائنات حضرت محمدؐ کے خاکے شائع کیے جن کی خبر مسلم دنیا کو ذرا دیر سے پہنچی۔ اُن کے خلاف ڈینش مسلمانوں نے سب سے پہلے احتجاج کیا جو غیر موثر ثابت ہوا۔ ان کی طرف سے ایک وفد شرق اوسط میں آیا اور اس نے وہاں سربرآوردہ شخصیتوں اور تنظیموں سے ملاقاتیں کیں۔ سعودی عرب، لیبیا اور کویت نے شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اپنے سفیر واپس بلا لیے اور ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ شروع ہو گیا۔ جنوری کے آخر میں بڑے پیمانے پر دمشق، بیروت اور غزہ کی پٹی میں زبردست مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ پاکستان کی طرف سے ردعمل بہت دیر سے سامنے آیا۔ عملی فراست کا تقاضا یہ تھا کہ عرب ملکوں کے ساتھ ہی پاکستان کو بھی اپنا سفیر ڈنمارک سے واپس بلا لینا چاہیے تھا، یوں یک جہتی کا اظہار بھی ہوتا اور عوام کو اعتبار آ جاتا کہ ان کی حکومت ناموس رسالت کے تحفظ کی ذمے داریوں سے ٹھیک طور پر عہدہ برآ ہو رہی ہے، مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ ہمارے دفتر خارجہ نے تو ڈینش سفیر کو طلب کرنے اور اسے احتجاجی مراسلہ دینے کی بھی جرأت نہیں کی۔ اس انتہائی افسوس ناک طرز عمل سے اس بدگمانی کو ہوا ملی کہ ہماری حکومت امریکی اشارے پر خاموش ہے اور ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کا عملی ثبوت فراہم کرنا چاہتی ہے، چنانچہ اندیشہ ہائے دور دراز نے قوم کو اپنی گرفت میں لے لیا اور مذہبی اور سیاسی جماعتیں اور جہادی تحریکیں سرگرم ہو گئیں۔

محترم قاضی حسین احمد، راجہ ظفر الحق، مخدوم امین فہیم اور حافظ محمد سعید کی طرف سے قومی رہنماؤں کے نام قومی مشاورت میں شرکت کا دعوت نامہ جاری ہوا جو گیارہ فروری کو اسلام آباد میں منعقد ہو رہی تھی۔ اس میں اپوزیشن کی بیشتر جماعتوں کے علاوہ چودھری شجاعت حسین اور جناب مشاہد حسین سید بھی شریک ہوئے۔ باہمی مشاورت کے بعد احتجاجی مظاہروں کا ایک پروگرام تیار ہوا اور پاکستان مسلم لیگ کی قیادت نے وعدہ کیا کہ اُن کی جماعت ۳ مارچ کی ہڑتال میں شریک ہوگی، اسی اثنا میں ''ناموس تحفظِ رسالت محاذ'' ۱۴ فروری کو لاہور میں ریلی نکالنے کا اعلان کر چکی تھی اور اتفاق سے اسی روز پائنا کے زیراہتمام راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد ہوئی۔

الطاف حسین قریشی:

خاکوں کے خلاف پورا عالم اسلام سراپا احتجاج ہے۔ دمشق، بیروت اور فلسطین میں شمع رسالت کے پروانے آتش زیرپا بنے ہوئے ہیں۔ آج لاہور میں بھی مظاہروں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا ہے اور تازہ ترین خبروں کے مطابق احتجاج میں غیر معمولی شدت آ گئی ہے۔ پندرہ سے اٹھارہ برس کے نوجوان تشدد پر اُتر آئے ہیں۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مسلمان ماہی بے آب کے مانند تڑپ رہے ہیں اور خاکوں کے خلاف ان کا غم و غصہ انتہائی حدوں کو چھونے لگا ہے۔ اس کرب آمیز صورتِ حال پر غور و فکر کے لیے پائنا نے دانش وروں، میڈیا کے نمائندوں، اسلامی تحریکوں سے وابستہ

قیادتوں' نامور قانون دانوں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کو دعوت دی ہے۔خوش قسمتی سے ہمارے درمیان چند ایسے اصحاب فکرونظر بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا قابل ذکر عرصہ مغرب میں گزارا ہے اور آج بھی وہ اعلیٰ تعلیمی اداروں سے وابستہ ہیں۔ڈاکٹر وسیم صدیقی ہوائی یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں اور تیس برسوں سے امریکہ میں اقامت پذیر ہیں۔اسی طرح ڈاکٹر عارفین خاں لودھی ایک سائنس دان ہیں اور ٹیکساس یونیورسٹی میں اعزازی پروفیسر ہیں۔ان کی گفتگو سے ہمیں ایک حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اپنانے میں یقیناً مدد ملے گی۔جناب اسماعیل قریشی' جنہوں نے توہین رسالت کے حوالے سے نہایت مستند کام کیا ہے اور ایک انسائیکلوپیڈیا ترتیب دیا ہے' وہ ہماری یہ رہنمائی فرمائیں گے کہ مختلف ممالک میں توہینِ رسالت کے حوالے سے کیا کیا قوانین موجود ہیں اور انہیں کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔

محترمی مواحد حسین شاہ' جو اِن دنوں وزیراعلیٰ پنجاب کے مشیر ہیں' انہوں نے امریکہ میں قانون کی پریکٹس کی ہے اور امریکی تہذیب ومعاشرت اور نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔اُنکے تجزیے سے ہم امریکی سرشت کو صحیح پس منظر میں سمجھ سکیں گے۔میڈیا سے تعلق رکھنے والے جید اہلِ علم جناب مجیب الرحمٰن شامی' پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری اور پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری کے قیمتی مشوروں سے ہم سب مستفید ہوں گے۔اسی طرح پنجاب یونیورسٹی کے ڈین پروفیسر ڈاکٹر اکرم چودھری اور شعبہ عربی کے چیئرمین ڈاکٹر مظہر معین امتِ مسلمہ میں اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کی تجاویز دیں گے اور علمی سطح پر مغرب میں اٹھائے جانے والے فتنوں کا مسکت جواب دینے کے راستے سمجھائیں گے۔ہم نے پاکستان کے مایہ ناز استاد اور مفکر جناب پروفیسر مرزا منور (مرحوم) کے بیدار مغز نواسے عزیزی متین صلاح الدین سے خاکوں کے بارے میں پریزینٹیشن دینے کی استدعا کی ہے جس میں واقعات کی پوری زنجیر سامنے آجائے گی۔

اس راؤنڈ ٹیبل میں ہمیں بنیادی اہمیت کے چند نکات پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔پہلی بات یہ کہ عالم اسلام نے خاکوں کا نوٹس قدرے تاخیر سے کیوں لیا اور ہماری حکومت عوامی جذبات کی ترجمانی اور سفارتی اقدامات میں سب سے پیچھے کیوں رہ گئی ہے جس کے باعث عوام کے اندر اشتعال پیدا ہوا۔دوسرا غور طلب پہلو یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں امتِ مسلمہ کو فوری طور پر کیا کیا اجتماعی اقدامات کرنے چاہئیں۔اس ضمن میں اہم نکتہ یہ ہے کہ آیا مسلمانوں کے لیے محاذِ جنگ پورے یورپ اور امریکہ کے خلاف کھول دینا مناسب ہوگا یا ان کے لیے اپنا تمام تر دباؤ ڈنمارک پر مرکوز رکھنا زیادہ موثر اور سودمند رہے گا جہاں سے شرارت کا آغاز ہوا اور جس کے وزیراعظم نے تمام تر سفارتی آداب کے خلاف اسلامی ملکوں کے سفیروں کے ساتھ ملاقات سے انکار کر دیا تھا اور وہاں کی ملکہ نے اسلام کے خلاف کتاب لکھی ہے۔ہمیں یہ بھی جائزہ لینا ہوگا کہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کی خاطر قانون کی عالمی برادری سے رجوع کرنا اور عالمی عدالت انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانا' عالمی ضمیر کی بیداری اور مقصد کے حصول میں کس قدر مفید ثابت ہوسکے گا۔

پاکستان کے داخلی حالات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ آج کی انتہائی کشیدہ فضا میں ہمیں اس نکتے کو بھی زیر بحث لانا چاہیے کہ ملک میں کیونکر ایک ایسی فضا پیدا کی جائے جس میں امن وامان قائم رہے' قومی مفاہمت فروغ پاسکے اور اصل ہدف تک یقینی طور پر پہنچا جاسکے۔ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ آزادی اظہار کی بحث میں مسلم میڈیا کا مؤثر کردار کیا ہوسکتا ہے اور اس کے ذریعے ہم اسلام کا امن' سلامتی اور باہمی احترام پر مبنی پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں کس طرح پہنچا سکتے ہیں' کیونکہ آج کا عہد افکار اور تصورات کا عہد ہے۔کیا ہم امت مسلمہ کے اخبار نویسوں اور میڈیا کے نمائندوں کی ایک عظیم تنظیم قائم کر سکتے ہیں؟ عالم اسلام کے اندر برپا ہونے والے ہمہ گیر احتجاج نے یورپ اور امریکہ پر یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ محمد کی ذاتِ والا صفات پر فدا ہونا مسلمان اپنے لیے سعادت محسوس کرتے ہیں' چنانچہ قدرتی طور پر اہل یورپ کے اندر نبی آخرالزماں کی شخصیت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی جستجو پیدا ہوگی' اور یہی سنہرا موقع ہے اُن تک حیات طیبہ کے بارے میں ذہنوں اور دلوں کو متاثر کرنے والا لٹریچر پہنچانے کا۔ہمیں اس بنیادی سوال کا بھی جواب فراہم کرنا ہوگا' کیا دنیا میں سرور دو عالم کی تصورات اور تعلیمات کے مطابق کسی علاقے میں اسلامی فلاحی ریاست قائم ہے۔آیئے ہم اس وسیع تناظر میں بحث وتمحیص کا آغاز کرتے ہیں اور سب سے پہلے عزیزی متین صلاح

الدین کو پریزنٹیشن کی دعوت دیتے ہیں۔

متین صلاح الدین:

واقعاتی تسلسل:

ستمبر ۲۰۰۵ء

ڈنمارک کے ایک مصنف کیرے بلیجٹن کو اپنی بچوں کی کتاب کے لیے حضور اکرم کے خاکے بنانے میں دشواری کا سامنا ہوا۔اس پر جائی لینڈ پوسٹن کے کلچرل ایڈیٹر نے بارہ کارٹونسٹوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ یہ کام کریں۔

۳۰/ستمبر: کارٹونوں کی Jylland Posten میں اشاعت۔

اکتوبر ۲۰۰۵ء

۹/اکتوبر: ڈنمارک کی اسلامک سوسائٹی کی طرف سے واقعے کی مذمت اور معافی کا مطالبہ۔

۱۷/اکتوبر: ۶ خاکوں کی مصر کے ایک اخبار (El Fagr) میں اشاعت۔

۱۹/اکتوبر: ڈنمارک کے وزیراعظم نے گیارہ سفارت کاروں سے ملاقات سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ آزادی صحافت پر ضرب نہیں لگا سکتے۔

۲۷/اکتوبر: ڈنمارک کے اخبار Jyllan Posten کے خلاف سیکشن ۱۴۰ اور ۲۶۶ بی کے تحت دعویٰ دائر کیا گیا۔

۲۸/اکتوبر: ڈنمارک کی پولیس کو مسلم تنظیموں کی طرف سے یاد دہانی کرائی گئی کہ کارٹونوں نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کیے ہیں۔

نومبر ۲۰۰۵ء

توہین آمیز خاکوں کی جانب توجہ مبذول کرانے کے لیے اسلامک سوسائٹی ڈنمارک کی طرف سے ایک وفد مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کرتا ہے۔

۳/نومبر: جرمن اخبار (Frankfurter Allgemeine Zeitung) میں ایک کارٹون کی اشاعت۔

۷/نومبر: بنگلہ دیشی حکومت کا احتجاج۔

۱۱/نومبر: ڈنمارک کے ایک اور اخبار (Weekend Avisen) کی طرف سے مزید دس کارٹونوں کی اشاعت۔

۲۴/نومبر: اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے برائے مذہبی آزادی اور اعتقادات کی اس معاملے پر خصوصی توجہ کی سفارش۔

دسمبر ۲۰۰۵ء

۷ دسمبر: پاکستان کے مزدوروں کی طرف سے ہڑتال اور اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق کی طرف سے اس واقع کا نوٹس لینے کا اعلان۔

۱۹ دسمبر: ڈنمارک کے بائیس سابق سفیروں کی اس امر پر تنقید۔

۲۹ دسمبر: عرب لیگ کی طرب سے واقع کی مذمت۔

جنوری ۲۰۰۶ء

۷/جنوری: سویڈش اخبار ایکسپریشن میں دو کارٹونوں کی اشاعت۔

۱۰/جنوری: ناروژن اخبار میگزینیٹ نے بارہ کارٹون شائع کیے۔

۲۲/جنوری: برسلز گزٹ میں کارٹونوں کی اشاعت۔

۲۴/جنوری: سعودی حکومت کی طرف سے پہلا باقاعدہ سرکاری مذمتی بیان۔

۲۷/جنوری: کویت ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ۔

۲۹ر جنوری:

☆ ...... لیبیا نے ڈنمارک کا سفارتخانہ بند کر دیا۔

☆ ...... حامد کرزئی کی طرف سے کارٹونوں کی اشاعت کو غلط فہمی قرار دیا گیا۔

☆ ...... او آئی سی، بحرین، شام اور یمن کی طرف سے واقعے کی پرزور مذمت۔

☆ ...... اسلامک جہاد کی طرف سے ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کے باشندوں کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر غزہ کی پٹی سے نکل جانے کا حکم۔

۳۰ر جنوری:

☆ ...... جائی لینڈ پوسٹن کی طرف سے اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے محدود معذرت۔

☆ ...... بل کلنٹن کی طرف سے توہین آمیز واقعے کی مذمت۔

☆ ...... ڈنمارک کے وزیر اعظم کا بیان کہ وہ کارٹونوں کی اشاعت کے حق میں نہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ پریس پر دباؤ نہیں ڈال سکتے۔

۵ر فروری:

☆ ...... برطانیہ کے شیڈو سٹیٹ سیکرٹری ڈیوڈ ڈیوس کی طرف سے واقعے کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں کو دبانے کے لیے پولیس کی مدد لینے کا اعلان۔

☆ ...... ایران نے اپنا سفیر ڈنمارک سے واپس بلا لیا اور اس کے صحافیوں کا اپنے ملک میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

http://www.kitaabghar.com

بعد ازاں مندرجہ ذیل اخبارات نے یہ توہین آمیز کارٹون شائع کیے۔

☆ نیوزی لینڈ ...... The Dominion Pot ☆ پولینڈ .... Rzezpospolia

☆ چیکوسلواکیہ .... MF-DNES ☆ فرانس .... harlie Hebdo

☆ برازیل .... Veja ☆ مصر ...... Freedom of Egyption's

☆ اسرائیل ...... Jerusalem Post ☆ مصر ...... Ehyption Sandmonkey

ٹونی بلیئر، وہائٹ ہاؤس کے ترجمان، ناروے، جرمنی اور فرانس کی طرف سے واقعے کی مذمت کی گئی۔

جناب محمد اسماعیل قریشی، چیئرمین ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس:

تین صدیوں تک صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانے کی وجہ سے مغربی ملکوں کے ذہنوں میں ایک نفسیاتی خوف بیٹھا ہوا ہے جس کو ہن ٹینگٹن (Huntangton) کی رسوائے زمانہ کتاب ''تہذیبوں کے تصادم'' میں کچھ زیادہ خوفناک بنا کر پیش کیا گیا ہے اور اس نے مغربی دنیا کو اسلاموفوبیا میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب کروسیڈ کے نام سے اعلانِ جنگ کے بعد یورپ اور امریکہ کو افغانستان اور عراق میں سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ انہوں نے جغرافیائی سرحدوں کے علاوہ اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر ڈنمارک کے ایک بدنام یہودی اخبار جائی لینڈ پوسٹن کے ذریعے حملہ کر دیا ہے۔ خاکوں کی اشاعت کے فوراً بعد یورپ کے دوسرے ممالک ناروے، فرانس، جرمنی، اٹلی وغیرہ اس سازش میں شریک ہو گئے ہیں۔ سوا ارب سے زائد مسلمانوں کا سخت احتجاج اور اُن کی طرف سے اخبار کے ایڈیٹروں کی معافی کا مطالبہ ڈنمارک کے وزیر اعظم اور یورپین یونین کے صدر نے حقارت سے مسترد کر دیا ہے۔ اب یہ تہذیبی تصادم بین الاقوامی قانونی جنگ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

پاکستان کے جملہ مکاتب فکر کے دانشوروں کو بلا کر پائنا کے سیکرٹری جنرل جناب الطاف حسن قریشی نے اس یلغار کے خلاف ایک فکری محاذ قائم

کرنے کی دعوت دی ہے۔ میں یہاں قانون کے حوالے سے بات کروں گا۔ خوش قسمتی سے اس راؤنڈ ٹیبل میں جناب ایس ایم ظفر جیسے بین الاقوامی ماہرِ قانون بطور صدر موجود ہیں۔ یورپ اور دنیا کے تمام آئین اور قوانین میں اظہارِ رائے اور آزادی تحریر اخلاق اور شرافت کی حدود کی پابند ہے۔ یہاں میں صرف یورپی یونین کے کنونشن (آئین) کا حوالہ دوں گا جس کے آرٹیکل ۱۰ میں درج ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی کا حق یورپ کے تمام رکن ممالک کے شہریوں کو حاصل ہے، لیکن یہ حق کسی کو بھی معاشرے کی اخلاقی اقدار، شہریوں کی عزت نفس اور ان کے بنیادی حقوق کو گزند پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یورپی یونین کے ہیومن رائٹس کی سپریم عدالت میں برطانیہ کے فلم ڈائریکٹر ونگرو نے اپنی ویڈیو فلم کی نمائش پر حکومت برطانیہ کی پابندی کے خلاف اپیل دائر کی۔ اس فلم میں یہ مناظر دکھائے گئے تھے کہ سولھویں صدی کی ایک عیسائی راہبہ سینٹ ٹریسا صلیب کے گرد ناچتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر لینے کے بعد اپنا عریاں سینہ لہورنگ کر لیتی ہے اور اسی حالتِ وجد میں تصوراتی مسیحؑ کے بوسے لیتی جاتی ہے، جس پر چند لمحوں کے لیے مسیحؑ کے لبوں کو ہلکی سی جنبش ہوتی ہے۔ برطانیہ کی سب سے بڑی عدالت ہاؤس آف لارڈز نے ونگرو کی اس فلم کے متعلق فیصلہ دیا کہ اگر ایسے مناظر عیسائی شہری دیکھ لیں، تو ان کے جذبات مشتعل ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے اس فلم کی نمائش پر پابندی قانونی طور پر جائز ہے۔ اس فیصلے کو یورپی یونین کی سپریم عدالت نے اپنے آئین کے آرٹیکل ۱۰ کے مطابق درست اور جائز قرار دیتے ہوئے ونگرو کی اپیل خارج کر دی جس کے بعد یہ فیصلہ ڈنمارک اور یورپ کے تمام رکن ممالک پر لاگو ہو گیا ہے۔ اس پس منظر میں میری تجویز ہے کہ برطانیہ کے شہریوں کی جانب سے یورپین ہیومن رائٹس کی سپریم کورٹ میں پیغمبر اسلام کی توہین کا معاملہ ایک ٹیسٹ کیس کے طور پر اٹھایا جائے۔ اس سے درخواست کی جائے کہ یورپی یونین کے آئینی آرٹیکل ۱۰ کی رو سے وہ اپنے ملکوں کے شہریوں کو آزادی اظہار کے غلط استعمال سے روک دے جس سے وہاں کے اور دنیا کے مسلمانوں کے جذبات مشتعل اور مجروح ہوتے ہیں۔ عدالت سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ توہین آمیز خاکے تیار کرنے والے مصوروں اور ان کی اشاعت کے ذمے دار افراد کو قرار واقعی سزا دے۔ اس ضمن میں ہماری تنظیم ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے یورپ کے ممتاز قانون دانوں اور وہاں کے بااثر شہریوں سے رابطہ کیا ہے جو ہمارے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔

جناب مواحد حسین شاہ، مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب:

پہلے تو میں یہ بتاؤں گا کہ اصل مسئلہ ہے کیا۔ دوسرے یہ کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا اقدامات کرنا ہوں گے۔ یہ ایک مذہبی مسئلہ نہیں، بلکہ سیاسی مسئلہ ہے، یہ آزادی اظہار کا نہیں بلکہ احترام کا مسئلہ ہے، دوسروں کے اعتقادات اور محسوسات کے احترام کا۔

مغربی دنیا میں عام طور پر دوسروں کے احساسات کا احترام کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کسی بھی مذہب پر حملے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ واقعہ مغربی ثقافت کا حصہ معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کے عملی جامہ پہنانے کے لیے ڈنمارک کو آلہ کار بنایا گیا۔

اس مذموم واقعے کے ذمے داران اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ کس قدر گھناؤنی حرکت کرنے جا رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو چھیڑ رہے ہیں۔

دوسرا اہم واقعہ یہ ہوا کہ ڈنمارک کے وزیر اعظم نے مسلم سفارت کاروں کے وفد سے ملنے سے انکار کر دیا۔ یہ ویانا کنونشن کے سراسر منافی ہے کہ سفارتی وفد کو وزیر اعظم سے ملاقات سے روک دیا جائے۔ میں نے عالمی قانون (Interantional Law) پریکٹس کیا ہے اور میں یو۔ایس سپریم کورٹ کا پہلا پاکستانی ممبر ہوں۔ میں نے آج تک نہیں سنا کہ میزبان ملک کے سربراہ سے ملاقات کے خواہاں سفارت کاروں سے نہ ملا جائے۔ اس سے تکبر کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

اس مذموم واقعے کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ یہ خاکے ۳۰ ستمبر کو شائع ہوئے اور پھر آزادی اظہار کا سہارا لے کر ۶ ممالک کے اخبارات نے ایک ہی دن یہ خاکے شائع کر کے ثابت کر دیا کہ اس معاملے میں ان کا اتفاقِ رائے ہو چکا تھا۔

http://www.kitaabghar.com

میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے مخصوص صحافتی حلقے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر مغرب کی طرف سے ایسی گھناؤنی حرکت سرزد ہو بھی گئی ہے' تو ہمیں اسے ہوا دینے کے بجائے دبا دینا چاہیے۔ میں اس طرز استدلال کے جواب میں ترکی کی مثال دوں گا۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ اگر ہم اسرائیل کو تسلیم کر لیں' تو بڑے فائدے میں رہیں گے' ترکی نے بھی تو اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ہم عراق میں اپنی فوجیں بھیجیں' تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا' ترکی نے اپنا ایک بریگیڈ کوریا کی جنگ میں بھیجا اور اس کے ۳۰۰۰ فوجی مارے گئے۔ انقرہ کے قبرستان آج بھی اتنی بڑی ہلاکت کی گواہی دے رہے ہیں۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ جناب فوجی تعاون کا راستہ اپنا کر آپ بڑے فائدے میں رہیں گے' تو ترکی نیٹو کا ممبر ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ اڈے دیں' تو ترکی نے اپنے ہوائی اڈے دیے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ قدامت پسندی ترک کر دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترکی نے ایسا کیا' وہاں ایک لڑکی جس نے حجاب پہن کر الیکشن جیتا' اسے اٹھا کر پارلیمان سے باہر پھینک دیا گیا۔ ترکی نے اسرائیل کے ساتھ مشترکہ فضائی مشقوں کے معاہدے کیے' مگر ان تمام اقدامات کے صلے میں اسے کیا ملا؟ کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ وہ یورپی یونین میں بھی شامل نہیں ہو سکا۔ جب ترکی اتنا کچھ کرنے کے باوجود گھاٹے میں رہا' تو بھلا ہم مغرب کی ہم نوائی سے کیا حاصل کر پائیں گے؟

جہاں تک ان خاکوں کا تعلق ہے' تو یہ ایک سوچا سمجھا اقدام ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کا مذاق اڑایا گیا کہ کر لو جو کرنا ہے اور ہمیں آپ کو سبق سکھانا ہے کیونکہ مسلم کمیونٹی اب مغربی دنیا میں دو کروڑ ہو گئی ہے۔ جرمنی میں ۳ ملین' فرانس میں ۵ ملین جبکہ پورے یورپ میں دو کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ یہ مغرب کے لیے ایک جمہوری خطرہ (Demorati Threat) ہے اور توہین آمیز خاکے دراصل اس خطرے میں کمی لانے کی ایک مذموم کوشش ہے۔

اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہالینڈ میں بھی ہوا تھا جب وہاں کے ایک مصور نے پارلیمنٹ کی ایک دہریہ عورت کے ساتھ مل کر بے ہودہ فلم بنائی تھی۔ بعد ازاں اس عورت کو ایک مسلمان نے مار ڈالا تھا۔

یہ نہ بھولیں کہ فرانس میں بھی تین ماہ پہلے جو فسادات ہوئے' ان میں بھی مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے تہذیبی بغاوت کی تھی۔ آسٹریلیا کی سڈنی بیچ کے علاقے میں بھی مسلمانوں نے خونیں بغاوت کا علم بلند کیا تھا جس میں لبنانی مسلمانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ یوں یہ معاملہ ہر جگہ بڑھ رہا ہے۔

دوسری طرف جب بھی اسلام کی بات ہوتی ہے' اسے دہشت گردی' بنیاد پرستی اور شدت پسندی کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ دہشت گردی کا نشانہ کون بن رہا ہے؟ جہاں بھی نظر ڈالیں مسلمان ہی اس کا نشانہ بن رہے ہیں۔

فلسطین کو دیکھیں' ابھی تک شہری علاقوں میں جنگی طیارے یوں بمباری کرتے ہیں جیسے دورانِ جنگ کی جاتی ہے۔ چیچنیا میں روس کے فوجی مسلمان خواتین کی عصمت دری کرتے ہیں اور اسے آلاتِ حرب میں شمار کرتے ہیں۔ یہی صورت حال کشمیر میں ہے۔ یورپ کے' دل' کوسوو میں نہتے مسلمان بکریوں کی طرح ذبح کیے گئے۔ بوسنیا کا شہر سیرا یوجا اقوام متحدہ کی طرف سے ایک بار محفوظ ترین شہر قرار دیا گیا تھا جس کی حفاظت ڈچ افواج کے ذمے تھی اور دعویٰ کیا گیا کہ دس ہزار آبادی کے اس مسلم شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب سرب فوج حملہ آور ہوئی' تو محافظ ڈچ فوج وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی اور دس ہزار آبادی کا شہر مکمل طور پر مذبح خانہ بنا دیا گیا۔ ایک بھی انسان زندہ نہیں بچا۔ یہ دس سال قبل کا واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہوا اور ابھی تک ہو رہا ہے' وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ میں ان حقائق کی روشنی میں یہی کہوں گا کہ مسلمان دہشت گردی کر نہیں رہے' بلکہ بدترین دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ سارا معاملہ ہم کس عدالت میں پیش کریں۔ اور اگر کریں بھی تو کیا وہاں کے جج مسلمان ہوں گے۔ عالمی عالت انصاف کے یو۔ این چارٹر میں درج ہے کہ کوئی بھی رکن ملک کسی دوسرے رکن ملک پر فوج کشی نہیں کر سکتا' مگر اس سے انحراف امریکہ نے عراق پر چڑھائی کر کے کیا۔ یوں عالمی عدالت اور اقوامِ متحدہ کے قواعد و ضوابط کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوئی۔ سکیورٹی کونسل اقوامِ متحدہ کی سب سے بڑی باڈی ہے

کتاب گھر کی پیشکش http://www.kitaabghar.com

جس کے پانچ مستقل ارکان ہیں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین۔ آپ اسے توسیع دینا چاہتے ہیں، تو انڈیا، برازیل، جاپان اور جرمنی کے نام آتے ہیں اور کوئی مسلمان مسلم ملک زیرغور نہیں۔ میں یہ تجویز دیتا ہوں کہ ہمیں انڈونیشیا کا نام پیش کرنا چاہیے جو سب سے زیادہ مسلم آبادی والا ملک ہے۔ اسے سکیورٹی کونسل کا مستقل رکن بننا چاہیے تاکہ اگر مسلم ممالک کے بارے میں کوئی بڑا فیصلہ کیا جائے، تو اس میں کم ازکم ایک مسلمان ملک تو موجود ہو۔

جہاں تک اس واقعے کا تعلق ہماری ملکی سیاست سے ہے، تو ایک نہایت گمبھیر صورتِ حال ہمارے سامنے ہے۔ اس پر قابو پانے کے لیے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کروں گا:

۱)......صدر صاحب کو فوراً قوم سے خطاب کر کے قوم کو اعتماد میں لینا چاہیے۔

۲)......انتہائی ذہین اور قابل افراد پر مشتمل وفود ترتیب دیئے جائیں جو بڑے مؤثر انداز میں اپنا مؤقف اور اپنے جذبات مغربی دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

۳)......اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں شاہ فیصل مرحوم نے تیل کی برآمد پر پابندی لگا کر مغربی معیشت کو زبردست دھچکا پہنچایا تھا۔ دوسرا اہم کام یہ انجام دیا کہ جنوری ۱۹۷۴ء میں لاہور کے تاریخی شہر میں او آئی سی کے ہنگامی اجلاس کے انعقاد میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ آج بھی ویسا ہی اسلامی کانفرنس کا ایک اجلاس بلایا جائے جس میں ۵۶ ارکان یہ کام کریں کہ فوراً ڈنمارک سے تجارتی اور سفارتی روابط منقطع کر دیں۔

جناب مجیب الرحمٰن شامی، مدیر اعلیٰ روزنامہ پاکستان:

آج اس واقعے کے ردِعمل کے طور پر ملک میں جو ہنگامے ہو رہے ہیں، ان میں تیزی آنے کے امکانات ہیں اور ایک ایسی صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے جو شاید ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔ پاکستان کی حکومت نے اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس نازک موقع پر کوئی پہل نہیں کی۔ وزارتِ خارجہ کے ترجمان نے بھی کوئی خاص بیان جاری نہیں کیا۔ یہ مسئلہ اپوزیشن کا ہے نہ مذہبی جماعتوں کا اور نہ قومیت کا، بلکہ یہ پوری امتِ اسلامیہ کا مسئلہ ہے اور اسے پوری ملت کا مسئلہ ہی رہنا چاہیے۔ ہر مکتبہ فکر کے آدمی کو خواہ وہ حکومت میں ہو یا اپوزیشن میں، اس کو آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ حکومت پر لازم تھا کہ جب یہ واقعہ رونما ہوا اور تین مسلمان ملکوں نے اس پر ردِعمل ظاہر کیا، تو ہم بھی آل پارٹیز کانفرنس بلاتے جس میں تمام مکتبہ فکر کے سیاسی اور غیر سیاسی لوگ مدعو کیے جاتے۔ یہ معاملہ مذہبی جذبات کا ہے اور ہم ہر لحاظ سے جلسے جلوس نکالنے میں حق بجانب ہیں اور کچھ عناصر امن و امان کے مسائل بھی پیدا کر سکتے ہیں، مگر ساتھ ہی ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ معاملہ ملکی نہیں بین الاقوامی سطح کا ہے اور اس سلسلے میں او آئی سی کا اجلاس ناگزیر ہو گیا ہے چاہے وہ لاہور میں بلایا جائے یا مکہ میں۔ اس کے علاوہ ہمیں اعلیٰ پائے کے دانش وروں اور قانون دانوں پر مشتمل وفود بھی تیار کرنے چاہیے جو مغربی حکومتوں اور وہاں کے لوگوں سے گفتگو کر سکیں اور انہیں اپنا مؤقف سمجھا سکیں۔ اس دوران ہمیں ڈنمارک سے ہر قسم کے اور ہر سطح پر تعلقات ختم کر لینے چاہئیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اگرچہ معاملہ بہت پھیل گیا ہے اور دوسرے ممالک کے اخبارات نے بھی اس قسم کے خاکے شائع کیے ہیں، اس کے باوجود ہمیں تمام یورپ کو ٹارگٹ نہیں بنانا چاہیے اور ڈنمارک، جو کہ اس وقت اس برائی کی جڑ ہے، اس کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔ اس وقت امریکہ اور برطانیہ نے بھی واضح طور پر ڈنمارک کا ساتھ نہیں دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں ان تمام حقوق کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔

جناب امیر حمزہ، جماعتہ الدعوۃ:

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مقدمے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میرا پختہ یقین ہے کہ اس کا علاج صرف جہاد ہے۔

آج صورتِ حال یہ ہے کہ ملک بھر میں ہڑتال ہو رہی ہے۔ ہماری تنظیم نے اسلام آباد میں قومی مجلسِ مشاورت برائے حرمت رسول کا انعقاد کیا جس میں طے پایا کہ لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں چند بڑے پروگرام کیے جائیں گے۔

آج لاہور میں جو ہنگامہ آرائی ہوئی ہے‘ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر سیاسی اور مذہبی جماعتیں قوم کی رہنمائی نہیں کریں گی‘ تو عوام لیڈروں سے آگے نکل جائیں گے۔ حضور اکرم کی توقیر اور احترام ہمارے ایمان کا محور ہے اور اگر اسی پر حرف آ جائے‘ تو پھر ہمارے لیے کوئی شے قابلِ قدر نہیں رہتی‘ اسی لیے آج گلیوں اور بازاروں میں لوگ بے ساختہ نکل آئے ہیں۔ فیصل آباد میں ہڑتال کا کوئی پروگرام نہیں تھا‘ لیکن جوں ہی چند جماعتوں کے لوگ احتجاجاً باہر نکلے انہوں نے جلوس کی شکل کر لی اور سارا فیصل آباد بند ہو گیا۔ یہی کچھ کراچی اور اسلام آباد میں ہوا۔ صورت حال لحمہ بہ لحمہ خراب ہوتی جا رہی ہے اور پورا ملک اس کا لپیٹ میں آ رہا ہے۔

اس کا علاج کیا ہے؟ میرے خیال میں جو کچھ آج ہوا ہے‘ یہ پچھلے چھ سات برسوں کا ردِعمل ہے جسے حرمتِ رسول کے نام سے آج زبان ملی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لاوا پکنا کیسے شروع ہوا‘ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو ہمارے حکمران اتنے عرصے سے روشن خیالی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں‘ افغانستان میں اپنے ہی بھائیوں کو مروا رہے ہیں‘ شمالی علاقوں میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مجاہدین کو امریکی بمبار طیاروں کا نشانہ بنا رہے ہیں‘ اپنے اڈے امریکی فوج کو دے رہے ہیں‘ نصاب میں مغرب کی پسند سے تبدیلیاں کروا رہے ہیں‘ اپنی اقتصادی حالت مضبوط بنانے کے نام پر مغرب کی اندھی تقلید کر رہے ہیں اور اپنے ہی عوام کے خلاف مہنگائی کا ہتھیار استعمال کر رہے ہیں پ تو یہ ان باتوں کا ردِعمل ہے جو آج آپ لوگوں نے دیکھا۔ پورا ملک زبردست بحران کی طرف جا رہا ہے۔ مواحد حسین صاحب بھی یہاں موجود ہیں جنہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کو فوری طور پر قوم سے خطاب کر کے عوام کو اعتماد میں لینا چاہیے‘ جبکہ میرے خیال میں صدر صاحب کو آج ایک ویسا ہی یوٹرن لینا چاہیے جیسا انہوں نے نائن الیون کے موقع پر لیا تھا اور انہیں مغربی دنیا سے یہ کہنا چاہیے کہ بھئی تم نے حرمتِ رسول پر ہاتھ ڈالا ہے اور معاملہ اب میرے قابو سے باہر ہے‘ لہٰذا میں دہشت گردی کے خلاف جنگ بند کر رہا ہوں اور مزید آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میرے خیال میں یہی اس کا علاج ہے۔ یہاں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے عہدِ رسالت میں حضور کی شان میں گستاخی کی تھی انہیں آپ نے خود قتل کروایا تھا۔ تاجِ برطانیہ کی حکومت میں بھی غازی علم دین شہید جیسے سپوت پیدا ہوئے۔ ہالینڈ میں مسٹر کاؤ نامی شخص نے ایک اداکارہ کی کمر پر سورۃ نور کی آیت لکھی اور پھر اس پر کوڑے برسائے۔ اس کے ردِعمل میں مراکش کے ایک مسلمان نوجوان نے بھرے چوراہے میں اس ملعون کو گرا کر خنجر سے اس کا پیٹ اور سینہ چاک کر ڈالا۔

دراصل یہ جھنجھلاہٹ اس لیے ہے کہ امریکی سپر پاور زوال کا شکار ہوتی جا رہی ہے اور اسے مجاہدین نے افغانستان اور عراق میں زوال سے دوچار کیا ہے اور مغربی اقوام جانتی ہیں کہ یہ جذبہ مجاہدین نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ اس جذبے کے منبع حضور اکرم کی ذات مبارکہ ہے اور اس پاک ذات پر حملہ کر کے اسلام دشمنوں نے اپنے گھٹیا جذبات کی تسکین کا سامان کیا ہے‘ لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس طرح انہوں نے سوئے ہوئے شیر کو جگا دیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر اکرم چودھری‘ ڈین پنجاب یونیورسٹی:

یہ ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ سارا زور کمپیوٹر اور نیچرل سائنسز پر ہے۔ گزشتہ چند عشروں سے تو انسانی علوم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یونیورسٹیوں میں مواحد صاحب جیسے لوگ پیدا نہیں ہو رہے۔ اسلامی کلچر اور اعتقادات پر اب تک جتنے بھی حملے ہوئے ہیں‘ ان پر کوئی مطالعاتی رپورٹ سامنے آئی نہ کسی قسم کا کوئی عملی منصوبہ پیش کیا گیا۔

دوسری اہم بات‘ جسے سمجھنا اس وقت بہت ضروری ہے‘ وہ یہ ہے کہ ’’یہودی عیسائی اتحاد‘‘ مسلمانوں کو مارنے پر متفق ہو گیا ہے۔ اگر کوئی یہودی اور عیسائی مذہب کے معتقدات سے آگاہ ہے‘ خصوصاً Ultra onservative Protestants کے معتقدات سے‘ تو اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگنی چاہیے کہ یہ سب عیسائی اور یہودی ذہن کی سوچی سمجھی چال ہے۔ یہ فقرہ کہ ہم ’’صلیبی جنگ‘‘ (rusade) میں داخل ہو گئے ہیں‘ یونہی بش کے منہ سے نہیں نکلا تھا۔

اس بات کا ہماری دینی تنظیموں اور خاص کر ہماری یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اسلامیات‘ پولیٹیکل سائنس‘ اور انٹرنیشنل افیئرز کو ادراک ہونا

چاہیے۔

جناب قیوم نظامی' سیاسی تجزیہ نگار:

آج لاہور میں جو کچھ ہوا' وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا مسلم ممالک کے حکمران ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے وقت سو رہے تھے؟

عوام تو کسی بھی ایسے مسئلے پر دیکھتے ہی اپنے لیڈروں اور حکمرانوں کی طرف ہیں۔ جب کبھی سیاسی' معاشی' مذہبی یا انسانی ہمدردی کا کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے' عوام کی نظریں اپنے رہنماؤں ہی کی طرف اٹھتی ہیں۔

اتنے دنوں تک لوگوں نے حکومت کی طرف سے ایسے ٹھوس اقدامات کا انتظار کیا جیسے لیبیا' سعودی عرب اور کویت نے فوری طور پر کیے اور ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا لیے تھے' مگر افسوس کہ ہماری حکومت یہ کام نہیں کرسکی۔

توہین رسالت کا یہ مسئلہ ایک انتہائی حساس مسئلہ ہے جسے ہمارے حکمرانوں نے نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈنمارک اور بعض دوسرے ممالک نے ایک انتہائی خطرناک کام کیا ہے اور امریکہ اور یورپ طاقت کے نشے میں بدمست ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا قدم اٹھالیا ہے جس کا انہیں بہت بھاری خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ایک طرف القاعدہ کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں اور دوسری طرف مسلم عوام کے مذہبی جذبات پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب جنرل حمید گل جیسے سابق فوجی قائد اور دانشور نے اعلان کیا ہے کہ وہ خودکش حملہ کریں گے' تو آپ کو اس سے معاملے کی سنگینی کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔

ہماری بدقسمتی یہ بھی ہے کہ عالم اسلام پر غیر نمائندہ حکمران مسلط ہیں جو ہمیشہ عالمی طاقتوں کے دباؤ میں رہتے ہیں۔

نئے ابھرتے ہوئے حالات میں ہمیں اپنا محاسبہ بھی کرنا ہوگا۔ پورے عالم اسلام کا اجتماعی کردار ٹھیک نہیں' حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارا کردار مضبوط ہوتا' تو کسی کو حرمت رسول پر ضرب لگانے کی جرأت نہ ہوتی۔

۲۰۰۶ء میڈیا کی صدی ہے۔ ہمارے مسلمان حکمران اپنی ذات پر تو اربوں خرچ کر رہے ہیں' مگر وہ (Voie of Islam) کے نام سے ایک چینل کی بنیاد رکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ مالی طور پر نہایت مستحکم ممالک بھی اس اہم ترین شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے تیار نہیں اور بھیگی بلی بنے ہوئے ہیں۔

آخری اور سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ ہمارا اپنا وطن ہے اور اگر ہم یہاں توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کی سیاست کریں گے' تو ہماری اپنی معیشت کو نقصان پہنچے گا اور دشمن تو یہی چاہتا ہے۔ دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمان آباد ہیں اور ان کی طرف سے بہترین احتجاج یہی ہے کہ وہ مل کر ڈنمارک کا معاشی و تجارتی بائیکاٹ کر دیں۔ مزید یہ کہ کامیابی اور ناکامی سے قطع نظر ہمیں اقوامِ متحدہ یا عالمی عدالت انصاف سے رجوع ضرور کرنا چاہیے تاکہ ہمارا احتجاج رجسٹرڈ تو ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر وسیم صدیقی' ہوائی یونیورسٹی' امریکہ:

میری آنکھوں کے سامنے اس روز کا منظر گھوم گیا ہے جب دیوار برلن گری تھی۔ اس وقت امریکی ٹی وی کے ایک ٹاک شو (نائٹ لائن) میں اس پر بحث ہوئی جس کا میزبان ایک یہودی تھا۔ اس پینل مذاکرے میں کسی نے پوچھا کہ دیوار کے گر جانے کے بعد مزید کیا ہوگا؟ میزبان نے جواب دیا کہ دیوار برلن تو گر چکی ہے' مگر امریکہ کی اقتصادی ترقی کے لیے ایک نیا دشمن تلاش کرنا ضروری ہے جو میری نظر میں اسلام ہے۔ آج آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں' یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ امریکہ اور یہودی لابی خود تو پس پردہ رہیں گی' مگر ڈنمارک کو قربانی کا بکرا بنا دیا گیا ہے۔

میرے خیال میں دو تجاویز بہت اہم ہیں۔ اول تو یہ کہ ہمیں شاہ فیصل جیسا عظیم رہنما چاہیے خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔ شاہ فیصل کے پاس تیل کی طاقت تھی جس کے ذریعے انہوں نے مغرب پر تیل کی پابندیاں لگا دیں۔ اس وقت او آئی سی کا ویسا ہی ایک اجلاس بلانے کی اشد ضرورت ہے جیسا کہ شاہ فیصل نے سربراہی اجلاس کا اہتمام کیا تھا۔

دوسری اہم بات یہ کہ یہ واقعہ منفی سہی' لیکن اس سے اسلام کا چرچا ہوگا' خصوصاً یورپ میں۔ اس کی ایک مثال نائن الیون ہے۔ امریکہ میں جتنی اسلامی کتب نائن الیون کے بعد شائع ہوئیں' اس سے پہلے کبھی منظر عام پر نہیں آئی تھیں۔ ہمیں ایڈیٹروں کی بھی ایک کانفرنس بلانی چاہیے جس میں ڈنمارک سے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کی جائے اور آئندہ مسلم میڈیا کے لیے ایک لائحہ عمل ترتیب دیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری' شعبہ ابلاغیات عامہ پنجاب یونیورسٹی:

اس واقعے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ عالم اسلام کو نائن الیون سے کہیں زیادہ بڑا موقع ہاتھ آ گیا ہے جو مغرب نے فراہم کیا ہے۔ اس وقت شاید ہی کوئی ایسا مسلم حکمران ہو جس نے مغرب کے سامنے دہشت گردی کے حوالے سے اپنی صفائی پیش نہ کی ہو۔ اب کچھ مغربی عناصر کی حماقت سے انہیں اپنا حساب چکانے اور یورپ کو دباؤ میں رکھنے کا ایک اچھا موقع ہاتھ آ گیا ہے۔

یہ کہنا تو شاید مناسب نہ ہو کہ پورے کا پورا مغرب اس روش پر چل رہا ہے' البتہ ایک مخصوص طبقہ ایسی گھناؤنی حرکتیں کر رہا ہے۔ یہ دراصل میڈیا کی جنگ ہے جو دانش کی سطح پر لڑی جانی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کا ماسٹر مائنڈ تلاش کریں۔ آج کے جدید دور کی سہولتوں اور عالم اسلام کے نیٹ ورک کی بدولت یہ بات اب پوری طرح ممکن ہے۔

میڈیا کے طالب علم کے حوالے سے میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سویڈن اور ناروے کی یونیورسٹیوں نے خاص طور پر میڈیا کو سافٹ ویپن کی حیثیت سے ایک نئے انداز میں اپنایا ہے جو سرد جنگ میں بھی استعمال ہوا۔ عراق اور افغانستان میں بھی بار بار یہی ہتھیار آزمایا گیا ہے اور اس عمل میں سویڈن اور ناروے کی یونیورسٹیوں کی پروفیسروں نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اب اسی خطے کے ایک اخبار میں ایسے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس پورے واقعے کا ایک پس منظر ہے' چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سازش کا ماسٹر مائنڈ تلاش کیا جائے جس کے لیے مغربی معاشرے' وہاں کے میڈیا اور یونیورسٹیوں ک ایک سروے کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مغرب میں عام طبقے' حکمران طبقے' مزدور طبقے اور اعلیٰ ذہنی استعداد رکھنے والے طبقے کے کیا رجحانات ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ ہماری کوئی آواز نہیں تھی' مگر اب سیٹلائٹ کی اجارہ داری ختم ہو چکی ہے اور ایسا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ اس لیے ہمیں اپنی سپاہ دانش کو ترتیب دے کر ایک کمیونیکیشن فورس قائم کرنی چاہیے جو مغربی میڈیا کی یلغار کا جواب دے سکے۔ حتمی بات یہ ہے کہ مغرب کو معذرت کرنے پر مجبور کیا جائے۔

مغرب کے دانش مند طبقہ اور میڈیا کو بھی اس بات کا احساس ہے کہ یہ مسئلہ صحافتی آزادی کا نہیں' جسے ہمارے حکمران آزادی اظہار کہہ کر اس کا دفاع کر رہے ہیں۔ آزادی اظہار اور ذمے داری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی نفی کر دی جائے' تو ہمارے اور مغرب کے لیے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

مغرب کو یہ احساس دلانے کی اشد ضرورت ہے کہ اُس نے غیر ذمے داری کا ثبوت دیا ہے اور اب وہ اس کا ماسٹر مائنڈ تلاش کرنے میں ہماری مدد کرے۔ یہ قائدانہ کردار ہمارے دانش وروں ہی کو سرانجام دینا ہوگا' کیونکہ پاکستان ہی وہ اسلامی ملک ہے جہاں میڈیا سب سے زیادہ آزاد ہے۔

میں نے ۱۹۷۹ء میں امریکہ کے ایک اخبار میں فل برائیٹ اسکالر کے طور پر کام کیا۔ وہاں ایک ایسا حوالہ میرے ہاتھ لگا جو میں اپنے اسٹوڈنٹس کو اس وقت دیتا ہوں جب کبھی یہودی زیر بحث آتے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں نیویارک میں ایک انٹرنیشنل نیوز کانفرنس منعقد ہوئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا

کہ یورپ سے امریکہ جا کر آباد ہونے والے یہودیوں کی رہنمائی کی جائے۔ اس ضمن میں بہت سی تجاویز دی گئیں جو دو جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا میں شائع ہوئیں۔ میں نے اس اخبار کی لائبریری میں انسائیکلو پیڈیا کا مطالعہ کیا جس میں حتمی تجویز یہ دی گئی تھی کہ:

وہ بینکنگ' انشورنس' پرنٹ میڈیا اور گولڈ بزنس میں سرمایہ کاری کریں۔ آج یہ تینوں کاروبار انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ توہین رسالت کے حالیہ واقعات کی جڑیں اس کانفرنس کی تجاویز سے جا ملتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری' شعبہ ابلاغیاتِ عامہ پنجاب یونیورسٹی:

بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔ ہمارا احتجاج بجا ہے مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ عراق پر حملے سے پہلے یورپ اور امریکہ کے عوام نے بڑے پیمانے پر مظاہرے کیے تھے کہ عراق پر حملہ نہ کیا جائے۔ ایک مسلمان ملک پر حملہ روکنے کے لیے عیسائی عوام کا یہ جذبہ بلاشبہ قابل ستائش ہے جسے ہمیں اس وقت فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

امریکہ سے واپسی پر جیون خان اور میں اپنا یہ تجزیہ پیش کر رہے تھے کہ ہم وہاں کی آبادی کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اول حکمران طبقہ جو اپنے مفاد میں کام کرتا ہے' دوم وہاں کا دانش مند طبقہ اور میڈیا جو عالم اسلام کے خلاف آئے دن کوئی نہ کوئی زہریلی کارروائی کرتا رہتا ہے' سوم وہاں کے عوام ہیں جن کو مسلمانوں سے کوئی پرخاش نہیں۔ مغربی دنیا کی مذمت کرتے وقت ہم اس میں تمام طبقے شامل نہ کر لیا کریں۔ مجاہد منصوری صاحب کے تجزیے کے مطابق ہمیں سب سے پہلے سازش کا ماسٹر مائنڈ تلاش کرنا ہوگا۔

پروفیسر حافظ محمد اشرف' چیف انسٹرکٹر سول سروس اکیڈمی' لاہور:

ہماری تمام تر کوتاہیوں کے باوجود اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس میں ہمارا یا مسلم اُمہ کا کوئی خاص کمال نہیں۔ یہ سب قرآن مجید کی برکت ہے۔ قرآن مجید ہی غیر تبدیل شدہ اور حکمت سے معمور آخری آسمانی کتاب ہے اور ہر سلیم الفطرت انسان ضرور اس کے مطالعے سے اثر قبول کرتا ہے' تاہم جس قسم کے معاشرے ہم نے مسلم دنیا میں تشکیل دے رکھے ہیں وہ اشاعت اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اپنا گھر درست کرنا ہوگا۔ درحقیقت مسلم دنیا میں ایک نوآبادیاتی اور استعماری نظام کام کر رہا ہے۔ یہ مغرب کی ایک چال ہے کہ پہلے اس نے مسلم دنیا کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا اور ساتھ ہی اُن پر اپنے کٹھ پتلی حکمران مسلط کر دیے جو مسلمانوں ہی کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ ان حالات میں ہمارے لیے اپنی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور اس میں اسلامی نظام نافذ نہ کر کے ہم مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہمارے لیے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ یہاں ایک ایسا اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کریں جس کے ثمرات عام لوگوں تک پہنچیں اور اس کی برکات سے یہ ارض مقدس منور ہو جائے۔ اس کے بعد ہی ہماری نظریاتی بنیادیں مضبوط ہوں گی اور دشمن آقائے نامدار کی ناموس پر حرف زنی کی جرأت نہیں کرے گا۔

اس مذموم واقعے کا اوّلین ذمے دار ملک ڈنمارک ہے۔ اس لیے ہماری حکومت کو فوری طور پر اس کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں۔

غالب امکان یہ ہے کہ امت مسلمہ کے اجتماعی اقدامات سے دوسرے مغربی ممالک بھی عبرت حاصل کریں اور مستقبل میں ایسا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔

پروفیسر مظہر معین (شعبہ عربی اورینٹل کالج' لاہور):

میں آپ سب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ عالم اسلام دراصل گونگا عالم اسلام ہے' اس کی اپنی کوئی مشترکہ زبان ہے ہی نہیں۔ اس زاویہ نگاہ سے کیا ہوا تجزیہ ہمارے حق میں خاصا بہتر ہوگا۔ ایک مثال پڑھا لکھا مسلمان وہ ہے جو قرآن وحدیث کو سمجھ سکے اور عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتا ہو۔

پورے عالمِ اسلام کے مابین رابطہ عربی زبان ہی کے ذریعے ہونا چاہیے۔ انقلاب کے بعد ایران میں دو زبانیں رائج ہوئیں' فارسی سرکاری زبان اور دوسری عربی۔ مالدیپ اور برونائی میں بھی ایسا ہی ہے' اپنی سرکاری زبانوں کے ساتھ ساتھ وہاں عربی زبان بھی رائج ہے۔

پاکستان پورے عالم اسلام کی قیادت کا دعویدار ہے اور یہ حاصل بھی اسلام کے نام پر ہوا تھا۔ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ ہم اسلام کی بنیادی زبان سے اجتماعی اور انفرادی سطح پر ناواقف ہیں اور اس محرومی کا ہمیں کوئی احساس بھی نہیں۔ ہم اپنے بچوں کو ناظرہ یا تلاوت کی جو تعلیم دلاتے ہیں اس کا فائدہ ہمیں آخرت میں ہو گا اس دنیا میں نہیں۔

مغرب کی مذموم کارروائیوں کا جواب دینے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھیں' عربی زبان پر عبور حاصل کریں اور ملت کی سطح پر آپس میں انفرادی اور اجتماعی روابط استوار کریں۔

ہمیں نصاب تعلیم میں بھی ہر سطح پر قرآن اور حدیث کی تعلیم کو شامل کرنا چاہیے۔ اس طرح عالم اسلام بھی مستحکم ہو گا' ہمارے باہمی رابطے تقویت پائیں گے اور ہم گستاخانِ رسول کو بھی قرار واقعی سزا دے سکیں گے۔

جناب آئی ایچ راشد' سابق صدر پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس:

یہ میڈیا کا معاملہ ہے جسے ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱) اے پی این ایس جو اخبارات کے مالکان کی باڈی ہے۔ ۲) تمام اخبارات کے ایڈیٹروں کی باڈی سی پی این ای ہے۔ ۳) جرنلسٹس ایسوسی ایشن۔

پہلے ان تینوں کا ایک اجلاس بلایا جائے جو اس واقعے کی مذمت کرے۔ اس کے بعد ایک مشترکہ کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں تمام مسلم ممالک شریک ہوں۔

او آئی سی کے اجلاس کی طرح عالم اسلام کے میڈیا کی بھی کانفرنس بلائی جائے۔

مقصود احمد چغتائی' سیاح:

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ۹/۱۱ کے بعد دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے' ایک اسلامی اور دوسرا غیر اسلامی۔ ۱۹۷۴ء میں جب ایسے حالات پیدا ہوئے تھے تو مسلم ممالک نے شاہ فیصل مرحوم کی قیادت میں تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ میری تجویز یہ ہے کہ مسلمان حکمران اور باوسائل طبقے اُن بیرونی بینکوں سے اپنے اثاثے نکالنے کا فوری فیصلہ کریں جو ان ممالک میں واقع ہیں جہاں توہین رسالت کے واقعات رونما ہوئے۔ میں بذات خود ناروے' بیلجیم' ڈنمارک اور سویڈن کی سیاحت کر چکا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہاں اسلام کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ دنیا پہلے بھی دو بڑی جنگیں دیکھ چکی ہے اور یہ قوی امکان ہے کہ توہین رسالت کے اس واقعے پر ایک اور جنگ چھڑ جائے۔

مولانا عبدالروف ملک' خطیب آسٹریلیشیا مسجد' لاہور:

قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق عقل مند انسان وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور بے وقوف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو اپنے نفس کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔

یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں جتنا ہمارے حکمران سمجھ رہے ہیں۔ عالم اسلام اس وقت انتہائی خطرناک موڑ پر کھڑا ہے۔ مناسب یہ ہو گا کہ ہم اپنا محاسبہ کریں' اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور یہ عہد کریں کہ ہم امت مسلمہ کے عظیم مفادات کے لیے خلوص دل سے کام کریں گے۔

میں آپ کی توجہ آج کے اس احتجاج کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ قومی اور ملی سطح پر احتجاج ضرور ہونا چاہیے' لیکن اسے مربوط اور منظم کرنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ فرض ہمارے رہنماؤں اور حکمرانوں کے ساتھ ساتھ آپ سب دانشوروں کا بھی ہے کہ اسے کیسے منظم کیا اور نتیجہ خیز

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

بنایا جائے۔ عوام اس وقت بہت غصے کی حالت میں ہیں اور انہیں قیادت فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔

جناب عبدالغفار عزیز، ڈائریکٹر شعبہ امور خارجہ، جماعت اسلامی:

اس توہین آمیز واقعے کے حوالے سے چند باتیں اہم ہیں جن پر ہمیں نہایت گہرائی سے غور کرنا ہوگا۔ پہلی بات یہ کہ اس احتجاج کو ایک وقتی ابال ثابت نہیں ہونا چاہیے اگرچہ مغرب کی یہی کوشش ہے۔ خاص طور پر جرمنی اور ناروے کی طرف سے جو معذرت کی گئی ہے اور یہ بیان دیا گیا ہے کہ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کے تحفظات کا دھیان رکھتے ہیں۔ ان باتوں سے عوامی جذبات کی آگ سرد نہ پڑنے پائے، بلکہ ہمیں اپنے موقف پر ڈٹے رہنا چاہیے۔

مغرب نے اپنے میڈیا کے ذریعے توہین رسالت کے مرتکب عناصر سے یہ بات بھی کہی ہے کہ انہیں ایک ایسے نبی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے جواب اس دنیا میں موجود نہیں۔ ہمیں ایسے بیانات سے فریب کھانے کے بجائے اپنے زخم اس وقت تک تازہ رکھنے چاہئیں جب تک یورپ اور امریکہ واقعی اپنی پالیسی تبدیل کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں اور آئندہ مغربی میڈیا کو ایسی ناپاک جسارت کرنے کی جرأت نہ ہو۔ مجاہد منصوری صاحب سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ ہمیں اس واقعے کے ماسٹر مائنڈ کا سراغ لگانا چاہیے۔ یہ معاملہ صرف توہین آمیز کارٹونوں تک محدود نہیں بلکہ وہاں کی ملکہ نے ایک کتاب لکھی جس میں رسول کریم کی توہین کی گئی ہے۔ ڈنمارک کے وزیراعظم نے بھی اپنی تقریر میں ایسے ہی توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تو جناب، یہ مغربی میڈیا اور وہاں کے حکمرانوں کا ایک وتیرہ بن چکا ہے۔ اسے روکنے کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اس احتجاج کو منظم اور مربوط کرنے کے ساتھ عالمی سطح پر اپنی آواز بلند کریں جس کے ذریعے مسلمانوں کے عزم کا بھرپور اظہار ہو۔

یہاں پر او آئی سی کا اجلاس بلانے کی بات ہوئی ہے۔ میں یہ کہوں گا جب کبھی عالم اسلام کو اس قسم کی کوئی صورت حال درپیش ہوتی ہے، تو او آئی سی یا عرب لیگ کے کسی اجلاس کے ذریعے اس لہر کو ختم کرنے کی تدابیر ہم پر مسلط کر دی جاتی ہیں۔ اس کی ایک مثال شیخ یاسین کی شہادت ہے جس پر مسلم امہ میں غم و غصے کی زبردست لہر دوڑ گئی تھی جسے عرب لیگ کے اجلاس میں کارروائی کے ذریعے بے اثر بنا دیا گیا۔ او آئی سی کا اجلاس ضرور بلائیں مگر ساتھ یہ نہ بھولیں کہ یہ پوری امت مسلمہ کا نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ابھی ہمیں ملک کے ایک دور دراز علاقے سے کال موصول ہوئی ہے کہ یہ احتجاج ایک ہی دن ہونا چاہیے۔ مسلم امہ کا ایک مربوط نیٹ ورک پہلے ہی فعال ہو چکا ہے اور پوری دنیا میں ۳/ مارچ کو عالمی ہڑتال کی کال ہے۔ مسلم امہ کو فعال بنانے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اصحاب فکر و دانش کلیدی کردار ادا کریں۔

جناب ایس ایم ظفر کا صدارتی خطبہ:

آج یہاں نہایت اچھی گفتگو ہوئی ہے۔ ایک مسئلے پر گفتگو کے دوران کئی دوسرے اہم موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔ ہر مقرر نے اپنے اپنے انداز میں بات آگے بڑھائی ہے۔ خاص طور پر مواحد حسین صاحب نے تو آج کا دن اپنے لیے مختص کر لیا ہے اور بڑی ہی اچھی تجاویز پیش کی ہیں۔

نائن الیون کو نیویارک کے ٹاور جبکہ الیون نائن کو دیوار برلن گری تھی جس کے بعد ہم بہت خوش ہوئے کہ ہم نے ماسکو فتح کر لیا ہے اور اب واشنگٹن ہماری پہنچ سے دور نہیں رہا۔ ہم محض تصوراتی خوش فہمی میں مبتلا رہے، جبکہ مغربی دنیا اپنی تیاریوں میں مصروف رہی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ آج ہم سب کے سامنے ہے۔

میرے خیال میں مغرب کی طرف سے اس کے ہاں رہنے والی مسلم اقلیت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ ملک جہاں وہ اتنے عرصے سے رہ رہے ہیں، اب انہیں وہاں مغرب کی مرضی سے رہنا ہوگا۔ ایک طرح سے وہ اپنی معاشرتی اقدار ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں ناروے، سویڈن اور ڈنمارک نے یہ ضرور سوچا ہوگا کہ یہ جو مسلمان اتنے عرصے سے یہاں آباد رہے ہیں اور اب ان کی تیسری نسل ہمارے درمیان

پروان چڑھ رہی ہے' ذرا ان کے مذہبی عقائد اور جوش و جذبے کو تو آزما لیا جائے۔ یہ واقعہ اور اس سے قبل پیش آنے والے واقعات سے وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اتنے عرصے سے ہمارے درمیان رہنے والے مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے اسلام کی تعلیم نکل چکی ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں انہیں اس کا ایک اچھا خاصا جواب مل چکا ہوگا۔

ہمارے ملک میں جو احتجاج ہوا' جلوس نکلے اور غم و غصے کے اظہار کیا گیا' اس میں شریک ہونے والے تو بلاشبہ داد کے مستحق ہیں ہی' مگر سب سے زیادہ تحسین کے حقدار یورپی مسلمان ہیں جنہوں نے وہاں رہ کر اپنے جذبات کا اس انداز میں اظہار کیا جس انداز میں ایک مسلمان کو کرنا چاہیے۔ اس سے ہمیں یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہاں عرصہ دراز سے رہنے کے باوجود ان کے دلوں سے نبی کی محبت اور اسلامی تعلیمات محو نہیں ہوئیں۔

دوسری طرف میں آپ کا دھیان اس جانب بھی مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مشرقی یورپ کے ممالک مغرب کے بہت قریب ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں مسلمانوں کی جگہ مشرقی یورپ کے باشندوں کی آبادکاری کا کوئی منصوبہ ان کے ذہنوں میں ہو اور اس کے لیے جواز پیدا کیا جا رہا ہو۔ اس کی مثال میں یوں دوں گا کہ امریکہ کی سیاہ فام آبادی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ جب سیاہ فاموں نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی' تو امریکہ نے ان کی جگہ میکسیکو سے لوگوں کو بلا کر ملازمتیں اور رہائشیں دینا شروع کر دیں' لہٰذا ہمارے جذبات بلاشبہ بہت اچھے ہیں اور میں ان کی قدر بھی کرتا ہوں' مگر ہمیں ان میں ہوش کو بھی شامل رکھنا چاہیے۔ اس وقت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یورپ میں حرمتِ رسول کا مسئلہ کس طرح پھیل رہا ہے اور ہم کیسے اپنی بات یورپ اور امریکہ سے منوا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ٹھوس اور جامع اقدامات کی ضرورت ہے۔ ڈنمارک نے چونکہ اس سلسلے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے' اس لیے اس کو کٹہرے میں لانا بہت ضروری ہے۔

مغرب میں ان کے اپنے پیغمبروں کی حرمت کے بارے میں تو قوانین موجود ہیں' لیکن دوسرے مذاہب خاص کر اسلام کے حوالے سے ایسا کوئی قانون موجود نہیں جو کہ اب ناگزیر ہو گیا ہے۔ ایک ایسا تصور بین الاقوامی طور پر ابھارنے کی ضرورت ہے جس میں ہر مذہب کے پیغمبر اور بانی کے خلاف کسی بھی قسم کی بے حرمتی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جب چائلڈ رائٹس' لیبر رائٹس اور پولیٹیکل رائٹس کے عالمی قوانین بن سکتے ہیں' تو ریلیجس رائٹس کا قانون بھی بن سکتا ہے' لہٰذا ہمیں اس سلسلے میں ایک جامع حکمتِ عملی تیار کرنا ہوگی۔

ویٹی کن سے پوپ کا ایک بیان جاری ہوا ہے جس میں اس واقعے کی مذمت کی گئی ہے۔ اس تناظر میں یہ ضروری نہیں کہ ہم تمام یورپ کو نشانہ بنائیں۔ اس کے لیے ہمیں حقائق کی روشنی میں اصل ذمہ داران ہی کو قرار واقعی سزا دلانی چاہیے۔

مسلمانوں اور خصوصاً ہمارے ہم وطنوں کے جذباتی ردعمل پر کچھ لوگ اعتراض بھی کر رہے ہیں' لیکن ہمارے اسی ردعمل کے نتیجے میں مغربی دنیا کے غیر جانبدار لوگ یقیناً یہ سوال پوچھیں گے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس واقعے پر اس غم و غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ کونسی شخصیت ہے جس کی خاطر لوگ اس طرح گھروں سے نکل کر سراپا احتجاج بن گئے ہیں اور جب وہ اس سوال کا جواب ڈھونڈیں گے تو یہ ایک ذریعہ بن جائے گا ہماری روایات اور اقدار کو مغرب تک پہنچانے کا۔ یوں ایک قابلِ مذمت اور توہین آمیز واقعہ اسلام کے حق میں خوش آئند نتائج کا حامل ثابت ہوگا۔

آج کی گفتگو میں ہونے والی تمام باتیں بہت اچھی تھیں اور میرے خیال میں ہمیشہ ایسی ہی گفتگو ہونی چاہیے۔

راؤنڈ ٹیبل کی قرارداد

پائنا نے ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کو اپنے لائبریری ہال میں ''خاکوں کے خلاف مسلمانوں کے اجتماعی اقدامات'' کو موضوع پر ایک راؤنڈ ٹیبل کا انعقاد کیا۔

اجلاس کی صدارت جناب سینیٹر ایس ایم ظفر نے کی جبکہ اظہارِ خیال کرنے والوں میں پروفیسر ڈاکٹر اکرم چودھری (ڈین پنجاب یونیورسٹی)' مواحد حسین شاہ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ پنجاب)' جناب اسماعیل قریشی (چیئرمین ورلڈ مسلم جیورسٹس ایسوسی ایشن)' جناب مجیب الرحمٰن شامی (مدیر اعلیٰ روزنامہ پاکستان)' پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری' پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف' ہوائی یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ڈاکٹر وسیم صدیقی' ٹیکساس یونیورسٹی

سے وابستہ پروفیسر ڈاکٹر عارفین خاں لودھی، جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی رہنما مولانا امیر حمزہ، سیاسی تجزیہ نگار جناب قیوم نظامی، جماعت اسلامی کے شعبۂ امورِ خارجہ کے ڈائریکٹر جناب عبدالغفار عزیز، حافظ محمد عاکف امیر تنظیم اسلامی، پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری، انجینئر اسلم مغل (سابق مشیر اقوام متحدہ)، پروفیسر ڈاکٹر انیس الرحمٰن، مولانا عبدالروف ملک اور جناب آئی ایچ راشد شامل تھے۔ جناب متین صلاح الدین نے خاکوں کی پہلی مرتبہ اشاعت سے لے کر اب تک پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے حاضرین کو بریفنگ دی۔

شرکائے مجلس نے ان خاکوں کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کی اور متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

۱)......او آئی سی کا ہنگامی اجلاس فوری طور پر بلایا جائے۔

۲)......اس اجلاس کے لیے اتفاقِ رائے سے یک نکاتی حتمی ایجنڈا تشکیل دیا جائے۔

۳) او آئی سی کے تمام رکن ممالک ڈنمارک کی جارحانہ پیش قدمی پر اس سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کریں۔

۴)......اقوامِ متحدہ اور او آئی سی کے اشتراک سے بین الاقوامی سطح پر ایک کمیٹی کا قیام عملی میں لایا جائے تا کہ مستقبل میں ایسے شر انگیز واقعات کی روک تھام ہو سکے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی اداروں کی سطح پر متعلقہ قوانین کے تحت اس مسئلے کو اٹھایا جا سکے۔

۵)......او آئی سی اور اس کے رکن ممالک اجتماعی اور انفرادی سطح پر متبادل راستے اختیار کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

۶)...... بین الاقوامی سطح پر ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو یورپی یونین کے ممالک کو اس امر پر راغب کر سکے کہ توہینِ مسیحؑ کے قانون کو وسعت دے کر تمام مذاہب کے انبیاء اور بانیان بھی اس میں شامل کیے جائیں۔

یورپی ممالک میں مقیم مسلمانوں کی جانب سے بے مثال اظہارِ جرأت کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ مزید یہ بھی اپیل کی گئی کہ مظاہروں اور شر انگیز خاکوں کے خلاف اپنے جذبات اور نفرت کے اظہار میں شہری پُر امن رویہ اختیار کریں۔

http://www.kitaabghar.com

اہل مغرب سے 39 سوال

سوال 1- کیا مغربی ملکوں میں توہین ادیان، ہتک یا مذہبی دلآزادی کرنے والوں کے خلاف کوئی قانون موجود ہیں؟

سوال 2- برطانیہ میں آج تک نافذ العمل توہین عیسائیت قانون (Blasphemylaw) کے حوالے سے آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا یہ آزادی اظہار پر قدغن نہیں؟

سوال 3- 1990ء کی دہائی میں آسٹریا میں بھی ایسا ہی کیس عدالت میں لایا گیا جس میں اوٹو پریمینگر انسٹی ٹیوٹ (Otto Preminger Institute) فریق بنایا گیا، کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ برطانیہ کے علاوہ یورپی ممالک میں یہ قانون کسی نہ کسی طرح موجود ہے؟

سوال 4- برطانیہ میں موجود قانون کا دائرہ کار صرف (عیسائیت) کے تحفظ تک کیوں محدود ہے کیا یہ دیگر مذہب کے ساتھ امتیازی سلوک کا اظہار نہیں؟

سوال 5- برطانوی ماہرین قانون کے مطابق اگر برطانیہ اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے لیے کوئی قانون ہے بھی تو اس کی حیثیت "کسی کی ذاتی شناخت" ہے نہ کہ "کسی کے عقائد" کی توہین اور مذہبی تفریق کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

سوال 6- یورپی ممالک کو آئین کے مطابق جہاں ایک آزادی اظہار کا احترام کرنا ہے وہیں وہ اقلیتوں پر ہونے والے زبانی اور عملی حملے روکنے کے بھی پابند ہیں کیا یہ مشکل ترین کام نہیں؟ کیا انسانی حقوق کے حوالے سے تضاد نہیں۔

سوال 7- 1989ء میں ایک فلم Visions of Estet بنائی گئی جو سینٹ تھیریسا آف اے ویلا کے عشق کے موضوع پر تھی۔ برطانوی بورڈ نے اس فلم کی شوٹنگ روک دی تھی کیونکہ اس کے نزدیک یہ توہین مذہب کے دائرے میں آتی ہے حالانکہ ابھی یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ فلم سچ مچ توہین آمیز ہے لیکن جیلنڈر پوسٹن نامی ڈنمارک کے اخبار میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ٹونی بلیئر کا ڈنمارک کے وزیراعظم کو فون اور اس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا برطانوی دوغلے پن کو ثابت نہیں کر رہا؟ کیا ان کے نزدیک فلم کا اجراء روکنا اظہار رائے کی آزادی پر نہیں تھا؟

سوال 8- حیران کن بات یہ ہے کہ فلم میکر وینگرو نے یورپی عدالت میں کیس دائر کر دیا، اس کا یہ دعویٰ آزادی اظہار کی بنیاد پر تھا مگر یورپی ممالک عدالت نے بھی فیصلہ اس کے خلاف دیا کیا یہ واقعہ اسلام کے حوالے سے یورپی ممالک کے دوغلے طرز عمل کو آشکار نہیں کرتا؟

سوال 9- کیا یورپی عدالت میں اس کیس کا دائر کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہاں اس حوالے سے قوانین موجود ہیں؟ لیکن وہ صرف ان کے اپنے مذہب کے تحفظ کے لیے ہیں۔

سوال 10- کیا یورپی عدالت کا برطانوی حکومت کے حق میں فیصلہ دینا یہ ثابت نہیں کرتا کہ انہوں نے مذہبی تعظیم کو آزادی اظہار پر فوقیت دی؟

سوال 11- ڈنمارک کے کریمنل کوڈ کے سیکشن 140 کے مطابق ہر وہ شخص جو ملک میں قانونی طور پر مقیم کسی فرد یا کمیونٹی کے مذہب یا عبادات اور دیگر مقدس علامات کی تضحیک کرے گا اسے زیادہ سے زیادہ چار ماہ کی قید یا جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی"۔ کیا جیلنڈر پوسٹن نامی ڈنمارک کا اخبار اس قانون کی زد میں آتا ہے؟

سوال 13- خود ڈنمارک کی حکومت نے اپنی سرکاری ویب سائٹ www.um.dk پر مندرجہ بالا دونوں سوالات کا جواب ہاں میں دیا ہے اگر

ایسا ہے تو پھر ڈنمارک کی حکومت مذکورہ اخبار کے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں کر رہی؟

سوال 14- ڈنمارک کے وزیراعظم اخبار جیلنڈر پوسٹن کی اس حرکت کا آزادی اظہار کے نام پر دفاع کرنے پر تلے ہوئے ہیں کیا وہ اپنے ہی ملک کے قوانین کو سبوتاژ نہیں کر رہے؟ یا پھر ڈنمارک کے مسلمان وہاں کے قانونی شہری نہیں؟

سوال 15- ڈنمارک میں رائج کریمنل کوڈ کے سیکشن 266B کے مطابق ''ایسا کوئی بھی بیان یا سرگرمیاں جرم ہیں جو کسی بھی کمیونٹی کے افراد کے لیے رنگ، نسل، قومیت، مذہب یا جنس کے حوالے سے دل آزار ہوں' کیا جیلنڈر پوسٹن نے مذہب کی بنیاد پر قانونی طور پر مقیم ڈنمارک کی مسلمان آبادی کی دل آزاری نہیں کی؟

سوال 16- اپنی سرکاری ویب سائٹ پر ڈنمارک کی حکومت نے تسلیم کیا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو آزادی اظہار کا حق حاصل ہے مگر کسی قانون کو توڑنے کا نہیں کیا جیلنڈر پوسٹن نے کریمنل کوڈ سیکشن 140 اور سیکشن 266B کو نہیں توڑا؟

سوال 17- اگر ایسا ہے تو پھر وہ آزادی اظہار کا سہارا کیوں لیا جا رہا ہے اور دیگر یورپی ممالک کے اخبارات اور خود ان کے حکمران انہیں آزادی اظہار کی پناہ کیوں فراہم کر رہے ہیں؟

سوال 18- مندرجہ بالا حقائق کے باوجود ڈنمارک کے وزیراعظم نے اپنی سرکاری ویب سائٹ پر جیلنڈر پوسٹن کی حرکت پر معافی مانگنے سے انکار کیوں کیا؟

سوال 19- ڈنمارک کے آئین میں آزادی اظہار کے حوالے سے سیکشن 77 موجود ہے، جس کے مطابق ہر شخص کو اپنے خیالات کے اظہار کی اور اسے چھاپنے کی مکمل آزادی ہے، مگر اپنے خیالات کے حوالے سے وہ کورٹ آف جسٹس کو جواب دہ ہے'' کیا جیلنڈر پوسٹن بھی کورٹ آف جسٹس کو جواب دہ ہے؟

سوال 20- اگر ہاں (جیسا کہ آئین کہتا ہے) تو کیا کورٹ آف جسٹس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے جیلنڈر پوسٹن سے جواب طلب کیا ہے؟

سوال 21- اگر ایسا اب تک نہیں ہوا تو کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ خود ان ممالک میں بھی آئین اور قوانین پامال کیے جاتے ہیں؟

سوال 22- کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آئین اور قوانین امتیازی ہیں؟

سوال 23- ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک میں ہولوکاسٹ کے منکرین کے لیے قانون موجود ہے جس کے مطابق ہولوکاسٹ یعنی نازیوں کی جانب سے یہودیوں کے قتل عام کی کہانی کے کسی ایک بھی جزو سے انکار کرنے والے کو 20 سال قید تک کی سزا ہو سکتی ہے کیا یہ قانون یہود کو یورپ میں دوسروں سے نسلی طور پر برتر قرار دینے کا ثبوت نہیں؟

سوال 24- ہولوکاسٹ کے منکرین کے لیے قانون بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال 25- کیا ہولوکاسٹ کا یہ قانون آزادی اظہار پر قدغن نہیں؟

سوال 26- اگر ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے آئین کے مطابق تمام شہریوں کے حقوق برابر ہیں تو کیا ہولوکاسٹ کے لیے علیحدہ سے قانون بنانا اور مسلمانوں کے مذہبی احترام کے لیے قانون نہ بنانا متضاد تاثر نہیں چھوڑتا؟

سوال 27- کیا ہولوکاسٹ کے منکرین کے لیے قانون کی موجودگی اسلام کے حوالے سے بھی ایسے ہی کسی قانون کو رواج دینے کے لیے جواز فراہم کر سکتی ہے؟

سوال 28- اگر ہاں تو کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یورپی ممالک میں اس حوالے سے قانون سازی کی جائے گی؟

سوال 29- بصورت دیگر کیا آپ اس امکان کو رد کر سکتے ہیں کہ مستقبل میں اسی نوعیت کا یا اس سے بھی زیادہ گھٹیا فعل کا اعادہ ہو؟

سوال 30- اگر ایسا ہوا تو کیا یہ تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو سچ ثابت نہیں کر دے گا؟

سوال 31- انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حوالے سے یورپی کنونشن کے چارٹر (Rome 4.XI.1950) کے سیکشن 1، آرٹیکل 9 پارٹ 1 اور 2 کے مطابق ''ہر شخص کو آزادی خیالات' شعور اور مذہب کا حق حاصل ہے' اس آزادی میں مذہب کی تبدیلی (اس کے یا بطور برادر)' اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنا' اسی کی تعلیمات عام کرنا شامل ہیں، ان آزادیوں پر معاشرے میں موجود قوانین کے دائرہ کار کے اندر عمل کرنا ہوگا تاکہ یہ آزادیاں کسی دوسرے فرد یا کمیونٹی کے تحفظ' امن وامان اور دیگر افراد یا کمیونٹی کے حقوق اور آزادیوں کو سلب کرنے کا ذریعہ نہ بنیں''۔ کیا ڈنمارک سمیت دیگر یورپی ممالک نے یورپی یونین کے اس چارٹر کی پاسداری کی ہے؟

سوال 32- کیا انہوں نے اپنی آزادی کے لیے دوسروں کی آزادی اور حق پر ڈاکہ نہیں ڈالا؟

سوال 33- یورپی یونین کے اسی چارٹر کے سیکشن 1 آرٹیکل 10 پارٹ ون اور ٹو کے مطابق ''آزادی اظہار کا مطلب یہ ہے کہ ہر کوئی اپنی رائے کے اظہار کے لیے حکومتی بندشوں سے آزاد ہے'' کیا اس شق سے کہیں بھی یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کے مذہب یا ذاتی زندگی میں مداخلت کر سکتا ہے؟

سوال 34- آزادی اظہار کی اسی شق کے پارٹ دوم میں صاف طور پر یہ الفاظ درج ہیں Sine it arries with it duties & responsibilties کیا یہ آزادی اظہار کے ساتھ ساتھ ''فرض شناسی اور ذمہ داری'' کی شرط عائد نہیں کرتا؟

سوال 35- اگر ہاں تو کیا یورپ کے اخبارات نے فرض شناسی اور ذمہ داری کی شرط پوری کی ہے۔

سوال 36- اگر یورپی اخبارات نے یہ شرط پوری نہیں کی تو ان کے حکمران انہیں آزادی اظہار کا تحفظ کیوں فراہم کر رہے ہیں؟

سوال 37- اسی شق میں یہ جملہ بھی درج ہے کہ ''آزادی اظہار کے حوالے سے ملکی قوانین پامال نہیں کیے جائیں گے تاکہ جمہوری روایات' علاقائی سلامتی قومی مفادات دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور باہمی اعتماد کو نقصان نہ پہنچے'' کیا کسی بھی یورپی ملک کے اخبارات نے اس حرکت سے قبل مندرجہ ذیل عوامل پر غور کیا؟

سوال 38- مندرجہ بالا شق صاف طور پر آزادی اظہار کو ملکی قوانین کا گھیرا ڈال کر محدود کرتی ہے' کیا ڈنمارک کے اخبار نے اپنے ہی ملک کے کریمنل کوڈ سیکشن 140 اور 266B کو پامال نہیں کیا؟

سوال 39- کیا یورپی اخبارات کے اس فعل نے یورپی ممالک کی جمہوری روایات' علاقائی سلامتی' قومی مفادات' دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور باہمی اعتماد کو تباہی کے کنارے لا کھڑا نہیں کر دیا؟

http://www.kitaabghar.com کتاب گھر کی پیشکش

کوفی عنان کس کی زبان بول رہے ہیں؟

یورپی ممالک کے اخبارات میں ایک منظّم سازش کے ذریعے تسلسل کے ساتھ توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کی بڑھتی ہوئی ناپاک جسارت کے خلاف پاکستان، لبنان، ایران، شام اور ملائیشیا سمیت عالم اسلام کے سراپا احتجاج بننے پر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے بیانات نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ دراصل امریکہ اور یورپ کی لونڈی ہے اور کوفی عنان ان کی کٹھ پتلی ہیں۔

گزشتہ سال ستمبر کو ڈنمارک کے ایک اخبار کی جانب سے توہین رسالت پر مبنی کارٹون شائع کر کے مسلمانوں کے خلاف ایک منظّم انداز میں میدان جنگ سجا لیا جس کے بعد ناروے، فرانس، جرمنی، بھارت اور نیوزی لینڈ سمیت متعدد ممالک کے اخبارات اس میدان جنگ میں ڈنمارک کے لگائے گئے کیمپ میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز کارٹون اور لڑکی کی ننگی پیٹھ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تصویر شائع کر کے اصل معنوں میں تہذیبوں کی جنگ شروع کر دی جو تاحال جاری وساری ہے۔ اس منظّم جنگ کے خلاف دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔ اسلامی ممالک نے اجتماعی طور پر اس صورت حال سے نمٹنے کی بجائے انفرادی طور پر اپنی استطاعت کے مطابق احتجاج کیا۔ چند مسلمان ممالک نے احتجاجی مظاہروں سے ایک قدم آگے بڑھ کر سعودی عرب، شام، ایران اور لیبیا نے ڈنمارک اور ناروے سے سفارتی تعلقات منقطع کر کے تجارتی بائیکاٹ کرنے کا اعلان بھی کیا۔ اس حوالے سے پاکستان، کویت، ملائیشیا، متحدہ عرب امارات سمیت اسلامی دنیا کے متعدد ممالک نے بھی ڈنمارک سے تجارتی بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ بائیکاٹ کے اس اعلان کا فوری طور پر یہ اثر ہوا کہ صرف ڈنمارک کی معیشت کو 10 لاکھ ڈالر روزانہ کے حساب سے نقصان ہو رہا ہے۔

یورپی یونین نے خود کو طاغوتی بلاک ثابت کرتے ہوئے مسلمان ممالک کو خبردار کیا کہ ڈنمارک چونکہ یورپی یونین کا رکن ملک ہے اور اگر کوئی ملک یونین کے کسی رکن کا تجارتی بائیکاٹ کرتا ہے تو اسے یورپی یونین کے ساتھ بائیکاٹ تصور کیا جائے گا اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی مگر کسی مسلمان ملک نے یورپی یونین کی اس دھمکی کو خاطر میں نہ لیا اور احتجاجی طور پر ڈنمارک اور دوسرے ممالک کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کا سلسلہ جاری رکھا۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ یورپی ممالک کی اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کا سلسلہ نہ صرف جاری ہے بلکہ اس میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا ہے اور ایسی ناپاک جسارت کرنے والوں کو اپنے کیے پر شرمندگی بھی نہیں ہوئی بلکہ وہ اب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ کارٹون کی اشاعت پر معافی نہیں مانگی جائے گی۔ ڈنمارک کے وزیراعظم نے ایک بار پھر کہا ہے کہ توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کی وجہ اسلامی دنیا میں ان کے ملک کے شخص کو نقصان پہنچا ہے تاہم ڈنمارک کی اس حوالے سے پالیسی واضح ہے کہ چونکہ توہین آمیز کارٹون ایک اخبار نے شائع کیے ہیں جو کہ ایک آزاد شعبہ ہے اور حکومت اس کے کسی قول وفعل کی ذمہ دار نہیں اس لیے ڈینش حکومت کارٹونوں کے معاملے پر مسلمانوں سے معافی نہیں مانگے گی اور مزید ایسی ناپاک جسارت نہ کرنے کی یقین دہانی کرانے کو بھی تیار نہیں، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان بجائے اس کے ایک عالمی ادارے کے سربراہ کی حیثیت سے یورپی ممالک کی ان حکومتوں پر دباؤ ڈالتے کہ کارٹونوں کی اشاعت ایک شرپسند اور قابل مذمت اقدام ہے جسے نہ صرف روکا جانا چاہیے بلکہ ایسی ناپاک جسارت کرنے والے ذمہ دار عناصر کو سخت سے سخت سزا دے کر عالم اسلام سے معافی بھی مانگنے اور مزید یہ کہ ایسی ناپاک جسارت آئندہ سرزد ہونے کی یقین دہانی بھی کرائی جائے مگر کوفی عنان تو ان ممالک کی حکومتوں سے دو قدم آگے بڑھ کر ان کی زبان

بولتے ہوئے الٹا مسلمانوں سے ہی بار بار اپیل کر رہے ہیں کہ وہ کارٹونوں کی اشاعت پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔ واہ رے واہ کوفی عنان آپ کا بھی کیا کہنا ہے۔ آپ اس معافی کو قبول کرنے کی بات کرتے ہیں جس میں مذکورہ ڈینش اخبار نے محض یہ کہا ہے کہ وہ توہین آمیز کارٹون کی اشاعت پر مسلمانوں سے معافی مانگتے ہیں تاہم اس بات کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ آئندہ ایسی کوئی ناپاک جسارت نہیں ہوگی۔ یہ کیسی معافی ہے جسے قبول کرنے کے لیے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان مسلمانوں سے اپیلیں کر رہے ہیں۔ کوفی عنان نے اپنی بات اس پر بھی ختم نہیں کی بلکہ انہوں نے واشنگٹن میں صدر جارج ڈبلیو بش سے ملاقات کے بعد بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ایران، شام، لبنان، ملائیشیا اور دیگر ملکوں میں جہاں مشتعل مظاہرین نے غیر ملکی سفارت خانوں کو نقصان پہنچایا ہے وہ ہرجانہ ادا کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ پرتشدد مظاہروں کو روکنا حکومتوں کی ذمہ داری ہے اور جو ممالک اس طرح کے واقعات کو روکنے میں ناکام رہے ہیں وہ ڈنمارک، ناروے سمیت دیگر غیر ملکی سفارت خانوں کو پہنچنے والے نقصان پر متعلقہ ملکوں کو ہرجانہ ادا کریں گے اور اس حوالے سے انہوں نے اقوام متحدہ میں شام کے مندوب سے ملاقات کر کے اس معاملے کو اٹھایا ہے۔

کوفی عنان جو ایک عالمی ادارے کے سربراہ ہیں کے ایسے بیانات نہ صرف مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی اور ان کی توہین ہے بلکہ یہ واضح پیغام ہے کہ اگر مسلمانوں اور طاغوتی طاقتوں کے درمیان خدانخواستہ تہذیبی جنگ ہو جاتی ہے تو اقوام متحدہ کا کیا کردار ہوگا؟ مصالحتی یا مکمل جانبداری۔ اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے۔

اقوام متحدہ امریکہ اور یورپ کی لونڈی بن چکی ہے اور کوفی عنان خود نہ صرف اقوام عالم میں اعتماد کھو چکے ہیں بلکہ ان ممالک کی کٹھ پتلی بن چکے ہیں۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے سربراہ کی حیثیت سے افغانی طاقتوں کی ننگی جارحیت پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے پیچھے پیچھے نہ صرف ہاتھ باندھ کر چلتے رہے بلکہ وہ بوقت ضرورت ''مہرہ'' بھی بنتے رہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی کسی بھی جارحیت کو قانونی ہونے کی عالمی سند سے نوازتے رہے ہیں۔ دنیا بھر میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان کے مظالم اور خونخوار ہاتھوں سے نہ صرف مسلمان ممالک کی زمینی سرحدیں محفوظ نہیں بلکہ مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں پر بھی مسلسل حملے ہو رہے ہیں مگر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ان ظالموں کا ہاتھ روکنے کی بجائے مظلوموں سے ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ آہ و بکاہ کرنے کی بجائے خاموش رہیں اور شور نہ کریں۔

کوفی عنان کے پاس موجود عہدے کی معیاد چند ماہ کی بات ہے اگر انہیں خود کو اور اپنے ادارے کو مؤثر بنانا ہے تو وہ اپنے چند ماہ کے عہدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں اور طاغوتی طاقتوں کی فرعونیت اور ان کی ناانصافیوں کو بے نقاب کرنا شروع کر دیں۔ ان کی ناپاک اور اوچھی حرکتوں پر کھلے عام نکتہ چینی شروع کر دیں ان کی جابرانہ اور انتہا پسندانہ کارروائیوں کو روکیں اور ڈنمارک جیسے واقعات کے بعد یا کسی بھی ایسے واقعہ کے بعد اس کے متاثرہ فریق کو نصیحت کرنے کی بجائے ان لوگوں پر دباؤ ڈالیں اور ان کے خلاف عالمی رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کریں جنہوں نے کوئی ناپاک اور ظالمانہ حرکت کی ہے۔ اس طرح وہ ایک انصاف پسند شخصیت کے طور پر یاد کیے جائیں گے، اس سے اقوام متحدہ کا وقار بھی بڑھے گا۔

تلاش ہے اُمّہ کو کسی صلاح الدین ایوبیؒ کی!

ان دنوں سب سے زیادہ سلگتا ہوا مسئلہ ڈنمارک اور بعض دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں شائع ہونے والے نبیؐ کے بارے میں معاذاللہ استہزائی خاکے (کارٹون) ہیں۔ اس مسئلے نے ساری امت مسلمہ جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کو صدیوں سے اپنی نااتفاقی اور اپنے حکمرانوں کی بے حسی اور عیش کوشیوں کی سزا بھگت رہی ہے مگر اتنی سخت جان ہے کہ اپنی ہزار بے عملیوں کے باوجود اپنے دل سے رسولؐ کی محبت نکلنے نہیں دیتی بلکہ اس محبت میں روز بروز اضافہ ہی ہوا ہے لیکن دوسری طرف امت مسلمہ اپنی کمزوریوں کا کوئی مستقل حل تلاش کرنے کے لیے مجتمع بھی نہیں ہوتی۔ قیادت کے انتخاب میں بھی امت مسلمہ کا یہی حال ہے۔ انتخاب قیادت میں مسلمان ہوش سے زیادہ جوش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے دشمن کو زیادہ زور شور سے للکارتا ہوا اور بغیر ہتھیار و بغیر منصوبہ بندی، دنیا کی ہر طاقت سے ٹکرا جانے کا نعرہ لے کر میدان میں نکل آئے یہ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ کے اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ اور نظر اٹھا کے یہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے کہ دشمن مخالف چہرہ بنانے والا دشمن کا ایجنٹ ہے اور اسے اسی مشن پر کام کرنے کے لیے متعین کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ کو ذہنی یکسوئی مستقل منصوبہ بندی، فکر تدبر، صبر و استقامت، حوصلے برداشت اور معاملہ فہمی سے محروم رکھے تاکہ امت مسلمہ جدید حالات و مسائل کا مقابلہ کرنے کی تیاری نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عالمی طاقتوں کی مسلم دشمن سازشوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے نہ مسلمان قوم تیار ہے نہ اس کی قیادت۔

تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو گزشتہ تین صدیوں سے ہم اس جذباتی فضا میں جی رہے ہیں کہ غیر مسلم ہماری مقدس اور برگزیدہ ترین شخصیات کے خلاف کتابیں بھی چھاپتے ہیں۔ ان کتابوں میں بیہودہ زبان بھی استعمال کرتے ہیں اور ان شخصیات کے مشتعل کرنے والے توہین آمیز نام بھی لکھتے ہیں۔ زور شور کے ساتھ اس قسم کے ناروا مضامین اور کتابیں چھاپنے کا آغاز برطانیہ سے ہوا۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے یوپی کے سابق لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور نے ''دی لائف آف محمد'' کے نام سے کتاب لکھی اور رسولؐ کے خلاف نازیبا زبان استعمال کر کے اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی۔ اس کتاب میں کیے گئے بیہودہ اعتراضات کا جواب سر سید احمد خان نے ''خطبات احمدیہ'' کی صورت میں دیا۔ ولیم میور کی کتاب کے بعد برصغیر کے ہندوؤں نے بھی، جو صدیوں سے مسلمانوں کے ساتھی اور ہمسائے تھے بداخلاقی کی اس گندگی میں گلے گلے تک ڈوب کر پیغمبر اسلامؐ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ پچھلی صدی کے ابتدائی عشروں میں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہود و ہنود اور نصاریٰ کے سہ فریقی اتحاد نے مسلمانوں کی دل آزاری کرنے اور انہیں اشتعال میں لا کر اخلاق و تہذیب کی حدوں سے باہر نکالنے کا عمل بڑی شد و مد اور بڑے سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ اس کے پس پردہ محرکات اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتے کہ ہر ایک کے لیے دنیا و آخرت میں حقیقی امن و عافیت نجات اور مغفرت کے ضامن اور انسانی وحدت اور ساری نسل انسانی کے ساتھ پیار و محبت کے علمبردار اسلام کو پھلنے پھولنے سے روکا جائے۔ مسلمانوں کو مشتعل کر کے دنیا کو یہ دکھانا بھی مقصود ہے کہ مسلمان بڑے فسادی، جھگڑالو اور امن دشمن یعنی ''دہشت گرد'' ہیں۔ ان طاقتوں کو خوف لاحق ہے کہ اگر پوری دنیا تک اسلام کا حقیقی تعارف، قرآن کا لافانی پیغام اور نبی کریم کی آفاقی تعلیمات پہنچ گئیں تو انسانیت کو ظلم اور تاریکی سے نجات مل جائے گی اور یہود و ہنود و نصاریٰ کی ٹھیکیداری ختم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اسلام تو ایمان اور اعمال کے نتائج کو نجات و مغفرت اور امن و عافیت کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اس کا تصور ''دورہ عشق فلاں ابن فلاں تیز نیست ہے۔'' یعنی اسلام کی راہ میں نسل، علاقائیت، لسانیت، بے معنی چیزیں ہیں۔ وہ سارے بنی آدم کی جان و مال، عزت و آبرو کا محافظ ہے اور انہیں عزت نفس کا مکمل حصار مہیا کرتا ہے یہی اس کے فروغ کی اصل وجہ ہے۔ ماضی میں جس طاقت کو بھی مسلمانوں سے واسطہ پڑا وہ فقط مسلمانوں کی اعلیٰ اخلاقی قوت سے پسپا ہوئی۔ اس پسپائی کو چھپانے کے لیے سراسر

جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حالانکہ دنیا کے ایک تہائی سے زائد اسلامی ممالک وہ ہیں جن پر کبھی نہ مسلمانوں نے فوج کشی کی نہ وہاں کے عوام سے کوئی لڑائی لڑی۔ اسلام کی اخلاقی قوت نے ان ساری اقوام کو دائرہ اسلام میں آنے پر مجبور کیا۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا اور افغانستان بھی انہی ممالک میں شامل ہیں جہاں مسلمانوں کی طرف سے کوئی فوج کشی نہیں کی گئی۔ ماورالنہر کے سارے علاقے میں موجود مسلم ریاستوں میں اسلام مصلحین، مبلغین یا مسلمان تاجروں کے ذریعے پھیلا ہے۔ آج بھی یورپ اور امریکہ میں مسلمان ہونے والے مرد وخواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ اسلام ہر قلب سلیم پر دستک دیتا ہے اور ہر ذہن کی الجھن دور کر کے اسے گلے لگا لیتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یاد دلانے کی ہے کہ جب بھی پیغمبر اسلامؐ کے خلاف کسی بدبخت نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا، توہین آمیز رویہ اختیار کیا، کوئی کتاب لکھی، کوئی خلاف تہذیب مواد شائع کیا تو اس کے جواب میں کبھی کسی مسلمان کے قلم سے کسی مذہب کے رہنما، پیشوا یا محبوب اور مقدس شخصیت کے خلاف کوئی تحریر نہیں لکھی گئی کوئی گندی کتاب نہیں چھپی۔ کسی کے مذہبی پیشوا کو برا نہیں کہا گیا اور یہ ایک دو دن کی کہانی نہیں بلکہ مسلمانوں کے عہد عروج سے لے کے آج تک امت مسلمہ کا مکمل ریکارڈ گواہ ہے کہ مسلمان ہر مذہب کے پیشواؤں کا مکمل احترام کرتے ہیں۔ اور مسلم امہ کا عمل اس پر گواہ ہے کہ اس نے آج تک کبھی کسی مذہب یا اس کے پیشوا کے خلاف کوئی بدتمیزی یا توہین آمیز رویہ اختیار نہیں کیا نہ زبانی نہ تحریری۔ مذہبی اعتبار سے اتنی روادار، اعتدال پسند اور روشن خیال امت اور اس کے مذہب کے خلاف یورپ کے ان مہذب ملکوں اور قوموں کا جو رویہ ماضی سے چلا آ رہا ہے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ایک دور میں ہسپانیہ میں باقاعدہ عیسائی مذہبی قلعوں کو عیسائی مذہب کے پیشواؤں کی طرف سے جنت کے پروانے دے کے اس کام پر مقرر کیا جاتا تھا کہ وہ توہین رسالتؐ کے مرتکب ہوں۔ آج وہی کام دوسرے انداز سے کیا جا رہا ہے۔ اکیسویں صدی کے آغاز سے امریکہ جس نیو ورلڈ آرڈر پر عمل پیرا ہے، اس کا واحد مقصد مسلمان کشی، اسلام دشمنی اور مسلم ثقافت کے خلاف عام نفرت پیدا کرنا اور مکمل طور پر اسلام کے نظام کو اس حد تک پسپا کر دیتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کی سودی معیشت کو غریب اقوام کا خون چوسنے اور ان کے قدرتی ذرائع و وسائل پر بزور و جبر قبضہ کرنے کا استحقاق مل جائے اور ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس کے لیے یہ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار اور آزادی اظہار رائے عامہ کے جھوٹے دعویدار ہر اخلاقی حد کراس کر کے یہاں تک آ گئے ہیں کہ پہلے انہوں نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا، دنیا بالخصوص مسلم دنیا کو مرعوب کیا ڈرایا دھمکایا اور افغانستان میں خون کی ندیاں بہائیں پھر عراق کے تیل کے ذخیروں پر قبضے کی راہ ہموار کی۔

ہماری نگاہ میں ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے اخبارات کا یہ انسانیت سوز صحافتی رویہ اس ڈرامے کا ایک نیا باب وا کر رہا ہے۔ اس حوالے سے امریکہ، یورپی یونین اور ان کے متعلقین کا طرز عمل اتنا شرمناک اور اخلاقی باختہ ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے، وہ کم ہے جس اظہار رائے کی آزادی کی وہ اپنی ڈھال بنا کے پیغمبر اسلامؐ کی توہین کرنے والے خاکے کے چھاپنے کا جواز قرار دے رہے ہیں اس کا پول خود انہی یورپی ملکوں کے قوانین کھل دیتے ہیں کیونکہ ان یورپی ملکوں میں حضرت عیسیٰ یا عیسائی مقدسین کی توہین قابل تعزیر جرم ہے۔ یہی یورپی یونین جس نے مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کے بعد ان کے احتجاج اور غم و غصے کو مسترد کر دیا ہے کہ ممبر ملکوں کی تاریخ میں ایسے اعلیٰ عدالتی فیصلے موجود ہیں کہ جن میں ان لوگوں کو سزا دی گئی جنہوں نے کسی بھی طریقے سے صلیب، حضرت عیسیٰ یا کسی راہبہ کی توہین کی تھی۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جن ممالک میں یہ قانون موجود ہے کہ مقدسین کی کسی طرح بھی ایسی تشہیر نہیں کی جا سکتی جو دیکھنے والوں کے لیے دل آزاری کا باعث ہو۔ اسی یورپی یونین کے ممبر ممالک مسلمانوں کی دل آزاری کو جائز قرار دیتے ہیں اور روشن خیال دعویدار اور انسانی حقوق کے نام نہاد چیمپیئن صدر بش بھی اپنی آواز انہی انسانیت دشمن ممالک کی آواز میں شامل کرتے ہیں اور دنیا کے ایک ارب تیس کروڑ مسلمانوں کی دل آزاری اور احتجاج کو یہ کہہ کے مسترد کر دیا جاتا ہے کہ اخبارات کی آزادی میں مداخلت نہیں کی جا سکتی۔ یہ امریکہ و یورپ کا دوہرا معیار ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ معاملہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے۔ اسی لیے تواتر کے ساتھ یہ توہین آمیز خاکے یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں نومبر سے لے کے اب تک کئی بار چھاپے گئے ہیں اس لیے مسلمانوں کو اب بہت سنجیدگی سے بار بار کی دل آزاری اور توہین رسالت کے مکروہ اقدامات بند کرانے کے لیے کوئی طریقہ کار سوچنا ہوگا۔ اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق مسلمان کسی برگزیدہ شخصیت کی شان میں چاہے اس کا تعلق کسی بھی

مذہب سے ہو کوئی گستاخی نہیں کر سکتے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کا احترام کرنا اور ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو اعظم ہے۔ (سورۃ البقرہ) ''ہم رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔'' حضرت موسیٰ بھی ہمارے لیے محترم ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی۔ ہماری دل آزاری کرنے والے یہ سب دشمنان اسلام اس بات سے واقف ہیں اور ہماری اس کمزوری سے آگاہ بھی کہ ہمارے حکمران اپنے مفادات کے تحفظ اور اپنی اقتدار کی ہوس کی بناء پر نا اتفاقی کا شکار اور اپنے مسلمان عوام سے کٹے ہوئے ہیں اسی کمزوری سے امریکہ و یورپ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مسلمان حکمران اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا امریکہ و یورپ سے ڈرتے ہیں۔ ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ 59 اسلامی ممالک کی موجودگی میں کوئی توہین رسالت کا مرتکب ہو ڈھٹائی کے ساتھ اسے برحق قرار دے اور ہم محض مذمتی قراردادوں یا یورپی مصنوعات کے بائیکاٹ کی ایسی بے جان دھمکیوں کو کافی سمجھ کر مطمئن ہو رہیں کہ جن میں حکومتی سطح پر تجارتی معاہدوں کی منسوخی کا کوئی زور نہ ہو عوام رسولؐ سے اپنے عشق کے اظہار کے لیے مظاہرے کرے اور اس کار خیر میں ایوان ہائے حکومت کی نمائندگی کہیں نظر نہ آئے۔ اس ساری صورت حال میں کہیں تو وہ مقام آنا چاہیے جہاں مسلمان عوام اور حکمران دونوں مل کر ناموس رسالتؐ کی حفاظت اور عزت کی زندگی کے لیے یک جہتی کے ساتھ اپنی ایمانی زندگی کا ثبوت دیں اور دنیا پر یہ واضح کر دیں کہ ہمارا مرنا اور جینا عظمت رسولؐ کے ساتھ ہے۔ ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جس طرح نائن الیون کے افسانے سے مسلم امہ کے دو ملکوں کو تباہ و برباد کیا گیا کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نئے منصوبے کے پیچھے کوئی اور مسلم ملک بش اور ان کے حمایتیوں کی کروسیڈی پالیسی کا شکار بننے والا ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ مسلمان عوام کے جذبات بھڑکا کر کسی مطلوبہ مسلمان ملک کو بے اعلان جنگ کا ہدف بنایا جانے والا ہو؟ جس کا حق بش صاحب پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔ اقوام متحدہ کی منظوری کے بغیر بلکہ مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ اور اس کی تباہی اس کی روشن دلیل ہے۔ اس لیے ہم مسلمان عوام اور مسلم حکمرانوں کو جو پیغام دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ عوام اپنے جذبات کے اظہار اور مظاہروں میں ڈنمارک اور نازیبا خاکے چھاپنے والے دوسرے یورپی ملکوں کے خلاف اپنا بھرپور احتجاج اور غم و غصہ ظاہر کریں گے اپنے اسلامی اخلاق و کردار کو ہر صورت میں پیش نظر رکھیں۔

http://www.kitaabghar.com

اسلامی ملکوں میں موجود ان یورپی ملکوں کے سفارتخانوں اور اقوام متحدہ کے دفاتر کو اپنے جذبات سے ضرور آگاہ کیا جائے مگر ایسا کرتے وقت ان در پردہ عناصر سے بھی خبردار رہا جائے جو بظاہر مسلمانوں کے احتجاج میں شامل ہیں مگر درحقیقت دشمن کے ایجنٹ ہیں۔ ہمارا احتجاج اور غم و غصہ ان انسانیت دشمن روسیاہ اخبارات اور طاقتوں کے خلاف ہے جو توہین رسالت کی مرتکب ہوئی ہیں ہمیں سفارتی آداب کے منافی کسی کارروائی کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ ان ملکوں کی بنی ہوئی اشیا کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اس سلسلے میں ہم سمجھتے ہیں کہ عوام سے زیادہ مسلمان حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان ملکوں کے مال برآمد کرنا بند کر دیں۔ تجارتی معاہدے منسوخ کیے جائیں اور اس معاملے پر مسلم امہ کے سارے حکمران اور قائدین مل کر ایک متفقہ لائحہ عمل بھی طے کریں۔ او آئی سی کی سطح پر اس کے خلاف آواز بھی اٹھائی جائے اور مشترکہ مؤقف بھی اختیار کیا جائے۔

نہ تو معاملہ کسی ایک اخبار کی طرف سے توہین رسالتؐ پر مبنی خاکوں کی اشاعت کا ہے نہ کچھ ملکوں کے صحافتی اداروں کی اخلاق سوز حرکت کا بلکہ امریکہ و یورپ کی طرف سے تہذیبوں کے جس تصادم کا زبانی انکار کیا جاتا ہے عملاً یہ اسی کی طرف پیش قدمی کی جا رہی ہے۔ او آئی سی کو ہم یہ بات بھی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس کے حالیہ اجلاس کی طرف سے اعلان مکہ کی صورت میں اتحاد اور یک جہتی کا جو آئیڈیل پروگرام دیا گیا ہے اس موقع پر اس کا پریکٹیکل مظاہرہ بھی ہونا چاہیے۔ یورپی یونین ہو یا دیگر یورپی ممالک یا امریکہ ان سب پر یہ بات واشگاف الفاظ میں واضح کر دینی چاہیے۔ آئندہ حضور پاک یا اسلامی تعلیمات کی توہین ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی اور کسی مسلمان ملک پر حملہ یا اس کے خلاف کارروائی سارے عالم اسلام کے خلاف کارروائی تصور کی جائے گی اور یہ کہ اگر آپ امن، عافیت اور عزت سے جینا چاہتے ہیں تو یہ امن، عافیت اور عزت ہمارا بھی حق ہے۔

موجودہ صدی میں یہودی و نصاریٰ کی جانب سے مسلمانوں پر مختلف زاویوں سے حملے کیے جا رہے ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں توہین رسالتؐ پر مبنی خاکوں کی اشاعت پر دنیا بھر میں مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔ اس احتجاج میں مرد عورتیں بوڑھے اور بچے سبھی شامل تھے۔ جو اس بات کی غماز ہے کہ امہ میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔ آپ اس لہر کو صحیح سمت دینے کے لیے کسی صلاح الدین ایوبی کی تلاش ہے۔

تحفظ ناموس رسالتؐ

ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے اہانت آمیز خاکوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ان کی اشاعت پر تمام مسلمان سراپا احتجاج ہیں اور دلوں میں بھڑکنے والی آگ دنیا پر عیاں ہونا شروع ہوگئی ہے۔دیگر مسلمان ممالک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں احتجاجی تحریک کی ایک بڑی لہر اٹھ چکی ہے جسے اگر منظّم ومربوط نہ کیا گیا تو شاید اپنی صورت بگاڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور اگر اسے بامقصد نہ بنایا گیا تو یہ احتجاج بے سود ثابت ہوگا اور عین ممکن ہے کہ دنیا میں ایسے واقعات کی روک تھام مشکل ہوجائے۔اگرچہ اتنے زیادہ احتجاج کے بعد ڈنمارک کے اخبار نے خاکوں کی اشاعت پر معذرت کر لی ہے مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ڈنمارک کے بعد فرانس' ناروے' سوئٹزر لینڈ وغیرہ کے اخبارات نے بڑی دیدہ دلیری سے دوبارہ اشاعت کا اہتمام بھی کیا۔لہٰذا بہت عمدہ حکمت عملی مرتب کر کے احتجاج کی راہ اپنانا ہوگی جس طرح کہ امام کعبہ عبدالرحمٰن السدیس نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اختلافات بھلا کر متحدہ ہوجانا چاہیے اور پھر یک جان ہوکر اس کے خلاف پرامن اور موثر احتجاج جاری رکھا جائے۔

ڈنمارک کے اخبار نے 30 ستمبر 2005ء میں 12 خاکے شائع کیے جس پر اسلامی ممالک سے 11 سفیروں نے ڈنمارک کے وزیراعظم Ander Fogh Rasmussen کو اکتوبر 2005ء میں خطوط لکھے جس میں خاکے بنانے والے کے خلاف کارروائی کرنے اور اخبار کی طرف سے باقاعدہ معذرت کرنے کا مطالبہ کیا گیا جس پر ڈنمارک کے وزیراعظم نے جواب دیا:

"Freedom of expression is the very foundation of Danish demoray (and) the Danish government has no means of influening the press."

ان کے اس جواب سے نہ صرف ڈنمارک کے 2 لاکھ سے زائد مسلمانوں میں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ایک تو ہمارے نبی کریم کی توہین کی گئی اور دوسرا ڈنمارک کی حکومت اپنی اس غلطی پر معذرت تک کرنے کو تیار نہیں۔مذکورہ خاکوں میں سے ایک خاکے میں رسول پاک کے سر پر ٹوپی کی صورت میں بم پہنایا گیا جس کا مقصد دنیا میں واویلا کیے جانے والی انتہا پسندی ہے جسے نعوذ باللہ حضور اکرم کے ساتھ منسوب کیا گیا۔

نبی کریم سے عشق مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔آپؐ کا ذکر تورات وانجیل میں بھی موجود ہے۔

ترجمہ: ''وہ جو (محمد) رسول (اللہ) جو نبی امی ہیں' کی پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' (الاعراف۔157:7)

اور قوم بنی اسرائیل (یہود) کے اہل دانش نے اپنے صحیفوں کی روشنی میں حضرت محمد کی بطور رسول اللہ تصدیق بھی کی۔

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجیے اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی (تو تمہارے ظالم ہونے میں کیا شک ہے۔بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (الاحقاف۔10:64)

آپؐ کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی۔

ترجمہ: ''اے پروردگار ان (لوگوں) میں ان ہی میں سے ایک رسول () بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔'' (البقرہ: 120)

نبی کریم کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ نے پیش گوئی کی تھی اور اسم احمد کا تذکرہ فرمایا تھا......

ترجمہ: ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے۔ (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمدؐ ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔'' (الصف۔6)

آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ پر دین اسلام کی تکمیل ہوئی۔

ترجمہ: ''(اور) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کا دین پسند کیا۔'' (المائدہ۔3)

آپؐ کا ذکر بلند کیا گیا...... ''اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔'' (الم نشرح)

یہ تمام باتیں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم سے محبت اور عشق صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دیگر اقوام کی الہامی کتب میں بھی آپ کا ذکر اور آپ سے پہلے انبیاء کرامؑ کی آپؐ کے بارے میں دعائیں، بشارتیں، گواہیاں اور پیش گوئیاں موجود ہیں۔ اس بناء پر اگر وہ اپنے مذہب یا عقیدے میں پختہ ہوں تو پھر بھی ان اقوام پر آپ کی محبت احترام اور ایمان واجب ہو جاتا ہے۔ کجا کہ وہ آپ کی توہین کریں۔ دوسری طرف نبی کریم سے محبت کے تقاضے یہ ہیں کہ آپ کو جان و مال اور دنیا کے ہر رشتوں سے محبوب رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کی کمی سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول پاکؐ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (التوبہ۔24)

آپ پر ایمان نہ لانا کفر ہے لہٰذا آپ پر بلاشبہ ایمان لانا ہی مومن کی اصل نشانی ہے چونکہ آپ کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے۔ آپ کی آمد مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے اور اسی لیے مومنوں پر آپ کے فیصلوں کی پابندی کو لازم قرار دیا گیا اور آپ کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پاک کے حکم پر چلو اور سننے اور جاننے کے باوجود اس سے انکار نہ کرو۔'' (المائدہ۔20)

ترجمہ: نبی پاک کی زندگی مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کے اخلاق بڑے عالی، نرم دل، بڑے ہی شفیق اور مہربان تھے۔ حدیث نبویؐ اور سیرت نبویؐ دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام کی تفسیر اور عملی نمونہ ہیں۔ آپ کی اطاعت کا اجر یہ ہے کہ آپ کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ نے بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔'' (الزمر۔33)

آخرت کے روز آپ کی فضیلت یہ ہوگی کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے بخشش کی سفارش کر سکیں گے، کسی کو شفاعت کا اختیار نہیں ہے، سوائے آپ کے۔ آپ افضل الانبیاء ہیں آپ کی تائید و تصدیق کے لیے تمام انبیائے کرامؑ سے عہد لیا گیا اسی طرح آپ سب پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کے آخری اور سچے نبی ہونے کی حقیقت سے اہل کتاب بخوبی واقف تھے کیونکہ انہوں نے آپ کے اوصاف کو اپنے صحیفوں میں ایک سچے رسول پاک کی پیش گوئیوں کے مطابق پایا۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بھی رسول کریم پر ایمان لانے کا حکم دیا اس سب کے باوجود دیگر مذاہب کے لوگوں میں آپ کی شان میں گستاخی چہ معنی دارد؟

ناموس رسالت بھی ایمان کا جزو ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود توہین رسالت کی سزا مقرر کر دی حتیٰ کہ مومنین کو شاتم رسول حضرت محمد سے ہر قسم کی دوستی رکھنے سے بھی منع فرمایا گیا اور اس کا انجام بتا دیا گیا۔ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔'' (اللہب۔1)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، پھر یہ ہے کہ مسلمانوں کو تکریم نبویؐ کا حکم دیا گیا ہے۔'' اور دل سے اس کی تعظیم کرو صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔'' (الفتح۔9)

قرآنی آیات کی سچائی کو دل و دماغ سے تسلیم کرلینے کے باوجود منکرین آپ کو (نعوذ باللہ) جادوگر کہہ کر مکر جاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اللہ کسی فرشتے کو اپنا پیغامبر بنا کر بھیج دیتا تب بھی یہ مشرکین ایمان نہ لاتے۔

منکرین ومشرکین نے حضرت محمدؐ پر کئی اعتراضات کیے اس پر قرآن نے استدلال پیش کیا ہے۔ آپ کے بشر ہونے پر اور آپ کی عائلی زندگی پر بھی منکرین نے اعتراض کیا۔ یہاں تک کہ منکرین مکہ اصرار کرتے تھے کہ آپ معجزات دکھائیں پھر ہم ایمان لائیں گے: ''اور کہتے کہ ان پر ان کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دیجیے کہ اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الانعام۔38) اور یہ روش آپ کے ساتھ ہی نہیں تھی بلکہ منکرین اقوام پہلے پیغمبروں سے معجزات لانے پر اصرار کرتی رہی ہیں۔ اور پیغمبروں کو تبلیغ سے باز رکھنے کے لیے انہیں مغلوب کرنے، قید میں ڈالنے اور قتل کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے ہیں۔ آپ کی رسالت کی تصدیق البتہ پیغمبروںؑ نے اپنی اقوام کے سامنے اس لیے کی تا کہ وہ بھی آپ پر ایمان لائیں مگر وہ اس کے باوجود بھی اپنی روش پر ڈٹے رہے اور آپ پر طرح طرح کے اعتراضات عائد کرتے رہے۔

انسانی حقوق کے علمبرداروں نے مسلمانوں کی اس دل آزاری پر کوئی ایکشن لینا گوارا نہیں کیا۔ کجا یہ کہ ڈنمارک اور دیگر ممالک کو اس حرکت پر معافی مانگنے اور اس کے ازالے کے لیے اقدامات اٹھانے پر مجبور کرتے۔ احترام مذہب اور اعتدال پسندی کا درس پوری دنیا میں دیا جا رہا ہے مگر صرف مسلمانوں کو اتنے زبردست احتجاج اور مظاہروں کے بعد بھی دنیا کی بڑی طاقتوں نے اس مسئلے کو درخور اعتناء نہیں سمجھا اور اسے آزادی اظہار رائے اور آزادی صحافت کی نذر کر دیا۔ مگر یہ مسلمانوں کے ایمان کا مسئلہ ہے لہٰذا تمام مسلمان باہم مل کر اور متحد ہو کر ٹھوس انداز میں اس گھمبیر مسئلے کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

http://www.kitaabghar.com

تلاشِ امن

تثلیث کے فرزندوں نے پچھلے کئی برسوں سے توحید کے فرزندوں کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کر رکھی ہے۔ پہلے انہوں نے مسلمانوں کے ملک افغانستان کا رخ کیا اور نہتے مسلمانوں پر آگ کے گولے برسائے' پھر ان کی توجہ افغانستان کے پڑوس میں بسنے والے مسلمانوں کی طرف ہوئی اور عراق کی قانونی حکومت کو تہہ و بالا کر دیا۔ الزام بھی مسلمانوں ہی کو دیا کہ یہ دہشت گرد ہیں۔ دنیا کا امن تباہ کرتے ہیں۔ اب انہوں نے کائنات کی عظیم ترین شخصیت مسلمانوں کے سانسوں اور دل کی دھڑکن حضرت محمدؐ کی ذات پر رکیک حملے شروع کر دیئے ہیں۔

ڈنمارک میں رہائش پذیر مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ انہوں نے ان خاکوں کی اشاعت پر اخبار کے ایڈیٹر سے احتجاج کیا تو ایڈیٹر نے اس احتجاج کو مسترد کر دیا۔ ان مسلمانوں نے کوپن ہیگن میں موجود مسلمان ممالک کے سفارت کاروں سے رجوع کیا۔ ان تمام سفارت کاروں نے اخبار کے ایڈیٹر سے احتجاج کیا اور معذرت شائع کرنے کے لیے کہا۔ اخبار کے ایڈیٹر نے ان تمام سفارت کاروں کو بھی وہی جواب دیا کہ یہ اظہار رائے کی آزادی ہے اور ہمیں اس کا حق حاصل ہے۔ انہی مسلمان سفارت کاروں نے ڈنمارک کے وزیراعظم سے شکایت کی' تو وزیراعظم نے جواب دیا کہ یہ اظہار رائے کی آزادی کا معاملہ ہے اس میں ڈنمارک حکومت دخل اندازی نہیں کر سکتی۔ سفارت کار چاہیں تو عدالت میں جاسکتے ہیں۔

ڈنمارک کی کچھ اسلامی تنظیموں نے مل کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی کوشش کی۔ عدالت نے کہا ہم اس مقدمے کو نہیں سن سکتے یہ اظہار رائے کی آزادی کا معاملہ ہے۔

مسلمانوں کی تنظیم او آئی سی (OI) کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر اکمل الدین اوغلو نے ڈنمارک کے وزیراعظم اور یورپی یونین کے اعلیٰ عہدیداران کو خط لکھے اور کہا کہ مسلمانوں کے نبی حضرت محمدؐ کے حوالے سے توہین آمیز میڈیا مہم کو بند کیا جائے......ان کا جواب تھا کہ یہ آزادئ اظہار کا معاملہ ہے۔ ہم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ گویا ہر طرف سے مسلمانوں کو ایک ہی جواب ملتا رہا۔ جواب کی یہ یکسانیت اس بات کی غماز ہے کہ ڈنمارک کے اخبار کا ان خاکوں کو شائع کرنا محض اس کا انفرادی فعل نہیں بلکہ یورپی لابی کی باقاعدہ منصوبہ بندی کا حصہ ہے جس میں بعض یورپی ممالک سے لے کر ڈنمارک حکومت اور عدالت سب کے سب شامل تھے۔ یہ بات محض قیاس نہیں بلکہ اب یہ بات شواہد کی روشنی میں کھل کر سامنے آگئی ہے کہ مذکورہ بارہ خاکے شائع کرنے کا فعل ڈنمارک کے اخبار کا ذاتی اتفاقی فعل نہیں تھا بلکہ اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ اخبار مذکور نے ملک کے کارٹونسٹوں کو باقاعدہ اس بات کی دعوت دی تھی کہ وہ ایسے کارٹون بنا کر بھیجیں جن میں پیغمبر اسلامؐ کی تضحیک کی گئی ہو' جس کے نتیجے میں بارہ خاکے موصول ہوئے' جو اس نے منصوبہ کے تحت شائع کئے۔

یورپی یونین کے لوگ خاکے بنانے کے جواز میں یہ دلیل بھی لائے ہیں کہ ڈنمارک یورپی یونین کا رکن ملک ہے' جس نے بنیادی حقوق کے چارٹر پر دستخط کر رکھے ہیں' جس کی شق نمبر 10(1) میں آزادی اظہار کی مکمل ضمانت دی گئی ہے' لیکن جس چارٹر کا وہ لوگ حوالہ دیتے ہیں' اسی چارٹر کی شق نمبر 10(2) میں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے' کہ اس آزادی رائے کی شق کو بعض شرائط کے ساتھ ہی استعمال کیا جاسکتا ہے اور غیر ذمہ دارانہ طرز اظہار کا رویہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ نیز امن عامہ اور عالمی یکجہتی کے خلاف اظہار رائے پر سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یورپ کے مقتدر ممالک کی قیادت اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن وار کرنے کے لیے

پر تول رہی ہے جس کا ثبوت ان کے قائدین کے بیانات سے لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ برطانیہ میں سیون سیون کے دھماکوں کے بعد وزیراعظم برطانیہ ٹونی بلیئر نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور بیان دیتے ہوئے کہا' ان کی جنگ ''شیطانی نظریے'' کے خلاف ہے۔'' اسی طرح امریکہ کے صدر بش نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ سرد جنگ کے دور میں ہمارا نشانہ کمیونزم تھا اور اب اسلامی انتہا پسندی کو ہر صورت میں کچلنا ہمارا ہدف ہے۔

جلتی پہ تیل کا کام یہ ہوا کہ امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش نے ڈنمارک کے صدر کو ٹیلی فون کیا ہے جس میں ڈنمارک کے اخبار کی تائید کی گئی ہے اور ڈنمارک کے صدر کو اس معاملے میں اپنی پوری حمایت کا یقین دلایا ہے۔ اس بات کا اعلان ڈنمارک کے وزیراعظم اینڈ رزلوگ رسموسن نے ایک پریس کانفرنس میں کیا اور کہا کہ امریکی صدر بش نے توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کے تنازع میں ڈنمارک کی حمایت کے اظہار کے لیے انہیں ٹیلی فون کیا۔ کوپن ہیگن میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈنمارک کے وزیراعظم نے کہا کہ صدر بش نے اپنی حمایت کے اظہار کے لیے مجھے ٹیلی فون کال کر کے اس حمایت کا اعادہ کیا ہے جو پہلے ہی امریکہ سے ہمیں موصول ہو چکی ہے۔

مغرب اس وقت عالمی سطح پر اسلام کے خلاف تہذیبی اور فکری جنگ لڑ رہا ہے اور یہ بات مفکرین پوری طرح باور کرا چکے ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو بے دخل نہ کر سکے تو مغربی فلسفہ وفکر مستقل طور پر شکست خوردہ ہو کر رہ جائے گا' جس کی بقا کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

ہماری اس بات کا عملی ثبوت امریکہ کے صدر بش کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے چند روز قبل امریکی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی۔ جارج بش کا لہجہ انتہائی درشت تھا۔ انہوں نے کہا'' اس سے قبل ہمیں روسی اشتراکی فلسفے کا مقابلہ تھا' لیکن اب ہم مسلم بنیاد پرستی کو دنیا کے ہر حصے سے پوری قوت کے ساتھ نکال کر دم لیں گے۔'' انہی خیالات کا اظہار انہوں نے افغانستان پر حملہ کرنے سے قبل کیا تھا اور دانستہ یا نادانستہ ان کی زبان سے کروسیڈ وار کے الفاظ پھسل گئے۔

سعودی حکمرانوں کا رویہ ڈنمارک میں خاکوں کی تشہیر کے حوالے سے قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اس معاملے میں سب سے پہلا انضباطی قدم اٹھایا اور احتجاج کے طور پر ڈنمارک سے اپنے سفیر کو واپس بلالیا۔ اسی طرح کویت نے بھی اپنا سفیر ڈنمارک سے واپس بلالیا ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے اس معاملے میں مزید بھرپور ردعمل کا اظہار کیا ہے اور اخبارات میں مسلمانوں کے نام اپیل شائع کرائی گئی ہے کہ وہ اپنی غیرت وحمیت کا اظہار کرتے ہوئے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ یہ اشتہارات پورے مشرق وسطیٰ کے اخباروں میں نمایاں طور پر شائع ہو رہے ہیں۔ حرمین شریفین کے آئمہ کرام بھی جمعہ کے خطبوں میں ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ عرب ریاستوں کے بڑے بڑے سٹوروں پر یہ عبارت لکھی ملتی ہے کہ یہاں ڈنمارک کی مصنوعات فروخت کرلیے نہیں ہیں۔ پھر لیبیا نے بھی اپنے سفیر کو ڈنمارک سے واپس بلالیا۔

پاکستان اسلامی ملک ہے۔ اسلام کے حوالے سے پورے عالم اسلام کی نظریں سب سے پہلے پاکستان ہی کی طرف اٹھتی ہیں اور وہ پاکستان کے ردعمل کو اپنے لیے اتباع اور تقلید کا درجہ دیتی ہیں۔ اس معاملے میں پاکستان کا ردعمل توقع کے برعکس تھا۔ پاکستان نے اس معاملے میں پورے چار ماہ کے بعد ردعمل ظاہر کیا۔

یہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے کی جسارت کا ایک پہلو یہ بھی نظر آتا ہے کہ یورپ یہ جاننا چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی جذبات کے حوالے سے تناسب کا گراف کتنا ہے؟ آیا تمام مسلمان مذہبی انتہا پسند ہیں یا انتہا پسند مسلمان گروہ اقلیت میں ہے تاکہ وہ اس جائزے کے بعد اپنا اگلا ہدف شروع کر سکیں۔

یورپی میڈیا نے یہ گستاخانہ خاکے شائع کر کے انتہائی شاطرانہ چال چلی ہے۔ اگر دنیا کے مسلمان اس پر احتجاج کرتے ہیں تو آزادی اظہار

http://www.kitaabghar.com

کے بہانے یہ کہا جاسکے گا کہ مسلمانوں میں تحمل نہیں' برداشت کا مادہ نہیں اور یہی دلیل ان کے دہشت گرد کہلانے کے لیے کافی ثبوت ہے۔ اگر مسلمان اس قبیح فعل کو برداشت کر لیتے ہیں اور کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے تو ان کی غیرت وحمیت کا اندازہ ہو جائے گا کہ مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے اور پھر ان کے وجود کو مٹانے کے لیے مزید کارروائی کرنے کے لیے آسانیاں پیدا ہوں گی۔

کائنات کی جس عظیم شخصیت کو یورپی میڈیا آج دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش میں منظّم ہے' تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں امن کا قیام صرف اسی ذات والا صفات کا رہین منت ہے۔ نظر دوڑائیے امن کہاں تھا' دنیا کا شرق دنیا کا غرب' شمال بھی جنوب بھی امن کے لفظ تک سے ہی ناآشنا تھا۔ نسلی تفاخر اور تعصب نے انسانیت کو لب گور کر دیا تھا اور یورپی دنیا صلیبوں کی پیدا کردہ بدامنی سے پریشانی میں گھر چکی تھی۔ جارج سیل نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ وہ چھٹی صدی عیسوی کے عیسائیوں کے بارے لکھتا ہے:

''مسیحیوں نے بزرگوں اور حضرت مسیحؑ کے مجسموں کی پرستش میں اس درجہ تک غلو کیا کہ اس زمانے کے رومن کیتھولک بھی اس حد کو نہیں پہنچے۔'' پھر نفس مذہب سے متعلق کلامی مباحث ابھر آئے اور بے نتیجہ اختلافات کی شورش نے قوم کو الجھا دیا' جس میں ان کی ذہانتیں ضائع ہوئیں اور قوائے عملیہ شل ہو گئے۔ ان خانہ جنگیوں نے بڑے پیمانے پر خونی معرکوں کی شکل اختیار کر لی۔ مدارس' کلیسا اور لوگوں کے مکانات حریف کیمپ بن گئے تھے اور پورے کا پورا ملک خانہ جنگی کا شکار تھا۔ بحث یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت کیا ہے اور اس میں الٰہی اور بشری جز و کس تناسب سے ہیں؟ روم و شام کے ملکانی عیسائیوں کا مذہب یہ تھا کہ حضرت مسیح کی فطرت مرکب ہے' اس میں ایک جز و الٰہی اور ایک بشری' لیکن مصر کے منوفیشی عیسائیوں کا اصرار تھا کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت خاص الٰہی ہے' اس میں ان کی فطرت بشری اس طرح فنا ہو گئی ہے جیسے سرکے ایک قطرہ سمندر میں گر کر اپنی ہستی کو گم کر دیتا ہے۔ پہلا مسلک گویا حکومت کا سرکاری مسلک تھا۔ بازنطینی سلاطین واہل حکومت نے اس کو عام کرنے اور پوری مملکت کا واحد مذہب بنانے میں پوری قوت صرف کی اور مخالفین مذہب (مبتدعین) کو سخت ترین سزائیں دیں' جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اختلاف اور مذہبی کشمکش بڑھتی ہی رہی۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو ایسا خارج از مذہب اور بے دین سمجھتے تھے' جیسے دو متضاد مذاہب کے پیرو۔ قیرس کی نیابت مصر کے دس سال (631ء تا 641ء) کی تاریخ وحشیانہ سزاؤں اور لرزہ خیز مظالم کی داستانوں سے لبریز ہے۔ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے مروج وزوال کا اثر' صفحہ 41 تا 43)

ایسے حالات میں کائنات کی عظیم ترین شخصیت محمدؐ کے خلاف اپنا خبث باطن ظاہر کرنے سے پہلے اپنے اکابر عیسائی مصنفین کی آراء کا ہی مطالعہ کر لیتیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار لفظ محمدؐ کے تحت لکھتا ہے:

''بہت کم لوگوں کو اتنا زیادہ بدنام کیا گیا ہے' جتنا کہ محمدؐ کو بدنام کیا گیا ہے' قرون وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علماء نے ان کو (نعوذ باللہ) فریبی' عیاش اور خونی انسانوں کے روپ میں پیش کیا' حتیٰ کہ آپ کے نام کا ایک بگڑا ہوا تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بنا دیا گیا ہے۔'' (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند' صفحہ 18)

اسی انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اسلام کے hapter کے آغاز پر مسلمان کی ایک خیالی تصویر دی گئی ہے' جس میں اس کی شکل بھی انتہائی بھیانک ہے' اس کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا گیا ہے وہ گھوڑے پر سوار تلوار لہراتا اور گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اس تصویر سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا' نیز مسلمان انتہائی دہشت پسند قوم ہیں۔ اس تصویر کے بارے میں پروفیسر آرنلڈ اپنی کتاب The Preahing of Islam میں لکھتے ہیں:

''مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ تاجر ہیں' جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے۔'' (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند' صفحہ 26)

ایک برطانوی مصنفہ کرن آرمسٹرانگ نے سیرت رسول پر کتاب لکھی ہے' جس کا نام Muhammad a Western Attempt to Understanding Islam ہے۔اس کتاب میں اس نے حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''محمد ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے' جس کی بنیاد تلوار پر نہیں تھی' مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے۔''(ماہنامہ دارالعلم دیوبند' صفحہ 27)

ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس وقت تثلیث کے فرزندوں کی قیادت چند جنونی اور انتہا پسند لوگوں کے ہاتھوں میں آچکی ہے۔ وہ اپنے قول و عمل سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین ایک خلیج حائل کرنے کی کوشش میں ہیں' جبکہ عیسائی دنیا کا اکثر طبقہ صلح جو اور صلح پسند ہے۔اگر یہ خلیج بڑھتی رہی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں اور دنیا بھر کے عیسائیوں میں ایسا مکانی فاصلہ پیدا ہو جائے کہ جس کو پاٹنا مشکل بن جائے اور اس فاصلے کی وجہ سے امن کی متلاشی دنیا تباہی سے دوچار ہو کر رہ جائے۔ یہ وہی خطرہ ہے' جس کی طرف مسلم امہ کے اکابرین جن میں صدر مشرف وزیراعظم شوکت عزیز سے لے کر سعودی عرب کے شاہ عبداللہ اردن کے شاہ عبداللہ تک سب توجہ مبذول کراتے چلے آرہے ہیں۔

یورپی یونین کو ہوش اور تدبر سے کام لینا چاہیے اور مسلمانوں کو بند گلی میں دھکیلنے کی بجائے ان کے بنیادی حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔اگر انہوں نے اس معاملہ میں دانش مندی سے کام نہ لیا تو انہیں یہ بات باور کر لینی چاہیے کہ ناموس رسالت کی حفاظت محمد کے ساتھ محبت اور عشق رسول' وہ بنیادی نکتہ ہے کہ جس پر مسلمانوں کے ہاں ompromise کا کوئی امکان نہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

مسلمانوں کی چودہ سو برس کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس معاملہ میں بہت حساس ہے۔وہ اپنی جان' مال' عزت آبرو حتیٰ کہ اپنی اولاد کو ناموس رسالت پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ مسلمان کٹ سکتا ہے' مر سکتا ہے' لیکن ناموس رسالت پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ یورپ کی میڈیائی مہم نے مسلمانوں کو بے عمل ضرور کر دیا ہے' لیکن ناموس رسالت کے معاملے میں مسلمان بے حمیت یا بے غیرت نہیں' نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی عورتیں بانجھ نہیں' وہ اب بھی ٹیپو سلطان شہید' غازی علم الدین شہید' سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے سپوتوں کو جنم دے سکتی ہیں۔

http://www.kitaabghar.com

مسلمانوں کو ناقابل تسخیر بننا ہوگا

بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ ہم نہ صرف اللہ تعالی کی ذات برکات اوراس کے آخری نبی حضرت محمد پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں بلکہ اس سے پہلے گزرے ہوئے تمام نبیوں، روز قیامت اور تمام فرشتوں پر بھی کامل ایمان رکھتے ہیں۔ ہم جہاں نبی کریم کی عظمت وحرمت اوران کے عطا کردہ دین کی سربلندی کے لیے جانیں نثار کرنا جانتے ہیں وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کی شان انبیاء کا بھی خلوص دل سے اقرار کرتے ہیں۔ ہمارا شماران بدخصلت امتوں اور افراد میں نہیں ہوتا جنھوں نے اپنے ہی نبیوں پر ایمان لانے کی بجائے انہیں نہ صرف اذیتیں پہنچائیں بلکہ انہیں جان سے مارنے سے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم تھا کہ اس نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی کے پھندے پر لٹکنے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھالیا ورنہ یہودیوں اور عیسائیوں سے یہ عبث نہیں تھا کہ وہ انہیں صلیب پر لٹکا دیتے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے یہ لوگ جو اپنے نبیوں کو مختلف حیلے بہانوں سے اذیتیں پہنچاتے رہے جب انہیں مکہ معظّمہ میں نبی آخرالزمان کی ولادت باسعادت کی خبر پہنچی تو وہ ان کی بھی جان کے دشمن ہو گئے۔ انہوں نے حتی المقدور کوششیں کیں کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح پہلے نبیوں کی طرح نقصان پہنچائیں لیکن جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کی ذات کرنے والی ہوا سے کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ واقعہ بھی اب تک ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے جب خیبر کا قلعہ فتح کرنے کے بعد نبی کریم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ایک یہودن زینب بنت حارث نے آپکو دانستہ زہر ملا بھنا ہوا گوشت کھانے کے لیے لا کر دیا۔ آپ نے جونہی اس گوشت سے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا تو ارشاد فرمایا کہ اس طعام سے ہاتھ روک لو کیونکہ یہ گوشت مجھے کہتا ہے کہ میں زہر آلود ہوں پھر اس یہودن کا کیا انجام ہوا۔ اس کا ذکر تو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے لیکن کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہودیوں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں نے بھی نبی کریم اوران کی امت کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب عیسائیوں نے باامر مجبوری شہر بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کیں تو اس وقت جو شرائط پیش کیں ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ بیت المقدس میں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت عمرؓ کا دور آج بھی دنیا میں حق وانصاف کے اعتبار سے مثالی اور قابل تقلید تصور کیا جاتا ہے انہوں نے کسی یہودی یا عیسائی کو ناجائز تنگ نہیں کیا لیکن جونہی عسکری اقتصادی طور پر مسلمان کمزور ہوئے عیسائیوں نے ایک بار پھر بیت المقدس پر یلغار کر کے قبضہ کر لیا اور پھر درندگی، وحشت اور ظلم واستبداد کے وہ مظاہر دیکھنے میں آئے کہ تاریخ عالم کے اوراق آج بھی خون آلود دکھائی دیتے ہیں۔ عیسائیوں کے گھوڑے مسجد عمر میں گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ صرف مسجد اقصیٰ اور محراب داؤد میں مسلمان شہدا کی تعداد 70 ہزار تھی اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ جو عیسائی، بیت المقدس میں قتل وغارت کے لیے داخل ہوئے انہیں انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے۔ ان حشر سامانیوں کے باوجود جب اسلام کے عظیم مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو عبرت ناک شکست دے کر بیت المقدس ان سے چھین لیا تو اس وقت عیسائی اپنے سابقہ مظالم کو دیکھتے ہوئے اپنے انجام سے سخت خوف زدہ تھے۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ جس طرح انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کا اس مقدس سرزمین پر ناحق خون بہایا تھا اب اس کا حساب دینے کا وقت آ گیا ہے لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کے ظلم واستبداد اور درندگی کا جواب فہم و فراست اور صلہ رحمی سے دیا اوران کے ساتھ دانستہ کوئی زیادتی نہیں ہونے دی۔

صدیوں پر پھیلی ہوئی اس تاریخ نے بیسویں صدی میں ایک بار پھر انگڑائی لی۔ یہودی جو پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے ادوار میں عیسائیوں کے

ہاتھوں لاکھوں کی تعداد میں جہنم واصل ہوئے اچانک عیسائی قوتوں کے دل پسند ہو گئے باہم شیر و شکر ہو کر انہوں نے ان مسلمانوں کو ہر سطح پر معاشی سیاسی اقتصادی اور عسکری اعتبار سے غلام بنانے کے لیے سازشیں شروع کر دیں جنھوں نے فتح بیت المقدس کے موقع پر اپنے جانی دشمن کو بھی معاف کرنے کی روایت کو زندہ کرتے ہوئے یہودیوں اور عیسائیوں سے صلہ رحمی کا سلوک کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت عالمی سطح پر اگر عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین تہذیبی جنگ کا برملا آغاز ہو چکا ہے تو اس کے پس منظر میں وہی یہودی کارفرما ہیں جو اپنے طے شدہ پروٹوکولز پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ساری دنیا کو تصادم کے راستے پر گامزن کر کے خود کو ہر اعتبار سے حاکم و بالا قرار دینے کی جستجو میں ہر لمحے مصروف ہیں کون نہیں جانتا کہ اس وقت امریکہ سمیت تمام یورپی ممالک کی معیشت پر یہودیوں کو مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ وہ تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود ان ممالک کے حکومتی ایوانوں میں اس قدر طاقت ور اور بااثر ہیں کہ ان کی مرضی کے برعکس کوئی قانون یا پالیسی منظور نہیں کی جاسکتی حالانکہ 9/11 ستمبر کے سانحہ کے ذمہ دار خود یہودی تھے لیکن انہوں نے مسلمانوں پر اس تباہی کا الزام اتنے وثوق سے لگایا کہ طاقت ور عیسائی ممالک کی توپوں کا تمام تر رخ نہتے اور بے وسائل مسلمان ممالک کی جانب ہو گیا بد قسمتی مسلمان ممالک صرف ایمان کی کمزوری کی بدولت خود کو امریکہ اور اس کے حواریوں کا غلام ہی تصور کرتے ہیں اس لیے اس نازک لمحے کوئی مشترکہ حکمت عملی وضع کرنے کی بجائے افغانستان اور پاکستان کو امریکی اور اتحادی جارحیت کا شکار ہونے کے لیے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے طاقت کے بل بوتے پر افغانستان پر قبضہ کر کے وہاں اپنی کٹھ پتلی حکومت قائم کر لی جبکہ ان طاقتوں نے پاکستان کو عسکری طاقت کے بغیر ہی اپنا غلام بنا لیا۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اس بات کا علم تھا کہ اسلامی ممالک میں صرف پاکستان ہی واحد ایٹمی طاقت ہے اگر اسے مطیع بنا لیا گیا تو کسی اور اسلامی ملک کی جانب سے جوابی یلغار کی توقع نہیں کی جاسکتی اور ہوا بھی یہی' اب آپ ہی دیکھ لیں کہ ایک طرف پانچ بڑی عیسائی طاقتوں سمیت اسرائیل نے بھی جارحانہ ایٹمی صلاحیت حاصل کر رکھی ہے لیکن اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل اسرائیل کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگانے کی بجائے صرف ایران کو اقتصادی اور عسکری اعتبار سے نشانہ بنانے پر تلی ہوئی ہے کہ ایک طرف ساری عیسائی اور یہودی دنیا کھڑی ہے تو دوسری طرف صرف ایمان کی قوت سے مالا مال ایران کھڑا نظر آتا ہے۔ مستقبل میں کیا ہوتا ہے اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو ہے لیکن عیسائیوں اور یہودیوں نے نبی کریم کی شان میں گستاخی سے لبریز کارٹون بنانے اور اسے اہتمام سے اپنے اخبارات میں اہتمام سے چھپانے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس نے مردہ دل مسلمانوں کے ضمیر کو بھی بیدار کر کے رکھ دیا ہے اس مکروہ اور توہین آمیز اقدام کے خلاف دنیا بھر میں مسلمانوں کی جانب سے زبردست احتجاج جاری ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایک جانب ناروے کا سفیر سعودی عرب میں بند کمرے میں مسلمانوں سے معافی کا خواستگار ہے اور دوسری جانب ڈنمارک' فرانس' اٹلی اور امریکہ کے اخبارات میں تسلسل سے اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ مسلمانوں کے شدید ترین احتجاج کے باوجود اب تک چالیس اخبارات ان کارٹونوں کو شائع کر چکے ہیں۔ ہر روز سینکڑوں کے حساب سے ایسی ویب سائٹس لانچ کی جارہی ہیں جن پر یہ اہانت آمیز کارٹون بڑے اہتمام سے پیش کئے جارہے ہیں ان ویب سائٹوں پر کارٹونسٹوں کو دعوت دی جارہی ہے کہ وہ پیغمبر اسلام کے بارے میں مزید کارٹون اور آراء ارسال کریں۔ اس گستاخانہ مہم کو چلانے کے لیے ان ویب سائٹوں پر چندہ ارسال کرنے کی اپیل بھی کی جارہی ہے۔

اس صورت حال نے ساری دنیا کو آتش فشاں بنا کے رکھ دیا ہے۔ مسلمان جو تمام نبیوں کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ان کے نبیکی شان عظیمی کے حوالے سے کوئی ایک توہین آمیز لفظ بھی اپنی زبان سے نکالے یہ ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔

ایک انگریز صحافی کے بقول مسلمان مذہب کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھتے ہیں اور صدیوں کے سفر اور تغیرات کے باوجود ان کی یہ سوچ برقرار ہے جبکہ عیسائیوں اور یہودیوں نے عملاً زندگی سے مذہب کو علیحدہ کر رکھا ہے اس لیے اب وہ مسیحت بمقابلہ اسلام کی نہیں بلکہ مغربی تہذیب بمقابلہ اسلام کی بات کرتے ہیں۔ اس انگریز صحافی کی بات کے جواب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر انہوں نے مذہب کو اپنی زندگی سے الگ کر کے خود کو اس دنیا کی

رنگینوں میں غارت کرلیا ہے تو مسلمانوں کو نہ صرف خوف خدا ہے بلکہ یہ بات ان کے ایمان کا حصہ ہے کہ انہیں ایک نہ ایک دن اپنے خالق کے رو برو پیش ہونا ہے جہاں ہر اچھے عمل کی جزا اور برے عمل کی سزا ملے گی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انگریز اپنی تمام تر ترقی کے باوجود موت کے فرشتے کو روح قبض کرنے سے روک سکتے ہیں جس طرح وہ موت کے فرشتے کو نہیں روک سکتے اسی طرح اپنی ذہنی گراوٹ' اخلاقی اور معاشرتی زوال کو نہیں روک سکتے بلکہ وہ ایسے توہین آمیز کارٹونوں کو شائع کرکے خود پر دوزخ کو لازم قرار دے رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کارٹونوں کی اشاعت کے حوالے سے اہانت آمیز یہ کام غیر دانستہ یا بھول چک سے نہیں ہوا بلکہ ڈنمارک کے ایک اخبار یاسند پوستن میں گزشتہ برس 30 ستمبر کو کارٹون شائع کیے گئے تھے۔ جس پر مقامی مسلمان تنظیموں نے احتجاج کی کوشش کی جسے ڈنمارک کی حکومت نے سختی سے یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ آزادی اظہار کو روکا نہیں جاسکتا حالانکہ وہ آزادی جو کسی دوسرے کے لیے دلآزاری کا باعث بنے ہرگز نہ تو تسلیم کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے کسی بھی معاشرے میں برداشت کیا جاسکتا ہے۔ انسانی حقوق کے علمبرداران یورپی ممالک نے یہ کام صرف اور صرف مسلمانوں کے تحمل اور برداشت کو جانچنے کے لیے کیا ہے کہ ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔

میری ذاتی رائے میں دنیا کے ترقی یافتہ اور طاقت ور ممالک ایسی حرکت ہرگز نہ کرتے اگر انہیں مسلمانوں کی جانب سے امریکہ اور اتحادی ممالک کے طرح جوابی حملوں کا خوف ہوتا انہیں اس بات کا مکمل احساس ہے کہ مسلم حکمران تو اپنے اقتدار کو قائم و دائم رکھنے کے لیے پہلے ہی ان کے زرخرید غلام بنے ہوئے ہیں۔ رہی بات مسلم عوام کی' تو وہ چند دنوں بعد جلسے جلوس نکال کر خاموش ہوجائیں گے کیونکہ ان کی اپنی حکومتوں نے انہیں اندرونی طور پر بے پناہ مسائل' بے حیائی' بے راہ روی کے ایسے گرداب میں پھانس رکھا ہے کہ اگر کوئی اس گرداب سے بغاوت کرتے ہوئے نکلنا بھی چاہے تو مقامی حکومت اس پر دہشت گردوں کے ساتھ تعاون کا الزام عائد کرکے گرفتار کرلیتی ہے پھر اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ۔مقامی حکومت خود اسے جیل کی کال کوٹھڑی میں ڈال دے یا کیوبا کے امریکی اڈے میں اذیتیں برداشت کرنے کے لیے بھجوا دیا جائے۔

سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر قسم کی دولت اور قوت سے نواز رکھا ہے۔ تیل کی صورت میں مسلمانوں کے پاس سب سے بڑا ہتھیار رہے جو انہوں نے 1973ء عرب اسرائیل جنگ میں استعمال بھی کیا تھا جس کے نتیجے میں امریکہ سمیت پورا یورپ اندھیرے میں ڈوب چکا تھا۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ وہاں لوڈ شیڈنگ ہوئی جس پر یورپی ممالک تلملا اٹھے۔

چنانچہ ان ممالک نے اجتماعی طور پر فیصلہ کیا تھا کہ یا تو تیل کے تمام ذخائر بھی جبراً قبضہ کرلیا جائے یا پھر مسلمانوں کو اس قدر معاشی عسکری اور سیاسی اعتبار سے اپنا غلام بنالیا جائے کہ آئندہ انہیں تیل کا ہتھیار استعمال کرنے کی جرات نہ ہو پھر دنیا نے دیکھا کہ انہی طاقتور ملکوں نے سازش کے تحت سگے بھتیجے کے ہاتھوں تیل کا ہتھیار استعمال کرنے والے عظیم مسلم رہنما شاہ فیصل کو شہید کروا کے دوسرے مسلم حکمرانوں کو بھی پیغام دے دیا کہ اگر کسی اور نے اس قسم کی جسارت یا جرات کی تو اس کا انجام بھی مختلف نہیں ہوگا' آپ کو یاد ہوگا کہ پاکستانی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے بھی تیسری دنیا کے عظیم لیڈر بننے کی کوشش کی تھی اور وہ اپنے اقتدار کے آخری ایام میں ایک بڑے جلسہ عام میں یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے تھے کہ وائٹ ایلیفنٹ یعنی سفید ہاتھی انہیں مار دے گا' بھرے جلسے میں یہ کہنے کے باوجود بھٹو کو پھانسی کے تختے پر لٹکنے سے کوئی نہ بچا سکا جس کرسی کو کچھ عرصہ پہلے انہوں نے انتہائی مضبوط قرار دیا تھا وہی کرسی ان کے لیے پھانسی کا پھندا بن گئی۔

بہرکیف اس اہانت آمیز جسارت پر دنیا بھر کے مسلمان تو احتجاج کرتے نظر آرہے ہیں لیکن کسی بھی مسلم حکمران نے ذاتی طور پر احتجاج کی ضرورت کو محسوس اس لیے نہیں کیا کہ اس سے امریکہ یعنی ان کا آقا ناراض نہ ہوجائے کیونکہ مسلم حکمرانوں کے نزدیک امریکہ جس سے ناراض ہوجاتا ہے اقتدار سمیت اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ان حالات میں آیئے دیکھتے ہیں کہ مسلمان کس طرح ان طاقتور اور ترقی یافتہ عیسائی اور یہودی ممالک کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرتا چلوں کہ اس وقت یورپ اور امریکہ کی سٹاک مارکیٹوں میں عربوں کے جو کھربوں ڈالر موجود ہیں اگر یہ وہاں سے نکال لیے

جائیں تو یورپ اور امریکہ کی سٹاک مارکیٹنگ خود بخود کرائش ہو جائیں گی اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں پر رعب جمانے والے عیسائی اور یہودیوں کی عقل ٹھکانے آجائے گی۔

عربوں کو جھانسہ دے کر ماضی میں یہ کہہ کر انہیں یورپ اور امریکہ میں بڑی بڑی جائیدادیں' شاپنگ پلازے اور ڈیپارٹمنٹل سٹور خریدنے کی ترغیب دی گئی کہ وہاں سرمایہ کاری سے ان کے مالی ذخائر میں حد درجہ اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ عربوں نے اپنے سرمایے کو بڑھانے اور محفوظ بنانے کے لیے یورپ میں دھڑا دھڑ زمینیں' شاپنگ پلازے اور جائیدادیں خریدلیں اس ضمن میں صرف پیرس کی مثال کافی ہے۔ پیرس کی ایک سڑک شانزے لیزے دنیا کی مہنگی ترین شاہراہ ہے۔ یہ سڑک بنیادی طور پر ایک کھلا بازار ہے جس کے دونوں جانب بڑی بڑی دکانیں اور شاپنگ سنٹر ہیں۔ اس وقت اس سڑک کی نوے فی صد عمارتیں عربوں کی ملکیت ہیں اس کے علاوہ صرف پیرس کے مضافات میں ہزاروں ایکڑ اراضی پر عربوں کے محلات اور فارم موجود ہیں۔ اسی دور میں یورپ میں جوئے خانوں' شراب خانوں' ہوٹلوں' ریستورانوں اور ڈسکو کلبوں کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کاروبار میں بھی سرمایہ کاری کے حوالے سے عربوں کی حوصلہ افزائی کی گئی چنانچہ صرف برطانیہ میں اس غلیظ کاروبار میں عربوں کا حصہ 73 فی صد ہے ایک اندازے کے مطابق امریکہ میں عربوں کی سرمایہ کاری تین کھرب ڈالر سے زیادہ ہے صرف عرب کے شاہی خاندان کے ایک کھرب یعنی ایک ہزار ارب ڈالر امریکہ میں پھنسے ہوئے ہیں جو 9/11 کے بعد امریکہ نے یہ کہہ کر واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ یہ سرمایہ امریکہ سے واپس نہیں لے جایا جا سکتا۔ عربوں کی دولت لوٹنے کا ایک حربہ یہ بھی آزمایا گیا کہ عرب سرزمین پر موجود تیل کے وسیع ذخائر اور ان کے حقوق امریکی اور یورپی تیل کمپنیوں کے سپرد کر دیئے گئے تاکہ اگر عرب بغاوت کریں بھی تو ان کا دماغ آسانی سے ٹھکانے لگایا جا سکے۔

میری رائے میں اگر یہ سارا سرمایہ جو مسلمانوں بالخصوص عربوں نے امریکہ فرانس' جرمنی' برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک میں لگا رکھا ہے وہاں سے نکال کر مسلم ممالک میں انویسٹ کیا جائے تو ایک جانب امریکہ سمیت دیگر یورپی ممالک اقتصادی اعتبار سے بدحال ہوں گے تو دوسری طرف انہیں مسلمانوں کی اہمیت کا بھی بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

http://www.kitaabghar.com

اسے بدقسمتی ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ دفاعی اعتبار سے کسی بھی عرب ملک کی فوج اس قابل نہیں ہے کہ وہ کسی یورپی ملک سے تو کجا اسرائیل سے ہی جنگ لڑ سکے۔ عراق میں جو تھوڑا بہت دم خم تھا صدام کی رخصتی کے بعد وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ مصر تو ویسے ہی امریکہ اور یورپ کی غلامی قبول کر چکا ہے۔ سعودی عرب تیل کے کنوؤں سمیت اپنا دفاع امریکہ کے حوالے کر چکا ہے قطر میں امریکی فوج کے سب سے بڑے اڈے موجود ہیں' ترکی اور مصر کسی حد تک دفاعی اعتبار سے بہتر پوزیشن میں تھے لیکن یورپی یونین میں شمولیت کا شوق ترکی کے اسلامی تشخص اور خودداری کو پامال کر چکا ہے جبکہ مصر کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ نام کا اسلامی ملک ہے امریکہ مصر کو عدم استحکام سے اس شرط پر بچائے ہوئے ہے کہ وہاں کی حکومت اپنے ملک میں اسلام پسندوں کو سر نہ اٹھانے دے۔ یہی وجہ ہے کہ ذاتی اقتدار کو قائم و دائم رکھنے کے لیے مصری حکمران فلسطینیوں کی بجائے اسرائیل سے دوستی کا زیادہ دم بھرتے ہیں ان حالات میں جبکہ ہم امریکہ اور یورپی ممالک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہیں کچھ کو امریکہ نے عسکری طور پر تسخیر کر رکھا ہے اور کچھ کو بین الاقوامی مالیاتی اداروں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے ذریعے معاشی زنجیروں میں جکڑ لیا گیا ہے۔

ان حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم یورپ یا امریکہ میں نبی کریم کی توہین کرنے والوں کے سرتن سے جدا کر سکیں۔ خدانخواستہ اگر یہی جسارت کسی مسلمان نے عیسائیوں اور یہودیوں کے خلاف کی ہوتی تو اپنے ہی مسلمان حکمران اسے کب کے امریکہ اور یورپی ممالک کے حوالے کر چکے ہوتے۔ ایمل کانسی سمیت کئی افراد کے نام اس ضمن میں گنوائے جا سکتے ہیں جن کو اپنے ہی ملک میں ہونے کے باوجود امریکی اٹھا کر لے گئے اور اب وہ امریکی قید میں سزا کاٹ رہے ہیں۔ مسلم حکمرانوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ امریکہ ان سے جو چاہے سلوک کرے۔

اس واقعے کے تناظر میں اس امریکی قانون پر بھی بات ہو جائے جس کے تحت حکومت امریکہ کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے مفادات کو خطرے میں محسوس کر کے جب چاہے اور جس ملک پر چاہے فوجی کارروائی کر سکتا ہے ابھی اس قانون پر تیسری دنیا میں بحث و تمحیص جاری تھی جو سراسر زیادتی

کے مترادف تھا کہ فرانس کے صدر شیراک اس پر بھی بازی لے گئے ۔انہوں نے فرمایا کہ اپنے ملک میں دہشت گردی کرنے والوں کے سرپرست ملکوں پر ہم ایٹمی حملہ کرنے سے بھی نہیں ہچکچائیں گے۔ گویا عالمی سطح جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی پالیسی لاگو ہوچکی ہے۔ان دھمکی اور زیادتی آمیز ماحول میں اقوام متحدہ کا وجود تو بے وقعت ہو کر رہ چکا ہے کیونکہ عملاً پوری دنیا پر امریکہ اور اس کے یورپی اتحادیوں کی حکمرانی ثابت ہوچکی ہے اور ان تمام طاقت ور ممالک کا مشترکہ دشمن مسلمان ہی ہیں جن کو انہوں نے اپنی لغت میں دہشت گرد قرار دے رکھا ہے یہ ممالک اسلام کو اپنا دشمن نمبرون قرار دے کر وقتاً فوقتاً ان پر نہ صرف عسکری اقتصادی اور معاشی یلغار کرتے رہتے ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے ایمان اور ان کے جذبہ جہاد کو متزلزل کرنے کے لیے فرقان الحق کے نام سے ایک کتاب کی اشاعت بھی شروع کر رکھی ہے جس کے ابتدائی چند پارے شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکے ہیں۔اگر مسلمان اب بھی خاموش رہے تو مستقبل میں یہی یہود و نصاریٰ قرآن پاک کی بے حرمتی اور مسلمانوں کا سب سے مقدس مقام خانہ کعبہ کی تضحیک کا بھی ارادہ رکھتے ہیں اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ حالات سے سبق سیکھ کر مستقبل کی پیش بندی کی جائے صرف ڈنمارک کی بنی ہوئی ادویات اور اشیا کے بائیکاٹ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ مسلمان بذات خود ایسی ادویات بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اس لمحے ہمیں یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اگر ڈنمارک کے بائیکاٹ کا بہانہ بنا کر تمام یورپی ممالک اور امریکہ مسلمانوں کو اپنی ادویات اور دیگر اشیائے خوردونوش کی فراہمی بند کردیں تو کیا مسلمان' یہودیوں اور عیسائیوں کی اس یلغار کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لیے ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے خلاف صرف احتجاج ہی کافی نہیں ہے بلکہ عربوں سمیت تمام مسلمانوں کو یورپ اور امریکہ سے اپنا تمام سرمایہ (جو انہوں نے سٹاک مارکیٹوں' جائیدادوں کی خرید میں لگا رکھا ہے) وہاں سے نکال کر اس سرمایے سے مسلمان ملکوں میں ہی اپنی ضرورت کی ادویات اور دیگر اشیائے خوردونوش تیار کرنے کے طویل المعیاد منصوبے تیار کر کے ان پر عمل کرنا چاہیے پھر جس طرح یورپی ممالک نے ڈالر کے مقابلے میں یورو کرنسی متعارف کروا کر اپنی حیثیت امریکہ سے تسلیم کروالی ہے اسی طرح اسلامی ممالک بھی اپنی مشترکہ کرنسی' مشترکہ دفاعی صلاحیت کے ساتھ ساتھ مشترکہ افواج بنانے کا بھی نہ صرف اعلان کریں بلکہ اس پر فوری طور پر عمل بھی شروع کردیں۔اس وقت ایٹمی پروگرام کو ترقی دینے پر امریکہ سمیت سارا یورپ برادر اسلامی ملک ایران کے تعاقب ہے یہی لمحہ ہے کہ اسلامی ممالک ایران کی پشت پر کھڑے ہو کر امریکہ سمیت یورپی ممالک کو یہ احساس دلائیں کہ اگر ایٹم بم بنانا امریکہ یورپی ممالک اور اسرائیل کا حق ہے تو اسلامی ممالک بھی اپنے دفاع کا حق محفوظ رکھتے ہیں اور وہ اپنا دفاع کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتے اس وقت صرف پاکستان ایٹمی طاقت ہے اگر ایران' ترکی' شام' انڈونیشیا اور ملائیشیا بھی ایٹم بم بنا لیتے ہیں تو امریکہ سمیت کسی یورپی ملک کے کسی اخبار کو جرأت نہیں ہوگی کہ وہ مسلمانوں اور ان کے آقا حضرت محمد کے بارے میں کوئی توہین آمیز کارٹون یا لفظ ہی کہہ سکے اس وقت ایک ارب سے زائد مسلمان امریکہ اور یورپ کے رحم و کرم پر اس لیے ہیں کہ یہ دفاعی اور اقتصادی اعتبار سے بالکل مفلوج اور کمزور بن چکے ہیں۔

اللہ کی عطا کردہ دولت تو ان کے پاس وافر مقدار میں موجود ہے لیکن اس دولت کو استعمال کر کے دوسروں سے اپنی حیثیت کو منوانے کا جذبہ اور اہمیت کی شدید کمی ہے یہ جذبہ اور ولولہ اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب دنیا کے تمام مسلمان یک جان اور یک قالب ہو کر اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر صرف اور صرف امت مسلمہ کی ترقی اور خوشحالی کے بارے میں سوچیں اور اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنے ہاں پیدا کریں یا بنائیں غیروں کی غلامی کا طوق گلے سے اتار پھینکیں' اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت روکنے کا میری نظر میں یہی ایک طریقہ ہے۔

نیل کے ساحل سے لے کرتا بہ خاک کاشغر تک

نیل کے ساحل سے لے کرتا بہ خاک کاشغر تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا اس وقت سخت غم وغصے کی صورت حال سے دوچار ہے۔آزادئ صحافت اور آزادئ اظہار رائے کا بھونڈا نام دے کر ڈنمارک کے ایک قدامت پسند اخبار جے لینڈ پوسٹن (GYLLAND POSTEN) میں شائع ہونے والے توہین رسالتؐ پر مبنی خاکے کی اشاعت اور پھر دیگر یورپی ممالک کے اخبارات میں ان کی دوبارہ اشاعت نے پوری مسلم اُمّہ کو حالت اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔

مغربی دنیا میں آزادئ اظہار کو جمہوریت کا اولین خاصا تصور کیا جاتا ہے۔اس حوالے سے یہ امر قابل افسوس ہے کہ ایسا ان ممالک میں ہوا' جو جمہوریت کے صرف دعوے دار ہی نہیں' بلکہ وہاں جمہوری روایات بھی مستحکم ہیں۔جمہوریت کب یہ درس دیتی ہے کہ دوسروں کے جذبات مجروح کیے جائیں؟ جمہوریت تو نام ہی رواداری' برداشت اور تحمل کا ہے اور ایسے امور کی انجام دہی کا نام ہے' جس میں کسی طور کسی کی دل آزاری نہ ہو۔آج اکثر اسلامی ممالک کو آزادی اظہار کی پامالی کے لیے موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔آزادی تحریر و تقریر پر قفل بندی کے طعنے دیئے جاتے ہیں' لیکن ستم ظریفی ہے کہ اقوام متحدہ کے 1948ء کے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی دفعہ 18 اس اسلامی انقلاب کی دین ہے' جو اقوام متحدہ کے قیام سے چودہ سو برس پہلے ظہور میں آیا تھا۔اس دفعہ کے مطابق ''ہر آدمی خیال' ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق رکھتا ہے۔'' مگر ''اس اظہار خیال کی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی شخص دوسروں کی دل آزاری کرے۔''

انسانی حقوق کے اس زمرے میں کیا دنیا بھر کے ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ مسلمان نہیں آتے؟ ایک مسلمان عملی اعتبار سے خواہ کتنا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو مگر اپنی بے عملی اور مبادیات اسلام پر عمل نہ کرنے کے باوجود وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص' گروہ یا ادارہ اس کے محبوب رسول کی شان میں گستاخی کرے۔عشق مصطفویؐ کے اس جذبے نے تاریخ اسلام میں ان گنت قربانیوں کو رقم کیا ہے۔مغرب اور اسلام دشمن طاقتیں بھی مسلمانوں کی اس وابستگی سے آگاہ ہیں۔یہ بات فرنگی نے' جس نے کئی مسلمان ممالک پر برسوں جبراً حکومت کی' خاص طور پر محسوس کی تھی' برصغیر میں تو اس کا خاصا تجربہ رہا ہے۔جب مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر آنچ آئی' انہوں نے کسی پس پیش سے کام نہ لیا۔ولیم مور کی کتاب ''لائف آف محمد'' کا سرسید کے قلم سے جواب ہو' یا پھر کانپور مچھلی بازار کی مسجد کی شہادت کا معاملہ' یا انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل کی دیدہ دلیری' مسلمان ان تمام ایشوز پر یک جان نظر آئے۔لاہور میں راج پال نے توہین آمیز کتاب شائع کی تو ایک نوجوان علم دین غازی اس پر ٹوٹ پڑا اور آج تک غازی علم دین شہید کا نام مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہے۔اس پس منظر کے باوجود پتہ نہیں ڈنمارک اور دیگر مغربی ممالک کے اخبارات نے توہین آمیز خاکے شائع کرنے کی جسارت کیوں کی؟ کیا وہ مسلمانوں کے جذبہ ملی پر ضرب کاری لگانا چاہتے ہیں۔مغربی دنیا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ الفاظ و اصطلاحات اور استعارات کے بعد اب تحریری خطوط وزاویے اور خاکے بھی طاقت وروں کے گھر کی باندیاں ہیں۔حقیقت صرف یہی ہے کہ

''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مناجات۔''

آزادی تحریر و تقریر کے دیگر اداروں کا یہ دہرا معیار اسلام دشمنی پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے۔اگر مسلمانان عالم سلمان رشدی کی شیطانی آیات (SATAN VEREES) یا بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین کی کتاب پر پابندی کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو وہ بنیاد پرستی کی گالی سے نوازے جاتے ہیں۔وہی سلمان رشدی جس کی مغرب نے آزادی فکر کو بنیاد بنا کر حمایت کی' اسی ملعون رشدی کے خلاف جب 1993ء میں مصر

کی عدالت کے استفسار پرشیخ محمد الغزالی نے قتل کا فتویٰ دیا' امام خمینی نے واجب القتل قرار دیا تو اسے آزادی فکر کے خلاف قرار دیا گیا۔ کیا آزادی فکر کا وہی مطلب درست ہے' جسے مغرب صحیح تسلیم کرے۔ کیا کسی قوم ملک اور معاشرے کے مذہبی مجرموں کو پناہ دینا اور انہیں اعزازات سے نوازنا رواداری کے زمرے میں آتا ہے؟ تو سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے سلمان رشدی سے ملاقات کرکے آخر اسے کسی بات پر شاباش دی تھی؟ سویڈن کے وزیراعظم نے تسلیمہ نسرین کا استقبال کرکے اسے کس لیے اعزاز سے نوازا؟ پابندی اگر لگتی بھی تو بوسنیا کے سابق مرحوم صدر عالی جاہ عزت بیگووچ کی مشہور عالم کتاب Islam between East and West پر لگی ہے۔ فرانسیسی کسٹم حکام اگر سیل لگاتا ہے تو ابوالحسن علی ندوی' سید قطب شہید اور محمد عبدہ کی کتابوں پر لگاتا ہے۔ ایک عشرے قبل فرانس اور یورپ کے کئی ممالک نے جنوبی افریقہ کے مشہور مسلمان مناظر جناب احمد دیدات کی اٹھارہ کتب پر پابندی لگائی جن کے عنوانات تھے: کیا سلمان رشدی نے مغرب کو بے وقوف بنایا؟ کیا بائبل (انجیل نہیں) کلام الٰہی ہے' عیسیٰؑ اسلام کی نظر میں پیغمبر ہیں اور قرآن معجزۂ عظیم۔

سرکاری گزٹ (5 جون 1995ء) میں کہا گیا کہ ان کتابوں پر ان کے تند و تیز لہجے اور مغرب مخالف ہونے کی وجہ سے پابندی لگائی گئی اور ان کتب کی اشاعت و ترسیل کی وجہ سے مفاد عامہ کو خطرہ اور مذہبی حقوق مجروح ہونے کا اندیشہ تھا۔ مسلمان مصنفین کی کتب اور مسلمان ممالک کے رسائل و جرائد پر پابندیاں کہ ان کی تحریر میں مغرب پر تنقید کا ہلکا سا عنصر بھی یورپ کی منبع نازک پر گراں گزرتا ہے' خود چاہے اسلام' اسلامی شعائر' اسلامی عقائد حتیٰ کہ رسول اکرم کی ذات عالی صفات کو نشانہ طنز و تضحیک بنائیں۔ اس کے برعکس سلمان رشدی ملعون کے جواب میں برطانیہ کے پاکستانی ڈاکٹر بشیر اختر نے کتاب لکھی تو کوئی برطانوی پبلشر اسے شائع کرنے کو تیار نہ تھا' بلکہ مصنف کو کتاب لکھنے کے ''جرم'' میں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ برطانیہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ گویا کہ اسلام کے خلاف بولنے لکھنے کی پوری آزادی اور اسلام کے حق میں لکھنے پر پابندی ' کیا یہ آزادی اظہار رائے کے زمرے میں نہیں آتا۔

یورپ کے چند ممالک ایسے بھی ہیں' جہاں نازی ازم کی تکریم و ستائش اور یہودیوں کے قتل عام کے واقعات سے انکار کرنا قانوناً جرم ہے۔ ہٹلر کا دفاع کرنے والا خود اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ جب کبھی کسی نے HOLOAUST کے تاریخی نظریے پر قلم اٹھانے کی ہمت کی تو ANTI-SEMETI کہلایا' اور ہدف تنقید بنا۔

اہل مغرب' آزادی اظہار کا عذر پیش کرکے مسلم دنیا کے تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کی جو بھی توجیہہ پیش کریں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کا سرے سے کوئی جواز نہیں۔ اگر مغرب اپنی اس عاقبت نااندیشانہ نہج سے باز نہ آیا تو پھر مسلم دنیا میں موجود انتہا پسندوں کی تعداد میں اضافے کی ذمے داری صرف ان مغربی ممالک کی حکومتوں اور ذرائع ابلاغ پر ہوگی' جو اظہار رائے کو دل آزاری' فتنہ انگیزی' شر پسندی اور دہشت گردی کی ایک خوف ناک شکل بنا رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی ضابطۂ اخلاق کسی بھی پیغمبرؑ کی توہین و تضحیک کے ڈانڈے اظہار رائے کی آزادی سے ملانے کی اجازت نہیں دیتا۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت عالم اسلام کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش ہے' جس کا مقصد مسلمانوں کے ردعمل پر انہیں دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دے کر ان کے خلاف اقدامات کا جواز پیدا کرنا ہے۔

رواداری کا درس دینے والے بعض ''ماڈریٹ'' حلقے اس بات پر مُصر ہیں کہ اہل مغرب مسلمانوں کی اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد کی عزت و توقیر اور اس بارے میں ان کی حساسیت سے قطعی ناواقف ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا میں عوام مادی زندگی کی فراوانی اور سہولتوں کے اس قدر مطیع ہو چکے ہیں کہ ان کا مذہب کے ساتھ صرف رسمی تعلق ہی باقی ہے۔ اگر مغرب میں مروجہ مذاہب یا ان کے مقدس بانیان کے بارے میں کچھ لکھ دیا جائے تو وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایسے حلقوں کے لیے ہمارا عرض مدعا ہے کہ یک طرفہ طور پر اعتدال پسندی' میانہ روی اور روشن خیالی کے نام پر ایسے توہین آمیز رویے کو برداشت کرنا اسلام اور ایمان کے تقاضوں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ مغرب خود کو سیکولر کہتا ہے' لیکن تین چوتھائی

http://www.kitaabghar.com

مغربی ممالک میں حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی توہین قانوناً جرم مستوجب تعزیر ہے۔ آج کوئی عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی توہین برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ عیسائی کیا کوئی مسلمان بھی ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا' کیوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان وایقان اسلام کا خاصا ہے۔ مسلمان خواہ شعار اسلامی کی پوری طرح پابندی نہ کرنے والا معتدل مزاج ہی کیوں نہ ہو' وہ گستاخ رسولؐ وانبیاء علیہم اسلام نہیں ہوسکتا۔ اگر ان کی توہین کا کوئی شائبہ بھی سامنے آئے تو اس کے دل ودماغ میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

جس غیظ وغضب کا مظاہرہ پوری دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ بالکل قابل فہم ہے جس کے نتائج کا تعین فی الوقت ممکن نہیں۔ اگر معاملات کی سنگینی کو مزید بڑھنے سے روکا نہ گیا اور بے بہرہ حکومتوں اور ذرائع ابلاغ نے اعلیٰ سطحوں پر ان توہین آمیز اقدامات کی مذمت نہ کی تو اس کے نتیجے میں تہذیبوں کے مابین تصادم باہمی مفائرت اور ٹکراؤ کا خطرہ خارج از امکان نہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

امریکہ میں (نعوذ باللہ) نقلی قرآن کی گھر گھر تقسیم

حضور کی مقدس ذات اور اللہ کی پاک کتاب قرآن مجید ہو یا دین اسلام' ان تینوں کا بنیادی مقصد و پیغام ایک ہی ہے یعنی انسانیت کی خیر' فلاح اور بھلائی' نسلی' لسانی اور علاقائی غرض اور ساری تفریقیں' جو انسانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹنے اور ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کے سلسلے میں کی جاتی رہی ہیں۔ اللہ نے حضورؐ اور قرآن کے ذریعے ان سب کی نفی کر دی اور خدا کی توحید کے ساتھ نسل انسانی کی وحدت کا پیغام جاری کیا۔ حضور نے اللہ کی یکتائی کا اعلان کیا۔ اس کی بندگی کی طرف دعوت دی اور صرف اور صرف اسی کی بڑائی کو تسلیم کرنے کا مؤقف دنیا کے سامنے رکھا تاکہ بڑائیوں کے وہ سارے پیمانے ختم کر دیئے جائیں جن کے ذریعے چالاک لوگ بھولے بھالے عوام پر اپنی اپنی خدائیاں اور اپنی اپنی بڑائیاں مسلط کرتے ہیں ۔ یہ قرآن ہی ہے کہ جس نے انسانی حقوق کا منشور عطا کیا۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت میں یہ بات کہہ دی گئی کہ:

ترجمہ: ''تمہارے رب نے تمہیں ایک فرد واحد سے پیدا کیا ہے اس کا جوڑا بھی اسی سے بنایا ہے اور اسی سے یہ سب مرد و عورتیں پھیلائے ہیں۔''

اصل میں یہی وہ تہلکہ خیز پیغام ہے جس نے اپنے روز اول سے ہی ہر دور کی ان ساری طاقتوں کو ایک طرح سے چیلنج کر دیا جو اپنی بڑائیوں کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتی ہیں اسی لیے رسول اللہؐ کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی خود حضورؐ اسلام اور قرآن کی مخالفت میں اس وقت کی ساری غاصبانہ قوتوں نے زبردست طوفان برپا کر دیا تھا' کل اگر قرآن پیغمبر اسلام حضرت محمد اور اسلام کے مدمقابل اس عہد کے غاصب سردار' مالدار' سرمایہ دار اور حکمران تھے تو آج بھی ہر وہ طاقت اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہے جسے اسلام کا امن و انصاف پر مبنی اور کالے گورے اور غریب امیر کے امتیازات سے بالاتر نظام اپنی موت دکھائی دیتا ہے۔

اسلام کا پروگرام جن جن کے مفاد کو چیلنج کرتا ہے وہ اپنے ذاتی مفاد کو تحفظ دینے کے لیے قرآن اور پیغمبر اسلام کی مخالفت میں انسانیت سے گرے ہوئے ہر طرح کے اقدامات کرنے سے نہ کل باز آئے تھے اور نہ ان کی اسلام مخالف کارروائیوں میں آج کوئی کمی آئی ہے توہین رسالتؐ توہین قرآن اور مخالفت اسلام کے سلسلے میں جو رویہ ماضی بعید میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا تھا وہی آج ان کے پیروکاروں کا ہے اسلام کی ترویج و اشاعت کی صورت میں انہیں اپنے مفادات اور اپنی خود ساختہ بڑائیوں کے بت پاش پاش ہوتے نظر آتے ہیں۔ لہٰذا وہ مفادات اور بڑائیوں کے ان بتوں کو بچانے کے لیے پیغمبر اسلام حضرت محمد اور قرآن اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی پر اتر آتے ہیں۔ گزشتہ تقریباً پانچ مہینوں سے یورپی دنیا کی طرف سے مسلسل مسلمانوں کی دلآزاری کی جا رہی ہے مگر توہین رسالتؐ پر مبنی خاکوں کی اشاعت پر نہ یورپ شرمندہ ہوا ہے نہ امریکہ نے اس اخلاقی باختگی پر کوئی کرب محسوس کیا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے اس رویے پر جتنا بھی غور کیا جائے یہ عقدہ حل نہیں ہوتا کہ یہ ممالک جن کے اخبارات میں یہ خاکے شائع ہوئے۔ اس ناپاک جسارت پر معذرت کرنے سے کیوں گریزاں ہیں اور امریکہ ان بداخلاقوں کی پشت پناہی پر کیوں آمادہ ہے جبکہ بظاہر اس کا کوئی مفاد بھی یورپ سے وابستہ نہیں۔ پاکستان اس کا فرنٹ لائن اتحادی اور نیٹو کا غیر سرکاری رکن ہے اور بقول صدر بش پاکستان کی جمہوریت لائق تحسین ہے لیکن اسی پاکستان کے جمہوریت اور دنیا کے دوسرے مسلمان یورپ کے دیئے ہوئے جس کرب سے بے کل ہیں امریکہ نے اس کو کم کرنے کے بجائے بڑھایا ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت نے ہر مسلمان کو تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ کوئی آنکھ ایسی نہیں جو پرنم نہ ہو اور کوئی دل اور ذہن ایسا نہیں جو اضطراب کا شکار نہ ہو لیکن ہمیں اس اضطراب میں مبتلا کرنے والے اپنے بنائے ہوئے خاکوں کو اظہار رائے اور آزادی صحافت کا نام دے کے دنیا کی آنکھوں

میں دھول جھونک رہے ہیں اور ہمارے جذبات بے قابو کر کے حقیقت میں مسلمانوں کے دہشت گرد ہونے کے جھوٹے دعوؤں کو دلائل فراہم کرنا چاہتے ہیں، یعنی وہ منصوبہ جو پتہ نہیں یہود و نصاریٰ کے تھنک ٹینکوں نے کتنے برس پہلے تیار کیا تھا' اس منصوبے پر اب غالباً پوری طرح عمل جاری ہے۔ آپ صرف زنجیری کی کڑی سے کڑی ملانے کی زحمت کیجیے۔ ایک نقطے سے دوسرے نقطے تک صرف ایک لائن کھینچیے تو یہ منصوبہ اتنا واضح ہو جاتا ہے کہ اندھے کو بھی نظر آنے لگتا ہے۔ ماضی میں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑا سا پیچھے جائیے تو ''شیطانی آیات'' کے نام سے کتاب کے ذریعے سلمان رشدی کو سامنے لایا گیا' مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے اس کی کتاب کو یورپ میں پذیرائی دی گئی اور تحفظ کے ساتھ برطانیہ میں پورے اعزاز و احترام کے ساتھ ہیرو بنا کے رکھا گیا۔ پھر اس میدان میں دوسرا مہرا اتارا گیا' تسلیمہ نسرین ایسی ہی ایک دلخراش اور اسلام دشمنی کا مرقع کتاب بنگلہ دیش میں سامنے لائی اسے بھی یورپ احترام کے ساتھ برطانیہ کے حفاظت خانے میں محفوظ کر دیا گیا' تسلسل کے ساتھ یہ ایک کام ہو رہا تھا کہ اس ڈرامے کا ایک بہت بڑا منظر نائن الیون کی صورت میں سامنے آیا اور بلا جواز بغیر دلیل و ثبوت علی الاعلان مسلمانوں کو اس جرم کا مجرم ٹھہرا دیا گیا حالانکہ جو طیارے اس واقعے میں استعمال ہوئے تھے ان میں سفر کرنے والے نہ کسی مسافر کا آج تک کوئی پتہ چلا ہے نہ ثبوت کے ساتھ کسی دہشت گردی کی کوئی واضح نشاندہی ہوئی ہے پھر اس کے بعد افغانستان اور عراق میں جو کچھ ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے لیکن یہ معاملہ ابھی رکا نہیں کیونکہ ابھی مسلمان سرنگوں نہیں ہوئے۔ ہزار ظلم سہنے اور قتل و خونریزی سے بے جان ہونے کے باوجود مسلمانوں کے دلوں سے نہ محبت رسول نکل سکی ہے نہ عظمت قرآن میں کمی آئی ہے اور نہ اسلام سے وابستگی کا جذبہ سرد پڑا ہے۔

بعض باتیں تو ایسی ہیں کہ جو ابھی پاکستانی پریس تک نہیں پہنچیں اس لیے کہ منصوبہ ساز اپنے منصوبے کے تحت تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ نئے سے نیا شوشہ چھوڑتے جا رہے ہیں۔ ماہنامہ ''الحق'' کے جنوری فروری کے مشترکہ شمارے میں موجود تفصیلات کے مطابق حال ہی میں امریکہ میں ایک نئے شیطان کو سامنے لایا ہے جس کا نام انیس شورش ہے اس شیطان نے معاذ اللہ عظمت و حرمت قرآن پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی اس نے ''الفرقان الحق'' کے نام سے معاذ اللہ قرآن کا جواب عربی اور انگریزی میں لکھ کر شائع کیا ہے۔ یورپ اور عرب ممالک میں اس کی وسیع پیمانے پر مختلف اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے تشہیر کی جا رہی ہے اور اسے پھیلانے کی پوری کوشش ہو رہی ہے۔ جمعیت احیاء التراث کویت کے ہفتہ روزہ مجلے ''الفرقان'' کے مطابق اس نسخے کی قیمت تین امریکی ڈالر مقرر کی گئی ہے۔ اس کا انٹرنیٹ ایڈیشن بھی جاری کر دیا گیا ہے۔ امریکہ سے شائع ہونے والے مشہور معروف جریدے ''صورت العربیہ'' کے چیف ایڈیٹر ولید بن رباح کے بقول اسے اس کتاب کی تشہیر کے لیے دو ملین ڈالر دینے کی پیشکش کی گئی' اس شرط کے ساتھ کہ یہ کتاب ہر قاری کے گھر پہنچے اور کم از کم دس بار شائع ہو۔ حرمت قرآن کے خلاف یہ ناپاک جسارت کرنے والا شخص انیس شورش اپنے آپ کو الصلی' المھدی اور معاذ اللہ مہدی منتظر جیسے القاب سے ملقب کرتا ہے۔ ''الفرقان الحق'' میں 77 سورتیں ہیں جن میں قرآن مجید کی کئی آیات کو بھی توڑ مروڑ کر شامل کیا گیا ہے۔ اس کے اکثر مضامین اسلامی تعلیمات کی تحقیر' نبی کی شان میں گستاخی' مسلمانوں کے تمسخر' عظمت انجیل' عیسائیت کی تبلیغ' اسلام کے احکامات اور قرآنی تصورات جنت اور جہاد وغیرہ کے انکار پر مشتمل ہیں۔ یہ شخص امریکہ میں اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے۔ ''مسلمانوں نے 2020ء تک امریکہ کو فتح کرنے کا جامع منصوبہ بنایا ہوا ہے اور اس کا پہلا مظہر نائن الیون کا حملہ تھا۔'' نائن الیون کے دو دن بعد انیس شورش نے امریکی ریاست ہیوسٹن کی یونیورسٹی میں جو لیکچر دیا اس میں اس بات کا برملا اظہار کیا: ''مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔'' قرآن کی بے حرمتی کرتے ہوئے اس کے یہ الفاظ بھی اس کے لیکچر کا حصہ تھے کہ ''اس وقت دہشت گردی کا اولین مصدر و منبع قرآن ہے لہٰذا ضروری ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن کو ختم کیا جائے تاکہ دہشت گردی ختم ہو سکے۔'' قرآن کے خلاف یہ وہی تباہی بکنے والا انسانی حقوق کے علمبرداروں کے ملک میں علی الاعلان امریکہ سے یہ کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتا نہ اسے کسی سزا کا خوف ہے کہ ''وہ مسلمانوں کو امریکہ سے نکال دے اور تمام مسلمانوں کو مشرق وسطیٰ میں جمع کرنے کے بعد ان کو ہائیڈروجن بم سے اڑا دے۔'' توہین آمیز خاکوں' حرمت قرآن کے خلاف اس ہرزہ سرائی اور مسلم امہ کے بارے میں ان دہشت پسندانہ خیالات کا اظہار کرنے والا امریکہ میں امن و چین کے ساتھ زندگی

گزار رہا ہے' سارے یورپ اور امریکہ نے ان دہشت پسندانہ خیالات سے آگاہ ہونے کے باوجود کوئی اقدام نہیں کیا۔ انیس شوروش کے بیانات ایک جنونی دہشت گرد کے وحشیانہ خیالات وافکار ہیں۔ مسلمانوں کی پاک کتاب اور اسلام کے روشن اصولوں کے خلاف اور پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی شان اقدس میں گستاخانہ عبارتوں کے مجموعے ''الفرقان الحق'' کی تقسیم پورے زوروشور سے جاری ہے۔ طالبان کے عہد میں افغانستان میں مہاتما بدھ کے دو پتھر کے مجسموں کے ٹوٹنے پر یورپی دنیا کا ردعمل کتنا شدید تھا؟ لیکن کیا مسلمانوں کی ایمانیات کے ہر پاکیزہ گوشے اور ہر مقدس اور لائق عظمت اصول کی توہین' مسلمانوں کی رہنما کتاب قرآن اور پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی شان میں دلآزار اور ناروا باتیں اور مسلمان کشی کی علی الاعلان ترغیب کسی ردعمل کے قابل نہیں؟ عالمی حقوق کی کوئی تنظیم نہ اس کی مذمت میں کوئی بیان جاری کرتی ہے نہ اس ہرزہ سرائی کو روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی اس کے ساتھ معاملات کے کچھ اور پہلو بھی نظر کے سامنے آتے ہیں اور مسلمان کشی اور قرآن دشمنی کے اس وحشیانہ طرزعمل میں برطانیہ عظمٰی کے سینئر وزیر گولڈسٹون کی برطانوی پارلیمنٹ کے اجلاس میں کی گئی باتوں نے بھی ساری دنیا کے مسلمانوں کو بالخصوص اور امن وچین سے زندہ رہنے کی تمنا رکھنے والی ہر انصاف پسند قوم کو بالعموم یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا جیو اور جینے دو کا اصول دنیا سے ختم ہو چکا ہے۔ گولڈسٹون نے قرآن ہاتھ میں بلند کر کے پارلیمنٹ میں کہا کہ ''تین چیزوں کی موجودگی میں ہم اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ایک جمعے کی نماز دوسری حج کی ادائیگی اور تیسری یہ کتاب (قرآن مجید)۔''

غور کرنے کی بات ہے کہ مسلمان نہ کسی کی مذہبی کتاب کو ختم کرنے کے دعویدار' نہ کسی کے مذہب میں مداخلت کے مرتکب' نہ کسی کے مذہبی بزرگ یا رہنما کے خلاف کبھی کوئی بات کہنے کے مجرم مگر اس ساری معصومیت کے باوجود دہشت گرد مسلمان' وحشی دجال مسلمان' انسانی حقوق کے غاصب مسلمان' آخر یورپ اور امریکہ کے پاس انصاف کے وہ کون سے پیمانے ہیں جن پر مسلمانوں کی معصومیت جرم قرار پاتی ہے اور خود ان کے اپنے لوگوں کی طرف سے مسلمانوں کو قتل وخونریزی کا ہر منصوبہ اور دل آزاری کا ہر طریقہ ان کا حق قرار پاتا ہے ہم بڑے ادب واحترام کے ساتھ اپنے سارے مذہبی قائدین' سیاسی رہنماؤں اور حکمرانوں سے یہ بات کہنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں اپنے داخلی رویوں اور اپنے اندرونی معاملات پر تنقیدی نظر ڈالنی ہوگی اور ہمیں اپنی اس کمزوری کا پتہ لگانا ہوگا جس نے آج ہمیں اس حال کو پہنچا دیا ہے کہ ہم دنیا کی کل آبادی کا ایک چوتھائی ہونے کے باوجود کوئی وزن نہیں رکھتے۔ اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے ذرائع ووسائل پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے دین وایمان کو بھی ہدف بنایا جا رہا ہے۔

''الفرقان الحق'' کے بارے میں سعودی علما نے اپنے بے لاگ مؤقف ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکی مصنوعی قرآن درحقیقت مسلمانوں کی اسلامی ثقافت اور قرآن کے ساتھ گہری وابستگی کی وجہ سے ان کو برانگیختہ کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور اس کے ذریعے رسالت محمدیہؐ اور آپ کی دعوت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے جیسے خطرناک عزائم مقصود ہیں' لہٰذا مسلم حکومتیں اس کی اشاعت کو رکوانے میں اپنا کردار ادا کریں' رابطہ عالم اسلامی نے بھی اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو اسلام اور قرآن کا دفاع کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جائے اس وقت جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں چاہے وہ مسلم ممالک ہوں یا غیر مسلم ممالک ہر مرد وزن اور ہر چھوٹا بڑا غیر معمولی اضطراب میں مبتلا ہے جلسے جلوس' مظاہرے' بیانات' تقریریں' امن عامہ کے دائرے میں رہتے ہوئے مسلمان عوام اور مسلم تنظیموں سے جو کچھ بن پڑ رہا ہے وہ کیا جا رہا ہے' لیکن نتیجتاً یورپ کا رویہ امریکہ کا طرزعمل اور جن ممالک کے اخبارات اس غیر انسانی جرأت اور بداخلاقی کے مرتکب ہوئے ہیں ان کا اس اخلاق باختگی اور مسلم دل آزاری پر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ڈٹے رہنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امریکہ اور یورپی حکومتیں رائے اور پریس کی آزادی کو آڑ بنا کر مسلمانوں کی دل آزاری کرنے سے باز نہیں آئیں گے اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ ساری قوتیں مسلمانوں کے پرامن احتجاج کو اس حد تک بڑھانا چاہتی ہیں کہ یہ تشدد کا راستہ اختیار کر لیں اور حالات امن کی حد سے باہر نکل جائیں۔ ہمارے نزدیک اس سے بھی سامراجی

قوتیں دوطرح کے فوائد سمیٹنا چاہتی ہیں۔ایک خود مسلمان ملکوں میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان محاذ آرائی اور تصادم کو فروغ دینا' دوسرے لوگوں کو اس حد تک آپے سے باہر کر دینا کہ وہ جذبات کے اظہار میں بے مہا ہو جائیں' لہٰذا جہاں اس سے مسلمان حکومتوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا وہاں مسلمان عوام بھی ظلم وستم کے دوہرے شکنجے میں کسے جائیں گے۔اس طرح مسلمانوں کے خلاف لگائے گئے دہشت گردی کے الزامات کے رنگ مزید گہرے کیے جائیں' سامراجیوں کی نگاہ میں ناپسندیدہ مسلمان حکمرانوں کو فارغ کرنے اور بعض مسلمان ملکوں کے خلاف نبرد آزمائی بھی اس موجودہ شیطانی سازش کا حصہ نظر آتا ہے۔ہماری بڑی دردمندی کے ساتھ ساری امت مسلمہ سے یہ اپیل ہے کہ احتجاج جاری رکھا جائے مگر کہیں بھی اسے بدامنی کا شکار نہ ہونے دیا جائے' اپنی صفوں میں اتحاد اور یگانگت کو اس طرح مضبوط کیا جائے کہ دشمن کے ایجنٹ ہماری صفوں میں داخل ہو کر ہمیں غلط راہوں پر نہ چلا سکیں' مسلمان حکمرانوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ حالات کو صحیح تناظر میں دیکھیں' وہ ایمان کی آزمائش کے اس مرحلے میں مسلم عوام کے ساتھ کھڑے ہوں اور ساری دنیا پر اخلاص کے ساتھ اس بات کا اظہار کر دیا جائے کہ مسلم حکمران اور مسلم عوام دو جدا قومیں نہیں ہیں نہ ان کے مفادات جدا جدا ہیں نہ ان کے ایمان میں کوئی درجہ بندی یا کمی بیشی ہے۔

مسلم مفکرین' دانشور اور اہل علم حضرات سے ہماری گزارش یہ ہے کہ اس قسم کی خباثتوں کے سدباب کے لیے کوئی مستقل لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ان خباثتوں کے بُرے نتائج سے مسلم دنیا کو خصوصاً اور ساری دنیا کو عموماً بچانے کا اہتمام مفکرین وعلمائے امت کی ذمہ داری ہے۔یہ ذمہ داری صرف مظاہرں یا بیانات سے پوری نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ان مفکرین اور علمائے کرام کی ضرورت ہے جو سیاست گردی کی فضا سے دور رہ کر حرمت رسولؐ عظمت قرآن اور امت کے تحفظ کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے ان سارے گوشوں پر نظر رکھیں جن سے دشمن' اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نقب لگا رہا ہے' ہمیں آج مجدد الف ثانیؒ ' شاہ ولی اللہ ' جمال الدین افغانیؒ ' علامہ اقبالؒ ' علامہ رشید رضاؒ ' مفتی عبدہؒ اور اسی انداز کے اصحاب فکر و نظر درکار ہیں جو ماضی کو جانتے ہوں۔حال سے واقف ہوں اور اللہ نے انہیں مستقبل بینی کا ملکہ بھی ودیعت کیا اور جن کی زبان وقلم میں جان ہو اور جنہیں امت کا اعتماد بھی حاصل ہو اس انداز کے صاحبان فکر و نظر امت میں موجود ہیں۔انہیں اب اپنے حجروں سے باہر ہونا اور وقت کی آواز پر کان دھرنا ہے۔موجودہ حالات میں ہمیں خاص طور پر یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ خواہشیں نعروں کے ذریعے زندگی نہیں پاتیں بلکہ افکار و نظریات کی پختگی سے حیات واستحکام حاصل کرتی ہیں۔

http://www.kitaabghar.com

توہین رسالت اور ایک ''کرائم منسٹر'' کے بلیو آئیڈ بوائز

یہ قصہ ہے لبرل ماڈریٹ اور امریکنائزڈ پاکستانی وزیراعظم بے نظیر کے دوسرے عہداقتدار کا۔ سب جانتے ہیں کہ بے نظیر کا تکیہ کلام ہمیشہ یہ رہا کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ وہ اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے ہمیشہ یہی گردان کرتی رہیں۔ اس تکیہ کلام اور گردان کو بعد میں انہوں نے اپنا دعویٰ اور موروثی انتخابی منشور بنالیا۔ اب جب انہیں اقتدار کے ایوان میں داخل ہونے کا موقع ملا' اپنے کردار' اعمال اور رویوں سے انہوں نے اپنے اس دعویٰ کی بیچ چوراہے میں تردید کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ دوسری مرتبہ وہ 19 اکتوبر 1993ء کو ایوان اقتدار میں داخل ہوئیں۔ سادہ لوح عوام اور بھولے بھالے جیالوں کا یہ خیال تھا کہ اپنے تکیہ کلام' دعوے اور انتخابی منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ان کے جذبات کا احترام کریں گی۔ سادہ لوح عام اور بھولے بھالے جیالوں کو کیا معلوم تھا کہ 19 اکتوبر 1993ء کے بعد انہوں نے اپنے انتخابی منشور کو اٹھا کر سرد خانے میں پھینک دیا تھا۔ اب ان کے نزدیک طاقت کا اصل سرچشمہ عام نہیں بلکہ وائٹ ہاؤس' سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور پینٹاگون ہی کے آقایان سفید فام تھے۔ سوا پنے دوسرے عہداقتدار کے 3 سال 16 دن تک وہ اسلام آباد کے پی ایم ہاؤس کی پولو گراؤنڈ میں صرف ایک ہی کھیل کی ''نیٹ پریکٹس'' اور ''ہوم ورک'' کرتی رہیں کہ دنیا انہیں امریکی عوام اور امریکی صدر سے بھی زیادہ امریکہ کی وفادار تسلیم کرلے۔ امریکی حکام نے توہین رسالت کے دوسزایافتہ مجرموں کی رہائی کو ان کے لیے ایک ٹیسٹ کیس بنادیا۔ اب رحمت مسیح اور سلامت مسیح جو توہین رسالت کے جرم میں سیشن کورٹ کے فیصلہ کے مطابق کوٹ لکھپت جیل میں سزائے موت کاٹ رہے تھے' ان کے یکدم محبوب نظر بن گئے۔ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ اگر اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے امریکہ بہادر کے ان بلیو آئیڈ بوائز کو وہ اگلے عدالتی مراحل میں رہا کرانے میں کامیاب ہوگئیں تو ان کے اقتدار کو آب حیات پلا کر دوام بخش دیا جائے گا۔ بی بی امریکیوں کے بہکاوے میں آگئی۔ بیچاری یہ بھول گئی کہ امریکی کام نکال لینے کے بعد تیسری دنیا کے اپنے پسندیدہ ترین حکمرانوں کو ایوان اقتدار سے اٹھا کر یوں نکال باہر پھینکوادیتے ہیں جیسے کوئی نفیس الطبع شخص ٹشو پیپر سے پیشانی کی گرد صاف کرنے کے بعد اسے ڈسٹ بن میں پھینک دیتا ہے۔ ساون کے اندھوں کو ہرا ہی ہرا اور ماڈریٹ لبرل اور پروگریسو بننے کے جنون میں مبتلا حکمرانوں کو امریکا ہی امریکا دکھائی دیتا ہے۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ''ڈکٹیٹرز'' نے ڈکٹیشن دی اور تابع اصل وزیراعظم نے حرف بہ حرف اس کو عملی جامہ پہنایا۔

11 فروری 1995ء کو سلامت مسیح اور رحمت مسیح کے خلاف مقدمے میں ایڈیشنل سیشن جج محمد مجاہد حسین کا فیصلہ جب سامنے آیا تو اس پر پرائم منسٹر آف پاکستان بے نظیر بھٹو جنہیں ان دنوں عام پاکستانی شہری کرائم منسٹر آف پاکستان کے الفاظ سے یاد کیا کرتا تھا اپنے کریمینل ردعمل کا اظہار ان الفاظ میں کیا'' توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے کے فیصلے پر مجھے حیرت بھی ہوئی اور دکھ بھی' میں اس فیصلے پر ذاتی طور پر ناخوش ہوں۔ پاکستان بچوں سے متعلق سنگین سزاؤں خصوصاً موت کے خلاف اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کر چکا ہے' یہ امر باعث حیرت ہے کہ 14 سال کے بچے کو سزائے موت دیتے ہوئے اس چارٹر کا خیال کیوں نہیں رکھا گیا۔ عادت آزاد تھی' دونوں ملزموں کے وکیلوں کو پورا موقعہ ملا تھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ اس چارٹر کا حوالہ دیتے۔ یہ فیصلہ ایسے وقت ہوا جب اقوام متحدہ کے سلسلے میں ریکارڈ بہت اچھا رہا ہے۔ یہ فیصلہ بہت غلط موقعہ پر ہوا ہے۔ میں توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرنا چاہتی ہوں۔'' اب آپ ہی سوچیے' غور کیجیے اور اس کے بعد خدالگتی کہیے کہ کیا وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے پاکستان کی پرائم منسٹر نے یہ بیان دے کر اپنے کرائم منسٹر ہونے کا عملی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ کیا عدالت کے فیصلے پر بحیثیت وزیراعظم ان کا یہ تبصرہ

ضروری تھا؟ عوام اس فیصلے کی پذیرائی کر رہے تھے اور قائد عوام کی بیٹی مخالفانہ ردعمل کا اظہار کر کے غیر ضروری طور پر واشنگٹن کے ''خداوندن مجاز'' کی خوشنودی کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ اگر ملک کی عدلیہ آزاد ہوتی تو یقیناً بے نظیر بھٹو کے خلاف توہین عدالت کی فرد جرم کے تحت مقدمہ دائر کیا جاتا۔

''ویسٹ میڈ ڈائر آف دا ایسٹ'' کے دور میں کوٹ لکھپت جیل میں توہین رسالت کے مرتکب یہ قیدی کس شان وشوکت، عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک عینی شاہد پیر بنیامین رضوی نے مجھے 2001ء ایک کی ایک شام جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن کے پوتے حافظ خالد حسن کے ہاں اس کے احوال و کوائف سے آگاہ کیا۔ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ آج بھی میرے حافظے کے کیسٹ پلیئر میں من وعن محفوظ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ بے نظیر اور میں پیر بنیامین مسلم لیگ (ن) پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات تھے۔ انہیں مختلف مقدمات میں گرفتار کرنے کے بعد کوٹ لکھپت جیل میں محبوس رکھا گیا تھا۔ میرے ایک استفسار پر پیر بنیامین نے اپنے ایام اسارت کو آواز دی۔ دو چند لمحے خاموش رہے۔ یوں محسوس ہوا جیسے وہ گہرے مراقبے میں چلے گئے ہوں۔ لگتا تھا کہ وہ اپنی یادداشتوں کے ورق کو ترتیب دے رہے ہیں۔ اب جو سر اٹھا کر انہوں نے گفتگو شروع کی تو مجھے ہر سو انکشافات کا دریا لہریں لیتا نظر آیا۔ پیر بنیامین نے بتایا کہ فروری 1995ء میں وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ پنجاب منظور وٹو کا آمرانہ اور ملوکانہ عتاب مجھ پر نازل ہوا۔ ان دنوں مجھے سزائے موت بلاک سے ملحق پھانسی گھاٹ کے ایک خصوصی سیل میں پابند سلاسل رکھا گیا تھا۔ 11 فروری کی سہ پہر رحمت مسیح اور سلامت مسیح نامی توہین رسالت کے دو مجرموں کو میری ہمسائیگی میں واقع سزائے موت بلاک میں انتہائی پروٹوکول کے ساتھ لایا گیا۔ سزا یافتہ لیکن ان وی وی آئی پی مجرموں کے لیے سزائے موت بلاک نمبر 1 کے پہرہ نمبر 5 کو نگار خانہ عیش اور شبستان عشرت بنا دیا گیا۔ ان قیدیوں کے دربار میں جیل حکام صبح، دوپہر اور شام باہتمام حاضری دیتے۔ دوپہر کو ان سے میٹنگز کرتے۔ بعض نقاب پوش غیر ملکی شخصیات بھی آتیں اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتیں۔ 18 فروری کو آئی جی جیل خانہ جات محمد حسین چیمہ بنفس نفیس جیل تشریف لائے۔ آئی جی نے یہ زحمت اس لیے گوارہ کی تاکہ وہ حکومت وقت کا خصوصی پیغام ان وی وی آئی پی مجرموں تک پہنچا سکیں۔ اس پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ حکومت ''آپ'' کو ایک ماہ کے اندر اندر باعزت طور پر بری کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ آئی جی آئے، پرسش احوال کی، صوبائی اور وفاقی اعلیٰ سطحی حکمرانوں کا خصوصی پیغام دیا دیا، تسلی دی، حوصلہ بڑھایا اور جلد رہائی کی خوشخبری کی خبر سنا کر چلتے بنے۔ جاتے جاتے جیل حکام کے لیے اس عنوان کی خصوصی ہدایات جاری کرنا بھی انہوں نے ناگزیر جانا کہ ان لاڈلے اور خاص مہمانوں کا خاص خیال رکھا جائے، انہیں ہر سہولت بہم پہنچائی جائے اور جب تک وہ اس ''مہمان خانے'' میں ہیں، انہیں کسی شکایت کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔

آئی جی کی ہدایت کے مطابق جیل حکام نے رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو دنیا بھر کی آسائشیں مہیا کیں۔ جیل روایات کے مطابق سزائے موت کے ان مجرموں کو جیل میں ''اڑوی'' سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا۔'' وہ لوگ جنہیں جیل یاترا کا موقع نہیں ملا ان کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اڑوی جیل کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ جن قیدیوں کو اڑوی لگتی ہے وہ ایک دن ایک ''چکی'' میں سوتے ہیں، دوسرے دن دوسری میں اور تیسرے دن تیسری میں۔ جیل روایات کے مطابق سزائے موت کے قیدی مسلسل دو راتیں کسی ایک چکی میں بسر نہیں کر سکتے۔ ان دنوں کوٹ لکھپت جیل میں سزائے موت کے ہر قیدی کو اڑوی'' کی اذیت سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔ وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور وزیر اعلیٰ منظور وٹو کی بالواسطہ ہدایات پر عملدرآمد کرتے ہوئے جیل عملہ ان قیدیوں کو کس حد تک خصوصی سہولیات اور مراعات سے نواز رہا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سزا یافتہ مجرموں کے لیے قیدیوں کا لباس پہننا لازم ہے مگر توہین رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ان دو قیدیوں کو رہائی تک جیل کا لباس نہیں پہنایا گیا۔ انہیں ان کی پسند کا کھانا مہیا کیا جاتا۔ جیل قوانین یا قواعد تو یہی ہیں کہ سزائے موت پانے والے ایک سے زیادہ قیدیوں کو ایک کمرے میں نہیں رکھا جاتا مگر سلامت مسیح اور رحمت مسیح ہر قاعدے اور قانون سے بالاتر تھے، انہیں ایک ہی جگہ رکھا گیا۔ اسی پر موقوف نہیں ان کی خواہش پر چند اور عیسائی قیدی اور حوالاتی بھی ان کی ''تنہائی'' اور ''اداسی'' دور کرنے کے لیے ان کے گرد و پیش جمع کر دیئے گئے۔ وہ سارا دن مجلس آرائی کرتے، گپیں ہانکتے، ایک

دوسرے کو لطیفے سناتے' قہقہے لگاتے' مدعی کی بے بسی کا مذاق اڑاتے اور یوں اپنا دل پشوری کرتے ۔ وہ فخریہ لہجے میں دیگر عیسائی قیدی ساتھیوں کو بتاتے کہ ہمیں تو جیل میں وہ عیش و آرام حاصل ہے اگر ہم باہر ہوتے تو شاید صدیوں تک اس قسم کے عیش و آرام سے لطف اندوز ہونے کا خواب بھی نہ دیکھ سکتے ۔

مغرب کے انتہا پسند' مذہبی جنونی عیسائی حکمران میڈیا کے کارکن اور بڑی شخصیات کی جانب سے جیل پہنچنے کے صرف چار دن میں انہیں سات سو کے قریب خطوط موصول ہوئے ۔ خطوط لکھنے والے مغربی اور بھارتی پرستاران کی درازیٔ عمر کی دعائیں مانگتے ہوئے انہیں حوصلہ دیتے ۔ اکثر و بیشتر خطوط کا نفس مضمون یہ ہوتا کہ ''تم حق پر ہو' یورپ کی تمام عیسائی برادری تمہارے ساتھ ہے ۔ ہر یورپی عیسائی شہری کے دل تمہارے دلوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں ۔'' وہ اپنے ساتھیوں کو یہ خطوط دکھاتے اور خوش ہو کر بتاتے کہ یہ خط ہمیں امریکہ' جرمنی' ہالینڈ' فرانس' ڈنمارک' ناروے' سویڈن' اٹلی' انگلینڈ اور انڈیا سے موصول ہوئے ہیں ۔ وہ اس پر اتراتے کہ ہمارے کیس کا مدعی مولوی فضل حق جب جیل آیا تھا تو اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا بلکہ اسے تو کسی نے پانی تک کا بھی نہیں پوچھا تھا اور ہمیں موت کی کال کوٹھری میں بھی دنیا جہان کی نعمتیں سرکاری خرچ پر مفت فراہم کی جا رہی ہیں ۔ وہ یہ بھی بتاتے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کی مشیر شیلا بی چارلس نے مولوی فضل حق کو کیس کی پیروی سے باز رکھنے کے لیے دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے لیے یہ مقدمہ بڑا نقصان دہ ثابت ہوگا ۔ تمہارے جسم و جان کی خیر اسی میں ہے کہ مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤ ۔ ان نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی باچھیں فرط مسرت سے کانوں تک کھل جاتیں کہ ''جیل میں ہماری آؤ بھگت حکمران اس طرح کر رہے ہیں' شاید کسی شاہی سسرال نے نو بیاہتا داماد کی خاطر مدارات بھی ایسے نہ کی ہو ۔'' جیل ان کے لیے مکمل طور پر ایک پکنک پوائنٹ بن چکی تھی ۔ کہنے کو تو وہ بی کلاس کے قیدی تھے لیکن جیل میں وہ جو گلچھرے اڑا اور رنگ رلیاں منا رہے تھے انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا کہ وہ اے کلاس نہیں بلکہ ''اے پلس کلاس کے قیدی'' ہیں ۔

http://www.kitaabghar.com

❁ ❁ ❁

محبت

لیبیا کے ایک مسلمان نے کہا:

''میں عیسائی بھی ہوں اور مسلمان بھی۔ مجھے پیغمبر محمد کی شان میں گستاخی کا اتنا ہی دکھ ہوا ہے' جتنا جیز ز کرائسٹ کی شان میں توہین کا رنج ہوتا۔''

جدہ میں برسوں سے مقیم ایک ہندو کی کسی وجہ سے ملازمت جاتی رہی اور اسے انڈیا واپس جانا پڑا۔ روانگی کے وقت اس کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ رونے کی وجہ پوچھی تو بولا: ''مجھے ملازمت کے چھن جانے کا اس قدر افسوس نہیں جتنا دکھ مجھے یہ شہر کے چھوڑنے کا ہے۔ اس شہر اور یہاں کے مکینوں کی محبت میں اپنا وطن اور دھرم بھی بھول گیا تھا۔''

مسلم ممالک میں آباد غیر مسلمین مسلمان بھائیوں سے محبت کرتے ہیں۔ اسلام پسند ہوتے ہیں۔ ان کا رہن سہن' زبان' غذا و لباس' میل ملاپ' سب مسلمانوں جیسا ہو جاتا ہے۔ پاکستانی عیسائیوں کے تو نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں۔ اہل مغرب نے مسلمانوں کے خلاف نفرت کی جو آگ بھڑکا رکھی ہے اس میں خود ہی جل کر راکھ ہو جائیں گے۔

گیارہ ستمبر سے پہلے امریکہ میں اس نفرت کا کوئی وجود نہ تھا۔ بھارت میں بسنے والے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان بھی نفرت کا سبب یہی گورا تھا۔ امریکہ کا باشعور طبقہ بھی مذاہب کی توہین کی مذمت کرتا ہے۔ امریکی کالم نگار پیٹرک بچینن لکھتا ہے کہ:

What was the purpose of the juvenile idioy by the Europresss, the freedom to insult the faith of a billion people and start a religious war?

http://www.kitaabgnar.com

مزید لکھتا ہے:

''بش حکومت نے توہین آمیز خاکوں کی مذمت کے چند گھنٹوں بعد ڈنمارک کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کر کے منافقت سے کام لیا ہے۔ جرمن قوم بھی اسلام کی توہین کے لیے فراخ دل ہے مگر جب ہٹلر اور Holoaust کی بات آتی ہے تو یہ قوم سیخ پا ہو جاتی ہے۔ یورپ اور امریکہ نے پادریوں کے توہین آمیز بیانات اور سلمان رشدی کی تصنیف کے ردعمل میں مسلمانوں میں جنم لینے والے غم و غصہ سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا۔ محمد کے توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے یورپ نے مذہبی جنگ کو دعوت دی ہے۔ اس احمقانہ فعل سے اہل مغرب نہ صرف دنیا اسلام میں غیر محفوظ ہو گئے ہیں بلکہ عراق میں غیر مسلم فوجیوں کی موت کے بھی ذمہ دار ہیں۔''

اسلام دشمن اہل کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اہل کتاب میں سے اور ان کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے' دوست نہ بناؤ۔ جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی مذاق بناتے ہیں۔'' (المائدہ)

عیسیٰؑ سے محبت اور توہین محمدؐ کے مرتکب عیسائیت کے لیے بدنما داغ ہیں۔ ''ویلنٹائن ڈے'' منانے والے اہل مغرب محبت کی حقیقی خوشبو سے محروم ہیں۔ محبت کی ابتدا بھی ایمان ہے اور انتہا بھی ایمان۔ محبت کرنے والے کو جب تک اپنے جذبات' کیفیات اور محسوسات پر ایمان نہ ہو' اس کی محبت دعویٰ کے سوا کچھ نہیں۔ محبت آسیہؓ کا ایمان ہے۔ آسیہؓ نے اپنا ایمان اپنے شوہر فرعون سے چھپایا ہوا تھا۔

فرعون کو علم ہوا تو آسیہؓ کو دھوپ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کے جسم پر میخیں گڑوائیں جاتیں اور ان کے سینہ پر چکی کے پاٹ رکھوا دیئے جاتے اور فرعون کہتا' اب بھی وقت ہے اپنا عقیدہ چھوڑ دے۔ آسیہؓ جواب دیتیں' تم میرے وجود پر قادر ہو لیکن میرا دل میرے رب کی پناہ میں ہے۔''

محبت' میں' نہیں ''تو'' ہے۔ محبت زندگی ہے۔ محبت بندگی ہے۔ محبت ممتا ہے۔ محبت کمال ہے۔ جان ہے۔ جمال ہے۔ محبت بہار ہے۔

دوست ہے' غمخوار ہے۔ محبت وفا ہے۔ جذبہ شکر ہے۔ استغفار ہے۔ محبت ایثار ہے۔ محبت عیسیٰ ہے۔ موسیٰ ہے۔ کوہ طور ہے۔ آتش نمرود ہے۔ محبت ہجرت مدینہ ہے۔ محبت شہید ہے' غازی ہے۔ محبوب ہے۔ محبت یعقوبؑ ہے۔ یونسؑ ہے۔ ایوبؑ ہے۔ محبت توراۃ ہے۔ انجیل ہے۔ تسلیم ورضا ہے۔ تقویٰ وتفہیم ہے۔ محبت پروردگار ہے۔ قرآن کریم ہے۔ محبت پھول ہے۔ بتولؓ ہے۔ اصحاب رسولؐ۔ آل رسولؐ۔ اطاعت رسول ہے۔ جب تک انسانوں سے محبت نہ ہو' عقیدوں اور نظریات سے محبت نہیں ہوسکتی۔ اگر پیغمبرؐ سے محبت نہ ہو تو خدا اور اس کے دین سے محبت نہیں ہوسکتی۔ مسجد نبویؐ میں منبر سے پہلے نبی کریم ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہوگیا تو حضور نے اس پر خطبہ دینا شروع کر دیا۔ اچانک اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ حضور یہ دیکھ کر منبر سے اتر آئے اور ستون کو تھپکی دی تب اس کی رونے کی آواز بند ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کی حیرت کو بھانپتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ منبر کے آجانے سے ستون کو میری جدائی برداشت نہ ہوسکی۔''

ایک مرتبہ آپؐ اپنے اصحابؓ کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ آپؐ کے رعب وجلال سے لرزنے لگا۔ آپؐ نے پہاڑ کو اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماردی اور فرمایا ٹھہر جا اور پہاڑ ٹھہر گیا۔

ایک انصاری کا اونٹ بگڑ گیا۔ حضور اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے تو اونٹ نے حضور کے سامنے ادب سے گردن جھکا دی۔ آپؐ نے اونٹ کے مالک سے فرمایا'' گناہگار انسانوں اور جنوں کے علاوہ کائنات کی تمام مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اونٹ نے جب آپؐ کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا۔ حضور نے اونٹ کے مالک سے فرمایا' تم جانوروں پر ان کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا کرو۔ تمہارے اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور تکلیف دیتے ہو۔'' چرند پرند' پہاڑ' ریگستان' زمین وآسمان' کائنات کا ذرہ ذرہ حضور کی محبت کا اسیر ہے۔ جانوروں کو بھی شعور ہے کہ محمدؐ اللہ کے نبی اور محبوب ہیں۔ محمد سے محبت کرنے والوں سے یہ جہاں آباد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بمشکل چالیس تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب تھی لیکن فرعون کے خوف سے موسیٰؑ پر سچے دل سے ایمان لانے والوں کی تعداد صفر تھی۔ حضرت نوحؑ نے نو برس تبلیغ فرمائی مگر گنتی کے افراد ایمان لائے جبکہ نبی کریم کے وصال کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کم وبیش پانچ چھ لاکھ تھی۔ مشرکین مکہ حضور کو ابتر کہا کرتے تھے یعنی محمد اولادِ نرینہ سے محروم ہیں لہٰذا دنیا میں ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اولاد نرینہ کا گھمنڈ کرنے والے مشرکین کا دنیا ہستی سے نام ونشان مٹا دیا جائے گا۔

اے میرے حبیبؐ اس جہاں کے گوشے گوشے میں آپ کا ذکر بلند ہوگا۔ امت محمد سے بغض اور حسد جب نفرت میں بدل جائے تو غلیظ اور بیہودہ حرکات منظر عام پر آنے لگتی ہیں۔ جو غریب جیل میں مسلمانوں کے ساتھ کیے جانے والے تشدد کی وڈیو اور تصاویر کی اشاعت پر امریکہ کا کہنا ہے کہ اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوگا جبکہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کو آزادی صحافت کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کفار کے لیے قرآن نے حق فرمایا'' ان لوگوں کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو کینے ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔'' (آل عمران)

توہین رسالتؐ کے ردعمل میں وطن عزیز میں ہونے والے اشتعال انگیز واقعات کے پس پشت نام نہاد دوستوں کی ''ڈونگی چال'' ہے۔ یہی وہ شرپسند عناصر ہیں جنہیں مسلم ریاستوں کی معدنیات ایٹمی قوت پاک چین دوستی اور تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام برداشت نہیں ہورہا۔ محمد عربی سے محبت کی دعویدار امت کسی کے مذہب کا تمسخر نہیں اڑا سکتی۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر اور بُت بناتے لیکن جو مسلمانوں انبیاء کی شبیہ کو بھی حرام سمجھتا ہو وہ بھلا توہین آمیز خاکوں کو کیونکر برداشت کرے گا۔ امت محمدؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔'' محمدؐ کے صحابہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں رحم ومحبت کے مجسمے ہیں۔'' محمد کی امت توہین اسلام اور تذلیل مسلمان جیسے مکروہ ہتھکنڈوں کو روکنے کے لیے پرامن جلسے جلوس قانونی کاروائی مہذب اصول اور بین الاقوامی لیول تک رسائی کے لیے مثبت حکمت عملی اور شرعی اقدامات کی قائل ہے۔ قدرتی آفات' ان گنت آزمائشیں اور امتحانات مسلم حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

پرتشدد احتجاج کے اقتصادی مضمرات

ناروے اور ڈنمارک کے اخبارات میں رسول اکرم سے متعلق توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد پاکستان میں بھی بڑے پیمانے پر احتجاج جاری ہے۔ خاکوں کی اشاعت پر احتجاج فطری امر تھا۔ کیونکہ اس پاکستانی مسلمانوں کے جذبات بھی مجروح ہوئے ہیں۔ ان کی جانب سے احتجاج ناگزیر تھا۔ اس احتجاج کے نتیجے میں کئی شہروں میں پرتشدد واقعات بھی ہوئے۔ جن میں جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ بہت سے یورپی ممالک سے سیاسی اور سفارتی تعلقات ختم کرنے پر بھی زور دیا جا رہا ہے۔ یہ مطالبہ اپوزیشن کی جانب سے کیا جا رہا ہے اور اسے علماء اور دینی مدارس کے طلباء کی حمایت بھی حاصل ہے۔

آج کی دنیا میں سیاست اور معیشت ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ کوئی بھی سیاسی فیصلہ معاشی صورتحال کو تبدیل کر دیتا ہے اور معاشی اقدامات سے سیاسی صورتحال تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے سیاسی فیصلوں کیلئے اب پرامن مذاکرات اور پرامن احتجاج کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مشرقی اور مغربی جرمنی کا انضمام اور ہانگ کانگ کا چین کو واپس ملنا اس سلسلے میں دو انتہائی واضح مثالیں ہیں۔

پاکستان کو انتہائی نازک صورتحال کا سامنا ہے۔ ایک طرف مذہبی اور سیاسی لیڈر حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ متعلقہ یورپی ممالک سے اپنے سفیر بلا لے یعنی سیاسی تعلقات منقطع کر لے۔ دوسری طرف پاکستان کے ان ممالک سے نہایت اہم معاشی تعلقات ہیں۔ ابتداء میں تاجروں اور صنعتکاروں نے بھی خاکوں کی اشاعت پر ہونے والے احتجاج میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے احتجاجی بینرز آویزاں کر دیئے تھے اور ان ممالک کی اشیاء کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ یورپی ممالک کی اشیاء کی درآمد بند کی جائے لیکن انہیں جلد ہی احساس ہو گیا کہ اس کے نتیجے میں یورپی ممالک سے مالی امداد اور تکنیکی مہارت آنا بند ہو جائے گی اور یہ ممالک بھی پاکستان سے اشیاء درآمد کرنا بند کر دیں گے۔ اس لیے مطالبہ کی شدت اب کم رہ گئی ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ دنوں میں تاجروں اور صنعتکاروں کی جانب سے احتجاجی طبقے کی پشت پناہی کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے۔ یورپی ممالک کیلئے پاکستانی برآمدات کم و بیش چار ارب ڈالر کی ہیں۔ اگر پاکستان نے یورپ کو اپنی برآمدات روکیں تو فوری طور پر بھارت اور چین صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے برآمدات بڑھا دیں گے۔ پاکستان کو عالمی منڈی میں پہلے ہی غیر معمولی مسابقت کا سامنا ہے۔ ایسے میں برآمدات روکے جانے کی صورت میں بہت سے کارخانوں کی پیداوار میں کمی واقع ہو گی اور ہزاروں افراد بے روزگار ہو جائیں گے۔

8 اکتوبر کے زلزلے کے بعد صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر میں بحالی اور تعمیر نو کے سلسلے میں یورپی ممالک کی ٹیموں نے بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کیا تھا اور بہت سی غیر سرکاری تنظیموں کا کام اب بھی جاری ہے۔ حالیہ احتجاج کے بعد کئی تنظیموں نے اپنا کام روک دیا ہے۔ یورپی یونین کی جانب سے مالی امداد کا وعدہ بھی کیا گیا تھا جس دن کراچی میں احتجاجی ریلی نکالی جا رہی تھی' اسی دن ڈزاسٹر پریپیئر ڈینس پروگرام EHO کے تحت یورپی یونین (انسانی ہمدردی امداد) نے 60 لاکھ یورو کا عطیہ دینے کا اعلان کیا تھا۔ یہ امداد بھارت' بنگلہ دیش اور پاکستان کو ملے گی۔

پاکستان ڈیویلپمنٹ فورم کی تشکیل کے بعد یورپی یونین کی جانب سے امداد چار گنا بڑھ چکی ہے جو تعلیم اور ترقیاتی کاموں پر خرچ کی جائے گی۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے کم ترقی یافتہ علاقوں کو اس امداد کا زیادہ حصہ ملے گا۔

احتجاج میں نہ صرف مذہبی رہنما اور سیاسی لیڈر شامل ہیں بلکہ 11 فروری کو مذہبی امور کے وفاقی وزیر اعجاز الحق نے بھی کہا کہ یورپی ممالک کی اشیاء کا بائیکاٹ اس وقت تک جاری رکھا جائے گا جب تک خاکے شائع کرنے والے معافی نہ مانگ لیں۔ ادھر پشاور اور لاہور میں پرتشدد واقعات

کے بعد اب کاروباری طبقہ سمجھ نہیں پا رہا کہ کس کا ساتھ دے۔ تاجروں اور صنعتکاروں کو ڈر ہے کہ کہیں چار ارب ڈالر کی مارکیٹ ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ دوسری طرف سیاسی نظام کمزور ہوتا جا رہا ہے اگر حکومت کی بساط لپیٹ دی گئی یا حکومت میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں تو سیاسی اور معاشی دونوں طرح کی پالیسیاں بھی تبدیل ہو جائیں گی۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف نے بھی اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند ایک تبدیلیوں کا عندیہ دیا ہے۔ تاجر برادری کو یہ شکایت ہے کہ اسلام آباد میں وزارت خارجہ اور کوپن ہیگن میں پاکستانی سفارت خانے نے اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر اس مسئلے کو اجتماعی طور پر نہیں اٹھایا اور نہ ہی فوری طور پر احتجاج ریکارڈ کرایا گیا اگر یہ ادارے یورپی یونین کو احساس دلاتے کہ خاکوں کی اشاعت غلط ہے اور اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں تو معاملہ اس حد تک خراب نہ ہوتا۔ ڈینش وزیر اعظم نے پاکستانی ہم منصب کو ٹیلی فون کر کے معافی مانگی، مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی اور معاملہ حکومتی ایوانوں سے نکل کر سڑکوں تک آ چکا تھا۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت عوام کو یہ بتائے کہ سڑکوں پر احتجاج کرنا جمہوری حق ہے مگر ساتھ ہی ساتھ پر امن رہنا ملکی مفاد میں ہے کیونکہ بہت سے غیر مسلم ممالک موقع کی تلاش میں ہیں کہ ان پر تشدد مظاہروں کو بنیاد بنا کر مسلمانوں پر اپنی زمین تنگ کر دیں اور ساتھ ہی مختلف امتیازی قوانین کا سہارا لے کر مسلم ممالک سے تجارت پر پابندی بھی عائد کر دیں۔ پر تشدد مظاہروں اور توڑ پھوڑ سے ملکی صنعت کا بھی بیڑا غرق ہوتا ہے۔ لاہور کے ایک دن کے ہنگاموں اور احتجاج سے دس کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ کراچی میں تو چار دن کام بند رہا اور سارے ملک میں ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ ہوئی جو اپنے ہی لوگوں کیلئے نقصان کا باعث بنی اور بیرونی سرمایہ کاروں کا اعتماد بھی ختم ہو گیا۔

25 مالک پر مشتمل یورپی یونین کے ساتھ (جس میں ڈنمارک، ناروے اور اٹلی شامل ہیں) پاکستان کے بہت اچھے تعلقات ہیں اور ان ممالک کو ہماری 35 فیصد برآمدات جاتی ہیں۔ 05-2004ء میں پاکستان کی برآمدات 12 ارب ڈالر تھیں جن میں سے 4 ارب ڈالر صرف یورپی یونین کیلئے تھیں۔ ان برآمدات میں تین ارب کا حصہ ٹیکسٹائلز کا تھا۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری پاکستان میں روزگار کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اگر یہ شعبہ متاثر ہوا اور اس کی برآمدات میں کمی واقع ہوئی تو ہزاروں افراد بے روزگار ہو جائیں گے۔ اس شعبے کو چلانے والی مشینری اور بہت سے کیمیکلز بھی یورپی ممالک سے ہی آتے ہیں۔ متعدد یورپی ممالک سے پاکستان کو غیر معمولی مالی و تعلیمی امداد بھی ملتی ہے۔

2003-2000 میں 25 یورپی ممالک کے ساتھ پاکستان کی برآمدات 3 ارب 15 کروڑ ڈالر جبکہ درآمدات 2 ارب 13 کروڑ ڈالر تھیں۔ 04-2003ء میں برآمدات میں 57 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کا اضافہ ہوا اور یہ 3 ارب 73 کروڑ ڈالر ہو گئیں۔

یورپی ممالک کی عالمی تجارت 8072.35 ارب ڈالر ہے۔ عالمی معیشت میں بھی اب بھی یورپ بہت طاقتور ہے اور اس طاقتور بلاک سے کوئی بھی معاملہ طے کرتے وقت اور کوئی بھی قدم اٹھاتے وقت غیر معمولی احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ تین ممالک کی غلطی کو بنیاد پر ایک مضبوط معاشی بلاک سے تعلقات خراب کر کے معاشی ترقی کو داؤ پر لگانا دانش مندی نہیں۔ ایک ملک نے معافی مانگ لی ہے۔ ایک ملک کے وزیر سے استعفیٰ طلب کر لیا گیا ہے۔ ہمارا معاملہ ڈنمارک، ناروے اور اٹلی سے خراب ہوا ہے، مگر اس بنیاد پر 25 ممالک سے تعلقات خراب کرنا دانشمندی نہیں۔ مستقبل میں امریکی اجارہ داری صرف یورپی یونین ہی ختم کر سکتی ہے۔ اس کی بہت بڑی منڈی ہے اور بڑے پیمانے پر اشیاء برآمد کی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ڈالر کے اتار چڑھاؤ سے بہت سے ممالک کی معیشت کو داؤ پر لگنے سے اور مالیاتی منڈیوں کو برباد ہونے سے بھی یورپی یونین کی کرنسی یورو ہی روک پائے گی۔ ماہرین کے مطابق 20 سال میں ڈالر کی جگہ یورو لے لے گا۔ اس وقت دنیا کے مرکزی بینک زرمبادلہ کے 66 فیصد ذخائر ڈالر کی شکل میں رکھتے ہیں، لیکن ڈالر کی گرتی ہوئی قدر، افراط زر اور امریکی تجارتی خسارے میں اضافے سے ڈالر میں اعتبار متزلزل ہو رہا ہے جب یورپی یونین کے تمام ارکان یورو کو اپنی کرنسی بنا لیں گے تب ڈالر کے بجائے یورو کی شکل میں زرمبادلہ کے ذخائر رکھنے کو ترجیح دی جائے گی۔ 2022 تک بیشتر

بین الاقوامی ادائیگیاں بھی یورو کی شکل میں ہی کی جائیں گی۔ 2020 تک برطانیہ سمیت تمام رکن ممالک یوروپین اکنامک اینڈ مانیٹری یونین میں

شامل ہو چکے ہوں گے۔

زرمبادلہ کے ذخائر ڈالر کی شکل میں رکھنے کی صورت میں امریکا کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ دنیا بھر کسی بھی ملک سے قرض لے سکتا ہے۔اس کے کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ خام قومی پیداوار کے 6 فیصد کے مساوی ہو چکا ہے۔قرض کی شرح خام قومی پیداوار کے 20 فیصد کے مساوی ہو چکی ہے۔تین سال کے دوران ایشیائی ممالک کی معاشی ترقی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے' اس لیے ان کے مرکزی بینکوں میں زرمبادلہ کے ذخائر بہت بڑھ گئے ہیں۔ وہ ان ذخائر کو ڈالر کی متبادل کرنسیوں میں رکھنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق 3.81 ٹریلین ڈالر کے عالمی ذخائر میں سے 64 فیصد ڈالر میں اور 20 فیصد یورو میں ہیں۔ڈالر کے بجائے یورو میں ذخائر رکھنے کے رجحان میں اضافے کے دو مثالیں چین اور روس ہیں۔روس نے اپنے 114 ارب ڈالر کے زرمبادلہ کے ذخائر یورو میں رکھنے کی شرح 30 سے بڑھا کر 35 فیصد کر دی ہے۔سب سے زیادہ ذخائر چین کے ہیں جس نے اپنے 711 ارب ڈالر کے ذخائر کو صرف ڈالر میں رکھنے کے بجائے دیگر کرنسیوں میں رکھنے کا عندیہ دیا ہے۔ سعودی عرب بھی اب اپنے 112 ارب ڈالر کے ذخائر کو مختلف کرنسیوں میں رکھے گا۔

اس صورتحال کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کسی بھی سطح پر کوئی بھی فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کریں۔اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت ایسا معاملہ ہے جس پر مسلمانوں کے جذبات کا بھڑکانہ فطری امر اور ایمان کا تقاضا ہے۔احتجاج بھی ہمارا بنیادی حق ہے تاہم اس معاملے میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔احتجاج کے دوران کوئی بھی ایسا فیصلہ یا اقدام نہ کیا جائے۔جن سے معیشت پر شدید منفی اثرات مرتب ہوتے ہوں۔اس صورت میں برآمدات متاثر ہوں گی اور ملک میں بے روزگاری بڑھ جائے گی۔

http://www.kitaabghar.com

دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

یہ ایک تاریخی صداقت ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ آنحضور کے دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ انہیں شکست دے سکیں' مگر ان کی ایک نہ چلی۔ وہ سب خائب وخاسر ہوئے اور آنحضور غالب رہے۔ آپ اپنی حیات طیبہ میں بھی غالب تھے' آج بھی غالب ہیں اور قیامت تک غالب رہیں گے۔ نبی اکرم کے امتی کرہ ارض پر ڈیڑھ ارب کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان لوگوں میں قرآن کی ایک آیت کے مصداق تین طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ''کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے' کوئی بیچ کی راس ہے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے۔ یہی بڑا فضل ہے۔'' (سورہ الفاطر آیت نمبر 32)

دنیا بھر کے یہ مسلمان اوپر مذکور جس درجے میں بھی آتے ہوں' وہ نبی اکرم کی ذات سے محبت کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کی کسی بھی کوشش کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔ ڈنمارک میں چھپنے والے غیر مہذب اور گستاخانہ خاکوں کو تمام مسلمان انتہائی غم وغصے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مشرق ومغرب میں وقتاً فوقتاً اسلام دشمن قوتوں نے آنحضور کی ذات اور ناموس کے خلاف مذموم اور نازیبا حرکتیں کی ہیں' مگر ایسی ہر بھونڈی حرکت کے نتیجے میں بالواسطہ اسلام کو تقویت ملی ہے اور اس کا پیغام زیادہ تیزی سے پھیلا ہے۔ اس وقت بھی عالم اسلام اور مغرب میں بسنے والے مسلمان ذہنی اور روحانی کرب میں مبتلا ہیں۔ اس واقعہ پر ہر جگہ احتجاج بھی ہو رہا ہے اور اس حرکت سے نفرت کا اظہار بھی ساری دنیا کو نظر آرہا ہے۔

آنحضور کو اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں فتح مبین کی خوشخبری سنائی ہے۔ فتح مبین کی اصطلاح کسی ایک فتح تک محدود ومختص نہیں ہے۔ یہ فتح عمومی اور دائمی ہے۔ کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب اس فتح کے نئے واقعات تاریخ میں رقم نہ ہوتے ہوں۔ حالیہ شرانگیز حرکت کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ دنیا کو تہذیبوں کے تصادم کی آتش میں جھونکنے والے صلیبی اپنے مذموم عزائم کے ساتھ ہم سے برسرپیکار ہیں' مگر ان کے اپنے ملکوں میں ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک رہی ہے۔ اہل اسلام کیلئے یہ خوشخبری ہے کہ ہم مثبت انداز میں دعوت کا جو کام نہ کرسکے' ہمارے دشمنوں نے اپنی منفی حرکتوں سے اس کا راستہ ہموار کردیا ہے اور قدرت نے فضا سازگار بنادی ہے۔

ڈنمارک سے شروع ہونے والے شر کی چنگاری دنیا کے کئی ملکوں میں شعلے بھڑکانے کا باعث بنی ہے۔ فرانس بھی اس معاملے میں مغرب کے کسی ملک سے پیچھے نہیں رہا۔ فرانس میں ایک اسلام دشمن لابی طویل عرصے سے سرگرم عمل رہی ہے۔ آج فرانس میں تبدیلی کی ہوا چلنے لگی ہے۔ لندن سے شائع ہونے والا اخوان المسلمون کا ترجمان ''رسالتہ الاخوان'' اپنے 17 فروری 2006ء کے شمارے میں بتاتا ہے کہ اسم محمد فرانس کے ہر گھر میں داخل ہوگیا ہے اور ہر خاندان دن رات میں درجنوں مرتبہ اس نام کا ذکر کرتا ہے۔ ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ محمد کی سیرت اور ان کا پیغام کیا ہے۔ اس رسالے کے مطابق تمام ذرائع ابلاغ پر آج سب سے زیادہ مقبول موضوع آنخضرت کی ذات' سیرت اور پیغام ہے۔ کئی ٹیلی ویژن چینلز نے اپنے ناظرین کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اسلامی ثقافت اور اس کے صحیح خدوخال بھی لوگوں کے سامنے پیش کرنے شروع کردیئے ہیں۔

ہم کتنے ہی وسائل استعمال کرتے' اس تیزی کے ساتھ پیغمبر اسلام کا تعارف ان ملکوں میں ممکن نہیں تھا جہاں نام نہاد تہذیب کی چکاچوند کے باوجود جہالت' ضد اور تعصب کے اندھیرے راج کررہے ہیں۔ ڈنمارک کے اخبار ''جیلانڈ پوسٹن'' کی خباثت کو فرانس کے اخبار ''فرانس سوار'' نے بھی اپنے صفحات میں شائع کیا۔ فرانس میں مقیم پیرس کی مسجد الدعوۃ کے خطیب شیخ العربی کشاط نے اسلام آن لائن نیٹ پر جن خیالات کا اظہار کیا وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ ''دشمن نے جو شر پھیلانا چاہا غالباً اس میں سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیر وبرکت کا فیصلہ کرلیا ہے۔ آج فرانس کے ہر گھر میں

اور سرزمین فرانس پر ہر جگہ، ہر مجلس اور ہر مکالمے میں جو لفظ سب سے زیادہ استعمال ہو رہا ہے وہ آنحضور کا نام نامی ہے۔ یہ اللہ کے زندہ معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ اسلام، جو انسانیت کی ضرورت بھی ہے اور انسانوں کے خود ساختہ ظالمانہ قوانین کا نعم البدل بھی۔ شاید اس شر کے نتیجے میں اب مغرب کی ملحد تہذیب غروب ہونے کو ہے اور اسلام کا جاں فزا پیغام اور نظام طلوع ہونے کو ہے۔''

فرانس کے ایک اور رسالے ''لاکروا'' نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد کیے گئے ایک سروے کے نتائج اپنی 9 جنوری 2006ء کی اشاعت میں چھاپے ہیں۔ اس کے مطابق فرانس میں 54 فیصد لوگوں نے یہ رائے دی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی شان میں گستاخی پر مشتمل خاکے شائع کرنا نہایت غلط کام ہے۔ اسی سروے کے مطابق 78 فیصد رائے دہندگان نے یہ رائے دی کہ مغرب کی اس اشتعال انگیزی کے نتیجے میں عالمی سطح پر انتہا پسندی اور تشدد کے واقعات میں اضافے کا واضح خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

یورپ کے 200 قابل ذکر سکالرز نے حال ہی میں ایک دستاویز پر دستخط کیے ہیں جو اسلام آن لائن نیٹ پر دستیاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے ''انبیاء کرام کی ذات اور شخصیت کا موضوع بڑا نازک اور حساس ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ دنیا کا ہر فرد اس پر مکمل ذمہ داری کے ساتھ اپنی زبان کھولے اور قلم چلائے۔ ذرا سی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری آتش فشاں کا لاوا پھٹنے کا سبب بن سکتی ہے۔ اسلام ایسا دین ہے جس کے ساتھ دہشت گردی کسی صورت لگا نہیں کھاتی۔ مغرب کو اس ضمن میں اپنا تصور درست کر لینا چاہیے۔'' اس یادداشت پر دستخط کرنے والی 200 شخصیات میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔

دستخط کرنے والوں میں نمایاں نام فرانس کی سابق خاتون وزیر مارٹین ابری اور صحافیوں کی عالمی تنظیم نمائندگان بلا سرحد کے جنرل سیکرٹری روبیر مینار کا ہے۔ ان کے علاوہ یورپ میں عرب تنظیم برائے انسانی حقوق کے ترجمان ہیثم مناع، تیونس کے معروف قانون دان اور حقوق انسانی کے رہنما المنصف المرزوقی، شامی عالم اور مفکر مقیم پیرس السید برہان غلیون، ڈنمارک کے مقبول مصنف اور ادیب آندرس جیرلیشو، فرانس کونسل برائے آئمہ وخطبائے مساجد کے سیکرٹری جنرل شیخ ضو مسکین اور سپین جیل میں مقید معروف صحافی تیسیر علونی کے دستخط بھی ہیں۔

یورپ سے موصولہ اطلاعات کے مطابق نائن الیون کے بعد لوگوں نے اسلامی کتب بالخصوص قرآن مجید حاصل کرنے کیلئے اسلامی مکتبوں کا رخ کیا تھا۔ اس تازہ واقعہ کے بعد اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد میں لوگ سیرت رسول پر مبنی لٹریچر کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ عالم اسلام کے مایہ ناز خطیب، عالم اور مفکر شیخ یوسف القرضاوی نے 10 فروری کے خطاب جمعہ میں جو براہ راست عرب دنیا کے کئی ٹی وی چینلز پر دکھایا گیا، فرمایا ''تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جس کسی نے بھی سیرت رسول کا مطالعہ کیا وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو خوش قسمت تھے وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور دیگر لوگ بھی اگرچہ مسلمان نہ ہوئے مگر آنحضور کی عظمت کے نہ صرف قائل ہو گئے بلکہ کھل کر اس کا اظہار کرتے رہے۔'' ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ'' کے مصنف، معروف برطانوی فلسفی تھامس کارلائل بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔'' یوسف قرضاوی صاحب نے مزید فرمایا کہ آج دنیا ایک بستی کی مانند ہے اور دستیاب ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے ہم آنحضرت کی سیرت کے ذریعے دلوں کو فتح کر سکتے ہیں۔ وہ رحمت للعالمین تھے اور آج دنیا کو رحمت کی شدید ضرورت ہے۔

سچی بات یہی ہے کہ آنحضور کو جب اللہ نے یہ خوشخبری سنائی ''اے نبی! ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی ہے۔'' (سورہ الفتح آیت نمبر 1) تو یہ فتح وقتی اور محدود نہیں تھی۔ یہ دائمی اور لامحدود ہے۔ آنحضور آج بھی سالار کارواں ہیں اور آپ کے وجود مسعود کا فیضان و برکات جاری ہیں۔ کامیابی اہل ایمان کا مقدر ہے، لیکن اس کیلئے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا، اشتعال اور تخریب سے مکمل اجتناب کرنا، تحمل، بردباری، جرات اور قربانی کے ساتھ میدان جہاد میں اترنا ہو گا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

مولانا مفتی عبدالعرفان کا فتویٰ اور......

گزشتہ دنوں بھارت کی اسلامی شریعت کی ایک عدالت نے جو لکھنو میں قائم ہے' ایک فتویٰ جاری کیا ہے جس کی رو سے ڈنمارک کا وہ کارٹونسٹ واجب القتل قرار دیا گیا ہے' جس نے آنحضور کے توہین آمیز خاکے بنائے اور شائع کیے ہیں۔ ایران کی مذہبی عدالتوں نے بھی قبل ازیں ایسے ہی فتاویٰ جاری کیے ہیں لیکن بھارت شاید پہلا غیر اسلامی ملک ہے جس کی کسی مذہبی عدالت نے اس قسم کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ قاضی عدالت مولانا مفتی عبدالعرفان نے کہا ہے کہ قرآن حکیم میں صاف صاف یہ لکھا ہوا ہے کہ جو بدبخت آنحضور کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے' اسے سزا دی جائے۔ قاضی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان جہاں کہیں رہتے ہوں' اس فتوے کی تعمیل ان پر لازم ہے۔

میری نگاہ میں اس موضوع پر کسی بھی قسم کے فتوے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ سارے عالم اسلام میں اس خبر پر جو ردعمل ہوا ہے وہ کسی فتوے یا فیصلے کی بناء پر نہیں ہوا کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہے' اس پر واجب ہے کہ وہ اس حرکت شنیعہ کا نوٹس لے اور مجرم کو سزا دے۔ محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے اور اس باب میں کسی کلمہ گو کو کوئی شک یا کوئی شبہ نہیں البتہ بات یہ ہے کہ یہ معاملہ ایک فرد کا نہیں۔ یہ جرم کسی اکیلے دکیلے شخص نے نہیں کیا بلکہ ڈنمارک کی پوری حکومت اس میں ملوث ہے۔ اب ذرا اس سے اور آگے چلیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ڈنمارک براعظم یورپ کا محض ایک ملک ہے' جبکہ پورا یورپ' یورپین یونین کے روپ میں ڈنمارک کی پشت پر کھڑا ہے (ترکی اس میں شامل نہیں لیکن ترکی یا اس طرح کے ایک آدھ اور ملک کی کون سنتا ہے؟)

اس حوالے سے دیکھا جائے تو یہ جرم کسی ایک غیر اسلامی ملک نے نہیں کیا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تمام غیر اسلامی دنیا ایک طرف ہے اور مسلم دنیا دوسری طرف ہے۔ جن غیر مسلم زعمائے سیاست یا دانشوروں نے اس ہتک آمیز گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی مخالفت بھی کی ہے تو اس کی لے بہت دھیمی ہے اور دوٹوک نہیں ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہا جائے گا کہ یہ معاملہ بین الاقوامی بھی ہے اور بین الادیانی بھی۔ جب ہم اس سطح پر معاملے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ مسلم دنیا' یورپ سے اس نوع کی دریدہ دہنی کا انتقام کیسے اور کس طرح لے سکتی ہے کیا ہمیں یعنی مسلم دنیا کو اپنا گھر بار نذر آتش کر کے اس کا بدلہ چکانا چاہیے یا اس کا کوئی اور طریقہ بھی ہے؟

میری ناقص رائے میں اس طریقے کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو اخلاقی یا انسانی پہلو ہے یعنی دنیا کے کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی رسول خدا کی شان میں اس طرح کی گستاخی کر کے ان کی امت کی دلآزاری کرے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص' ادارہ' حکومت' قوم براعظم یا چند اقوام ایسا کریں تو اس امت میں اتنا دم خم ہونا چاہیے کہ وہ زور قوت اس کا جواب دے سکے۔ ماضی کی صلیبی جنگیں اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بات صرف اہانت ذات رسول کی نہیں بلکہ پوری امت اسلامیہ اگر ایک جسد واحد ہے تو پوری امت کیلئے کسی فتوے کی کوئی ضرورت نہیں۔ 712ء میں حجاج بن یوسف نے کس شریعت کورٹ کے فتوے پر ہندوستان پر چڑھائی کی تھی؟ اس نے تو صرف ایک مسلمان خاتون کی فریاد سنی تھی اور اپنے بھتیجے کو حکم دیا تھا کہ اس کی ''قومی بےعزتی'' کا انتقام لیا جائے۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا زوال حقیقی معنوں میں 1756ء کی جنگ پلاسی میں شروع ہوا۔ سات سمندر پار سے آنے والی ایک ایسی قوم جو شراب بھی پیتی تھی' سور کا گوشت بھی کھاتی تھی اور اخلاقی بے راہروی میں بھی انتہائی پست تھی' اس نے پلاسی کے میدان میں جنرل کلائیو کی شکل اختیار کی اور نواب سراج الدولہ کی اس فوج کو شکست دے دی جس میں ہزاروں جوان اور آفیسر نہ صرف پابند صوم وصلوٰۃ تھے بلکہ نہایت پاکباز اور

http://www.kitaabghar.com

راست اخلاق بھی تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاک بازی، راست اخلاقی اور دینی شعائر کی پابندی اپنی جگہ ہے جبکہ حق و باطل کی جنگ میں باطل کی کمر توڑ کر ہی ان دینی شعائر کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ جنرل کلائیو کی برادری نے پورے 200 سال تک برصغیر پر جابرانہ حکومت کی اور جب تک اس کی کمر ہٹلر کے ہاتھوں نہ ٹوٹی، اس نے واپسی کی راہ نہ لی......

کئی برس پہلے زمانہ طالب علمی میں، اسی دکھ اور کرب کا اظہار راقم السطور نے ایک ہلکی پھلکی سی نظم میں کیا تھا جو نذر قارئین ہے۔ اس کا عنوان تھا: ''حضرت لارڈ کلائیو مرحوم''، اور نظم کی تان جس حسرت پر ٹوٹتی ہے، وہ حسرت آج بھی جوں کی توں ہے۔ کاش کوئی قاضی عبدالعرفان' فتویٰ جاری کرنے کی بجائے اس گستاخ کارٹونسٹ کا سر کاٹ کے لاسکتا!

اک کافر لارڈ کلائیو تھا
انگلینڈ کا رہنے والا تھا
مکار، فریبی، متکبر
نہ گھر نہ گھاٹ، زمین کوئی
نہ نام و نسب، آئین کوئی
نہ وضع کوئی نوابوں سی
صورت جیسے قصابوں سی
نہ مہابلی، نہ ظل الہ
نہ حضرت عالم، کجکلاہ
پوشاک عجب بے ڈھنگی سی
ہر بات اس کی آفرنگی سی
ہر شام کلبوں میں جاتا
ہر رات بہکتا، بہکاتا
نہ خوف خدا کچھ سینے میں
بدمست ہمیشہ پینے میں
نہ چرچ میں آتا جاتا تھا
بحری ڈاکو کہلاتا تھا
پھر ایک جہاز پہ بیٹھ کے وہ
جب وارد ہندوستان ہوا
تو اس افرنگی، متکبر
بے دین، کمین، کلائیو نے
مغلوں، مرہٹوں، جاٹوں کو
نوابوں اور نظاموں کو

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

کم ذات، ملیچھ ہریجن کو
سید، سلطان، برہمن کو
سب اہل کتاب و سنت کو
گیتا کے گیانی پنڈت کو
ملا کو صوفی و سالک کو
نانک کے گرنتھی بالک کو
بس چار دنوں میں رام کیا
اور سب کا کام تمام کیا
اے کاش! ہمارا بھی یارو
ہم کیش کوئی، ہم قوم کوئی
پابند صلوٰۃ و صوم کوئی
تہذیب و شرافت کا پتلا
جانباز، بہادر، شیر افگن
حضرت، مولانا، شاہ صاحب
مفتی، قاضی یا خان کوئی
بہرام کوئی، گلفام کوئی
اس کافر لارڈ کلائیو کو
ہاتھوں میں لیے شمشیر اجل
میدان پلاسی میں جا کر
انگلینڈ کا رستہ دکھلاتا
اسلام کا پرچم لہراتا
تاریخ میں غازی کہلاتا!

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

ناموس رسالت (نظم)

خاکے بنانے والوں کا انجام آنے والا ہے
توہین نبی پر اللہ کا فرمان آنے والا ہے
فتنہ پرداز عیسائیوں کی پھر رگ شرارت پھڑکی ہے
لگتا ہے تلوار اجل پھر ان کے سروں پر لٹکی ہے
یہ متعصب نصرانی شروع سے آفت کا پرکالا ہے
اے مسلم غازی جاگ تیرا امتحان آنے والا ہے
کیا نقارہ سنتے نہیں یہ قدرت کے نقیب کا
معرکہ شاید بھول گئے یہ ہلال اور صلیب کا
یوں لگتا ہے وقت، تاریخ کو پھر دہرانے والا ہے
اٹھو غازی مردو شہادت کا میدان آنے والا ہے
بش نے صلیبی جنگوں کا نعرہ جو لگایا تھا
اصل میں اس نے مسیحیوں کا مردہ دل گرمایا تھا
جاگو مسلمان پھر صلیبی جنگوں کا طوفان آنے والا ہے
اٹھو غازیو کہ شہادت کا میدان آنے والا ہے
مسلم مجاہدوں کے قصے پھر وقت جب دھرائے گا
تو کاتب تقدیر اسے ویسے ہی لکھتا جائے گا
صلیبیوں کی سرکوبی کو ایوبی سلطان آنے والا ہے
اے مسلم غازیو شہادت کا میدان آنے والا ہے
اے ملت اسلام متحد ہو اور باخبر رہ ان کی چالوں سے
دشمن کیلئے بن برق اجل اور تائب ہو اعمالوں سے
ہر وطنی اور لودھی ناموس نبی پر جان لٹانے والا ہے
اٹھو غازی مردو شہادت کا میدان آنے والا ہے

عبدالقادر وطنی

1-3-2006

http://www.kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش

تم نے کس ذات اقدس کی توہین کی؟

عزت مصطفیٰ، حرمت مصطفیٰ
خود مری جان سے، میرے سب مال سے
میرے گھر بار سے، میرے ماں باپ سے
میری اولاد سے
قیمتی چیز ہے
عزت مصطفیٰ پر ہر اک شے فدا
حرمت مصطفیٰ میری ہر چیز سے
میری ہر شخصیت سے، ہر اک فرد سے
ہر تمنا سے، ہر آرزو سے سوا
یہ مرا مدعا ہے، یہی مری جاں
میرا ایمان ہے، یہ میری جان ہے
میرا ارمان ہے
میری دنیا بھی ہے، آخرت بھی یہی
میری جنت یہی، میری فردوس بھی
زیست سے قبر تک، ارض سے حشر تک
حوض کوثر سے، تسنیم کے جام تک
میرا سب کچھ ہے بس مصطفیٰ، مصطفیٰ
تم اگر حرمت مصطفیٰ کی طرف
میلی آنکھوں سے دیکھو تو یہ سوچ لو
مسئلہ یہ فقط ایک میرا نہیں
اپنے احساس میں، میں اکیلا نہیں
یہ عقیدے کی، ایمان کی بات ہے
اسؐ کے بیٹے کروڑوں کی تعداد میں
شش جہت میں جو پھیلے ہوئے ہیں یہاں
میرے بھائی ہیں سب، میرے اپنے ہیں سب
جن کی رگ رگ میں عشق محمدؐ رواں
اسم احمدؐ سے دل جن کے حرکت میں ہیں
زندگی سب کی اس ذات اقدس سے ہے
بے خبر بے شعورو! یہ تم نے کسے
میلی آنکھوں سے دیکھا ہے اس دہر میں
ہاں یہ خاکے شرارت بھرے کس کے ہیں
اس خباثت کی بنیاد بھی ہے کوئی
اور پھر اپنے اس خبث اظہار پر تم اکڑتے بھی ہو
تم میں انسانیت کی رمق بھی نہیں
اپنے تاریک انجام سے بے خبر
تم ہوا پنی تباہی کے خود نامہ بر
تم کو معلوم ہے تم نے کس ذات اقدس کی توہین کی
عز وشان صرف ساری اسی کی تو ہے
وہ جو احمدؐ بھی ہے اور محمدؐ بھی ہے
ساری تہذیب کی روشنی جس کی خاک قدم
اس کا صدقہ ہے سارا شعور آگہی
سارے نبیوںؑ کی عزت ہے اس کا مشن
سب بزرگوں کی حرمت کا وہ پاسباں
سب مذاہب کے سب رہبروں کیلئے
اس نے عزت کا فرمان جاری کیا
''ابتری''، جس کے دشمن کی تقدیر ہے
اور قرآں میں یہ حکم تحریر ہے
ہم خدا کے اسی فیصلے کیلئے
منتظر ہیں کہ کس لمحے آتا ہے وہ
سورۂ کوثر میں جس کو اتارا گیا
صحن کعبہ میں جس کو سنایا گیا
جس کے اعزاز کا جس کے اکرام کا
سارے عالم کو جلوہ دکھایا گیا

حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

استفادہ

ذیل میں ان رائٹرز کے اسماءِ گرامی دیے جا رہے ہیں جن کی تحریروں سے اس کتاب کی تیاری و ترتیب کے حوالے سے استفادہ کیا گیا ہے۔

1- تحفظ ناموس رسالت — عبدالمجید ساجد (جنگ)
2- اظہار کی آزادی یا شر انگیزی — رفیق شیخ (جنگ)
3- ڈنمارک، تاریخ کے آئینے میں — مبین رشید (نوائے وقت)
4- شر انگیز مواد کی اشاعت — مبین رشید (نوائے وقت)
5- یورپ اور عالم اسلام میں تصادم — خواجہ شریف احمد (الاخبار)
6- اسلام کے خلاف سرگرم ناسا — سلیم جاوید چوہدری (کرنیں)
7- نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر تک — عرفان احمد عبدالسلام (ایکسپریس)
8- پنجہ یہود اور یورپ — میجر (ر) محمد یونس
9- پر تشدد احتجاج کے اقتصادی مضمرات — عصمت صابر (ایکسپریس)
10- سازش گزشتہ برس تیار ہوئی — ڈاکٹر عبداللہ خان
11- فکری پسماندگی کا شکار یورپی میڈیا — سید ناصر رضا کاظمی
12- یورپی ممالک کی ذہنی خباثت اور امت مسلمہ کی ذمہ داری — قربان انجم (الاخبار)
13- کیا تہذیبوں کا تصادم ناگزیر ہے؟ — تاج حیدر (ایکسپریس)
14- تہذیبی تصادم کیا ہے؟ — روئیداد خان (پاکستان)
15- دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچایا جائے — ڈاکٹر محمد طاہر القادری (پاکستان)
16- دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے — حافظ محمد ادریس (پاکستان)
17- مولانا مفتی عبدالعرفان کا فتویٰ اور...... — لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خان
18- مغربی تہذیب اسلام دشمنی کے عمیق اسباب — ارشاد احمد حقانی (جنگ)
19- صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ شروع — یاسر محمد خان (سرخاب)
20- توہین آمیز خاکے مذموم مقاصد اور امت کا لائحہ عمل — ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی (جنگ)
21- مغربی مفکرین کا فکری انتشار — افضال احمد قریشی (نوائے وقت)
22- ترکان احرار اور یہود نواز آسٹروی جج — محسن فارانی (پاکستان)
23- ہولوکاسٹ کا انکار؟ — نیر زیدی (جنگ)
24- تلاش ہے اُمہ کو کسی صلاح الدین ایوبیؒ کی — حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری (الاخبار)

http://www.kitaabghar.com

25-	اہانت رسول اور مغرب	حافظ سجاد ہستی (اسلام)
26-	محبت	طیبہ ضیاء (نوائے وقت)
27-	توہین رسالت	مولانا محمود الرشید حدوٹی (اسلام)
28-	عظمت رحمت دو جہاںؐ حضرت محمد اور انسانی حقوق	ابو محمد عبادہ (الاخبار)
29-	تہذیبوں کا تصادم	طارق خان (الاخبار)
30-	ناموس رسالت کی جنگ شروع	ڈاکٹر محمد اجمل نیازی (نوائے وقت)
31-	عالم کفر متحد ہو سکتا ہے تو عالم اسلام کیوں نہیں	شفیع اللہ (اسلام)
32-	تلاش امن	پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر (پاکستان)
33-	اہل مغرب سے 39 سوال	راؤ طاہر حسین (الاخبار)
34-	امریکہ میں (نعوذ باللہ) نقلی قرآن کی گھر گھر تقسیم	حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری
35-	با محمدؐ ہوشیار	محمد نواز میرانی
36-	ڈنمارک کا بائیکاٹ	ایم جے اکبر (خلیج ٹائمز)
37-	توہین رسالت اور ایک کرائم منسٹر کے بلیو آئیڈ بوائز	حافظ شفیق الرحمان (دن)

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com